صحیفۂ معرفت

مؤلف
سید اشتیاق حسین نقوی

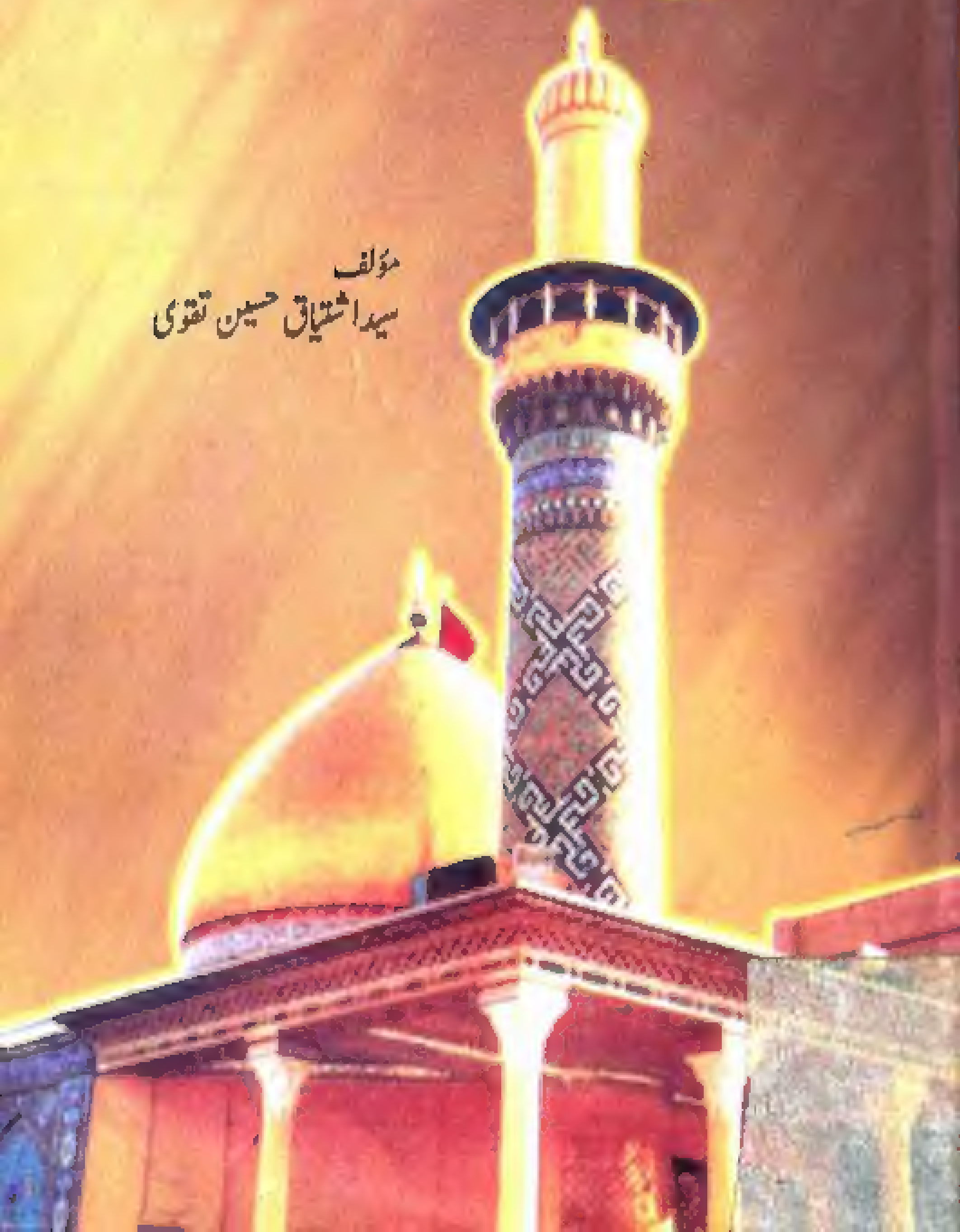

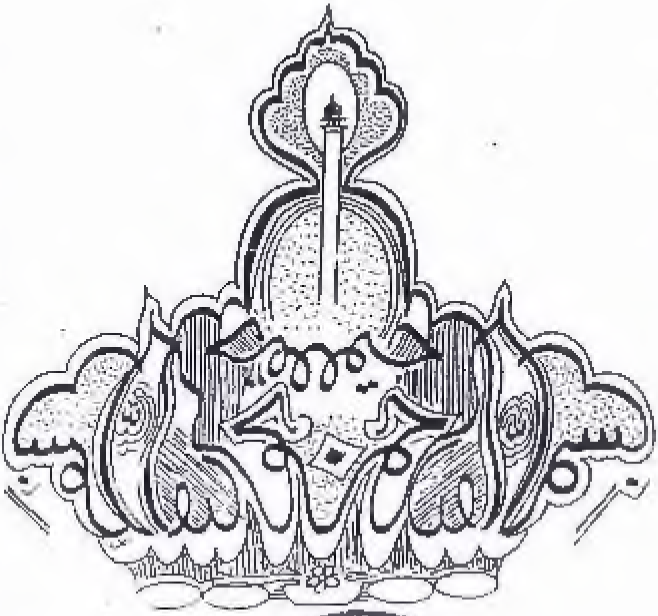

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11,
M . . , Heights
Mirza Kaleej
Baig Road,
Soldier Bazar
Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

نبیؐ نے عدل کی میزان میں خود تول کر دیکھا
سبک تھی دونوں عالم کی عبادت ضرب حیدرؑ سے
(نجم آفندی)

صحیفۂ معرفت

(علی ابن ابی طالب کی شخصیت قرآن، حدیث اور انبیائے ماسلف کی نگاہ میں)

مولفہ
سید اشتیاق حسین نقوی

ناشران
الصراط پبلیکیشنز (پاکستان) کراچی

جملہ حقوق اشاعت بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب	"صحیفۂ معرفت"
تالیف	سید اشتیاق حسین تقوی
ناشر	"الصراط پبلیکیشنز" (پاکستان) کراچی معرفت مجلّہ "الامیر" ۔ کارنر ہاؤس دوسری منزل ۔ صدر ۔ کراچی
کمپوزنگ	"مطبوعات توحید" رضویہ سوسائٹی کراچی
طبع اول	مئی ۲۰۰۰ء
تعداد	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
صفحات	۲۷۲
مطبع	"العصر پرنٹرز" ناظم آباد کراچی
قیمت	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱ ۔	فہرست	۵
۲ ۔	پیش گفت	۸
۳ ۔	تقریظ ۔ حجتہ الاسلام مولانا سید حسین مرتضیٰ مدظلہ العالی	۲۳
۴ ۔	گفتار مقدم ۔ حجتہ الاسلام مولانا سید رضی جعفر مدظلہ العالی	۲۷
۵ ۔	فرمان والا شان جناب رسول مقبولؐ بنام سلطان مقوقس	۲۹
۶ ۔	عکس تحریر مولا علیؑ و امام زین العابدینؑ	۳۰
۷ ۔	عکس تحریر امام حسنؑ و علامہ شریف الرضیؒ	۳۱
۸ ۔	آیات قرآنی (۱۱۰)	۳۲
۹ ۔	احادیث نبویؐ (۱۱۰)	۱۱۳
۱۰ ۔	اقوال و ارشادات مولا علیؑ (۱۱۰)	۱۵۸
۱۱ ۔	خطبہ مولا علیؑ (بے الف) معہ اردو ترجمہ	۲۱۱
۱۲ ۔	خطبہ مولا علیؑ (غیر منقوط) معہ اردو ترجمہ	۲۲۳
۱۳ ۔	خطبہ مولا علیؑ (صوت ناقوس) معہ اردو ترجمہ	۲۳۶

۱۴ - بیرو غلطی ۲۴۲
۱۵ - ناؤکی تحریر ۲۳۵
۱۶ - وقف نامہ کا متن ۲۳۰
۱۷ - عکس لوح نقرئی حضرت سلیمانؑ ۲۵۳
۱۸ - عکس لوح چوبی سفینہ حضرت نوحؑ ۲۶۰
۱۹ - کلام امام شافعیؒ ۲۶۷
۲۰ - مرثیہ بکر بن حماد التاہرتی ۲۶۹
۲۱ - نقش عظمت۔ کلام جوش ملیح آبادی ۲۷۰
۲۲ - کتابیات ۲۷۱

قطعہ

امام حق کسے باشد کہ اندر جملہ قرآں
بہ ہر آیت کہ برخوانی دراں حمد و ثنا باشد
وصیت کردہ باامت محمدؐ در غدیر خم
علی ابن ابی طالبؑ خلافت را سزا باشد
(خواجہ نظام الدین اولیاءؒ)

قطعہ تاریخ تالیف و ترتیب کتاب

"صحیفۂ معرفت"

نتیجہ فکر بلند کلیم آل عباء جناب شاہد نقوی صاحب مدظلہ العالی

قطعہ

جلاتے ہیں اشتیاق اک شمع راہِ ایمان میں روشنی کو
بہت غنیمت ہے اتنی ضو بھی بھٹکنے والوں کی رہبری کو
علیؑ کی عظمت کی انتہا تو خدا اور اس کا نبیؐ ہی جانیں
"صحیفۂ معرفت کا حاصل یہ ہے کہ پہچان ہو علیؑ کو"

١٤٣١ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفت

امام الاولیاء، سید الاوصیاء، شیر خدا، مظہر شان شکوہ مصطفیٰ، ذات پر مایہ ہمہ جود و سخا، ہارون فخر انبیاء، آب و تاب چہرہ فقر و غنا، قائد ایوان تسلیم و رضا، شمع دانش نیر برج دعا، روح آیہ من اتی، باب مدینۃ العلم، خطیب منبر سلونی، حکیم الاسلام، قائم اللیل و صائم النہار، ابن عم رسول، زوج بتول، غالب کل غالب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت، ان کے خطبات و اقوال و امثال اور مواعظ پر خامہ فرسائی یا اظہار خیال کرنا بلاشبہ ایک بڑی جسارت ہے لیکن جیسا کہ دور حاضر کے ایک روشن دماغ اسکالر اور معروف دانشور نے بڑی صاف گوئی سے اعتراف کیا ہے کہ ہم مولائے کائنات کو بس ایک امام ہادی یا عظیم ہستی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہماری تمام محبت و عقیدت ان کے ساتھ ہے لیکن افسوس جس طرح ان کو پہچاننا چاہئے تھا اور ان کی معرفت حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہئے تھی، ویسا نہیں کیا گیا، ہم ان کی ستائش میں تو ضرور مشغول رہے لیکن ان کو پہچاننے میں شدید کوتاہی کے مرتکب ہوئے۔ بدیں وجہ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے اور ایسی کوششیں روبہ عمل لائی جائیں کہ انہیں پہچاننا کسی قدر ممکن ہو سکے قرآن کریم، احادیث مرسل عظیم، اور خود مولا کے کلام کی موجودگی میں ان کی صحیح معرفت حاصل کرنا چنداں مشکل نہیں البتہ یہ مقصد یا نکتہ ذہنوں میں ہمہ وقت موجود رہنا ضروری ہے کہ انہیں "انسان کامل" کے روپ میں دیکھا جائے تاکہ ان کی پیروی بالکل ناممکن نہ معلوم ہو۔

دست برد زمانہ کے تحت بے شمار خزائن علمی تلف ہو جانے کے باوجود جناب امیرؑ کے علم و حکمت اور امثال و اقوال کا بہت بڑا ذخیرہ ابھی بھی اطراف و اکناف عالم میں بکھرا پڑا ہے اور جویان حق و صداقت اپنی علمی اور فکری تشنگی دور کرنے کے لئے اس کی تلاش میں سرگرداں رہے ہیں اور بڑی حد تک انھیں اپنی کوششوں میں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر توانائیاں بالعموم فلک شگاف نعرے ہی لگانے میں صرف کر دینے کے بعد مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں جبکہ کچھ دوسرے شیدائیان علم و حکمت نہ صرف یہ گمشدہ خزینے تلاش کرنے میں منہمک رہے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو بار آور کیا اور ان میں سے کچھ نے ان ظاہر ہونے والے اسرار و رموز سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے اور اپنی ایجادات و اختراعات کے ضمن میں پیدا ہونے والی بہت سے گتھیوں کو بہ حسن و خوبی سلجھایا۔

نصف صدی سے زائد عرصہ قبل ایک فاضل جلیل اور عالم نبیل مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی کا ایک مضمون بعنوان "اقوال حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام" ایک اخبار میں شائع ہوا تھا جس میں فاضل مضمون نگار نے اپنی کامل وسعت نظری اور پوری تحقیق و تلاش سے جناب امیر علیہ السلام کے خطبات و ارشادات ' مقالات حکمت و عقلیات' ان کے مختلف ممالک اور متعدد زبانوں میں ترجمے' اس کی شرحیں' ان کے انتخاب' ان کی اشاعت کے مقامات' یہاں تک کہ ان کی اشاعت کی تاریخیں اور سال بھی بڑی محنت و جانفشانی اور پوری دماغ سوزی سے جمع کر دیئے تھے۔ یہ کاوش دنیائے تحقیق میں بلاشبہ ایک بہترین اضافہ تھی جسے شیدائیان علم و دانش نے بہت سراہا تھا لیکن مورخ یگانہ خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس مضمون کو ایک کتابچے کے قالب میں مرتب و متشکل کر دیا جسے کاشانہ ادب بک ایجنسی لکھنؤ نے جنوری / فروری ۱۹۳۸ء میں شائع کر دیا تھا۔

مذکورہ کتابچے کی کچھ اہم جھلکیاں ہم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کے علم میں یہ بات آ سکے کہ "آثار علمیہ علویہ" کے گہرہائے آبدار کہاں کہاں

بکھرے ہوئے ہیں اور دانشوران عالم نے ان میں کتنی گہری دلچسپی لی ہے۔ انہوں نے سوسائے کائنات کو ایک انسان کامل سمجھتے ہوئے ان کے اقوال و خطب کی نشرو اشاعت کا فریضہ بڑی دلجمعی سے سرانجام دیا ہے یہ علمی کاوشیں 'سوسائے کائنات' کی معرفت حاصل کرنے والوں کے لئے بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

۱۔ اسلام کے اس عظیم مفکر کے حضور اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے دور حاضر کے بڑے بڑے عقلاء اور غیر مسلم محققین' حضرت کے حکیمانہ کلام کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ مشہور مورخ مسٹر اوکلے اپنی تاریخ عرب (Ockley's History of Saracens) کے صفحہ ۳۳۲/۳۳۳ پر رقم طراز ہیں : "تمام مسلمانوں میں باتفاق علیؑ کی عقل و دانائی کی شہرت ہے جس کو سب تسلیم کرتے ہیں آپ کے صد کلمات ابھی تک محفوظ ہیں جن کا عربی سے ترکی اور فارسی میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے آپ کے اشعار کا دیوان ہے جس کا نام "انوار العقول" ہے جو بوڈلین لائبریری (Bodlen Library) میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ وہاں آپ کے اقوال کی ایک بڑی کتاب بھی موجود ہے۔"

۲۔ مسٹر واشنگٹن ارونگ اپنی کتاب "خلفائے رسول" (Successors of Prophet Muhammad) کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں : آپ (یعنی علیؑ) کا بہت عزت و احترام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ ہی پہلے وہ خلیفہ ہیں جنہوں نے علوم و فنون کی بڑی حمایت اور حفاظت فرمائی ہے۔ آپ کو خود بھی شعر گوئی کا پورا مذاق تھا اور آپ کے بہت سے حکیمانہ مقولے اور ضرب الامثال اس وقت تک لوگوں کے زبان زد ہیں اور مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو گیا ہے۔

۳۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encylopaedia Britannica) کے فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ علیؑ علم اور عقل میں مشہور تھے اور اب تک کچھ مجموعے اور ضرب الامثال اور اشعار ان سے منسوب ہیں خصوصاً مقامات علیؑ جس کا ترجمہ ولیم یول نے ۱۸۳۲ء میں بمقام ایڈنبرا شائع کرایا ہے۔

۴۔ مصر کا مشہور جرنلسٹ اور مایہ ناز مسیحی ادیب و مورخ عبدالمسیح انطاکی مدیر

جریدہ "العرفان" اپنے زریں کارنامہ اور ادب عربی کے شہکار "القصیدۃ المعلوبہ" مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۶۷ پر رقم طراز ہے "حکمت و علوم سیدنا علیؑ سے (بہ کثرت) منقول ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ تمام حکماء و فلاسفہ کے سردار ہیں اور آپ سے تمام حکمتیں روایت کی جاتی ہیں عام اس سے کہ آپ تکلیف کی حالت میں ہوں یا راحت کے عالم میں آپ کی یہ عقلیات آپ کی زبانی کثیر التعداد رسالوں، خطبوں اور آپ کے مقولوں میں وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ آپ ایسے ہی مقادرت عقلی ہر مقام، ہر مجلس اور ہر فرودگاہ پر بیان فرماتے تھے (جہاں آپ قیام فرماتے بیٹھتے یا رکتے تھے) آپ کے تمام اقوال شریف اور اعمال پاکیزہ عقل و حکمت کے آثار سے پر اور مملو ہیں جن سے آپ کی ذکاوت تجربات کی وسعت اور قوت ارادی کی ضیا باری ہویدا اور آشکارا ہوتی ہے۔"

۵ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن کی عظمت اور اہمیت کو پیش نظر رکھ کر شان نزول کے مطابق اس کی تالیف کا اہتمام یا شان کام اپنے ذمہ لیا (اتقان فی علوم القرآن - ص ۸۳، طبع دہلی) اور چند دنوں میں آپ نے توضیحی فوائد کے ساتھ اس کو مرتب فرما دیا۔

افسوس کہ زمانہ نے علیؑ کی اس علمی و دینی خدمت کو بھی قبول نہ کیا جس کی وجہ سے آج "مصحف علیؑ" ہمارے درمیان میں نہیں ہے۔ دنیائے علم و ادب اس علمی نقصان پر جس قدر بھی افسوس کرے وہ کم ہے۔ سرخیل مفسران اہل سنت محمد ابن سیرین نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے "اے کاش اگر یہ کتاب ہم تک پہنچتی تو اس میں علم کے خزانے ملتے۔" (تاریخ الخلفاء سیوطی)

۶ صرف موجودہ زمانے میں ہی نہیں بلکہ حضرت کے عہد میں بھی اہل کتاب اس کی گواہی دے چکے ہیں کہ حضرت کا کلام فلسفہ و حکمت سے پر ہوتا تھا چنانچہ استاد مصطفےٰ جواد اپنے تحقیقی مضمون "فلسفۃ التاریخ الاسلامی" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ امیر المومنینؑ کچھ لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک یہودی عالم کا اس طرف گزر ہوا، اس نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند ابو طالب اگر کہیں آپ

فلسفہ بھی سیکھے ہوئے ہوتے تو آپ کا بڑا مرتبہ ہوتا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا فلسفہ سے تیری کیا مراد ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہو تو اس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے اور جس کے مزاج میں پاکیزگی راسخ ہوتی ہے تو اس کے نفس کے اثرات قوی ہو جاتے ہیں اور جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کر لیتا ہے تو وہ (انسانیت کے) منتہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے اور جو اس نقطہ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائل نفسیہ سے آراستہ ہو جاتا ہے اور جو فضائل نفس سے مزین ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں تمام انسانیت کے کمال موجود ہو جاتے ہیں بجائے اس کے اس میں خاصہ حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر دکھلائیں۔ اس حالت میں ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے بس اب اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں۔ یہ سن کر وہ یہودی عالم بے ساختہ کہنے لگا "اے فرزند ابوطالب آپ نے بالکل فلسفہ میں گفتگو فرمائی۔"

۷۔ "معلم کتاب و حکمت" کے ارتحال کی وجہ سے مسجد نبوی میں "درس و تدریس" کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ احادیث نبوی کو قلم بند کرنا حتیٰ کہ ان کا روایت کرنا بھی اس عہد میں قابل تعزیر جرم تھا (صحیح مسلم، تاریخ طبری) تو پھر کس کی مجال تھی جو "ابن عم رسول" کے کلام کی جانب توجہ کرتا۔ لیکن خود حضرت کے مختصر عہد خلافت میمنت عہد میں حالات میں گو کہ مختصر مدت ہی کے لئے خوش گوار تبدیلی آگئی تھی اور علمی مطالب قید تحریر میں لاؤ" جیسے ترغیب آمیز و تشویق خیز اقوال نے کچھ مصنفین پیدا کر دیئے تھے۔ بقول ابن ابی الحدید آپ ہی (علیؑ) سے دنیائے اسلام نے خطابت و کتابت (فن تحریر و تقریر) کو سیکھا تھا۔ چنانچہ حضرت (علیؑ) ہی کی تعلیم و املا سے "ابوالاسود الدائلی" نے سب سے پہلے عربی قواعد (علم نحو) پر کتاب تصنیف کی۔ یہی وہ ابوالاسود الدائلی ہیں جنہوں نے امیرالمومنین کے تعلیم کردہ طریقہ پر قرآن مجید میں "نقطے اور اعراب" بھی لگائے ہیں (اصابہ جلد ۲، صفحہ ۲۳۲) صرف ابوالاسود الدائلی ہی کی ایک ذات نہ تھی بلکہ امیرالمومنین کے فیض صحبت سے ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی جس نے تالیف و تصنیف کے ذریعہ سے علمی خدمات انجام دیں۔ زید بن وہب وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرتؑ کے خطبات کو مدون کیا۔ (الفہرس الطوسی صفحہ ۱۴۸)

حضرت کے سکریٹری (کاتب) عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت کے قضایا اور فیصلوں کو نظائر "Rulings" کی حیثیت سے "کتاب قضایا امیر المومنینؑ" کے نام سے تالیف کیا (اعضر س اللوسی صفحہ ۲۰۲) اسی طرح "اصبغ بن نباتہ مجاشعی" نے علاوہ حضرتؑ کی وصیت کے جو امام حسن علیہ السلام سے فرمائی تھی اس طولانی "عہد نامہ" کو بھی جو مالک اشتر گورنر مصر کو حضرتؑ نے لکھا تھا جمع کیا جس کے متعلق علامہ مصطفٰے بک نجیب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "امت اسلامی میں یہ پہلا قانون اساسی ہے جو گورنروں کو تعلیم اصول سیاست کے لئے لکھا گیا (حماۃ اسلام، جلد اول، صفحہ ۱۳۵، طبع مصر)

غرضیکہ قرون اولٰی میں حضرت کے اقوال و خطب عام طور پر متداول تھے۔ چنانچہ مورخ مسعودی کا قول ہے کہ آپ (مولا علیؑ) کے تمام مواقع زندگی میں کچھ اوپر چار سو اسی (۴۸۰) خطبے ہیں (غالباً یہ تمام خطبے عہد مسعودی تک متداول و محفوظ تھے) جن کو حضرتؑ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا اور لوگوں نے آپ سے سینہ بہ سینہ ان کو نقل کیا ہے۔ یہ خطبے برابر لوگوں میں شائع رہے (مقدمہ منتخبات نہج البلاغہ بہ قلم فواد افرام البستانی، طبع بیروت۔ زیر عنوان نہج البلاغہ و جمعہ)

۸ - اب ہمیں اجلہ علمائے اسلام کی خدمات کو ملاحظہ فرمایئے۔ چوتھی صدی ہجری میں الامام القاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامتہ القضاعی الفقیہ الشافعی نے حضرت کے خطبات و اقوال، مواعظ و نصائح اور اشعار کا ایک مجموعہ مرتب فرمایا ہے جس کا نام "دستور معالم الحکم و ماثور مکارم الشیم" رکھا۔ اس کے سب سے قدیمی نسخہ کا پتہ چل سکا ہے، مصر میں موجود ہے اور جس کے کاتب "القاضی عز القضاۃ ابی عبد اللہ محمد بن ابی الفتح منصور بن خلیفہ بن منہال" ہیں جو چھٹی ہجری کے مشہور زعمائے ملت و اجلہ علمائے اسلام سے تھے۔ یہ نسخہ نقل ہے اس قدیمی نسخہ سے جو مصنف کے قلمی نسخہ سے منقول تھا۔ مطبوعہ نسخہ جو ۱۳۳۲ھ میں مصر سے شائع ہوا ہے اسی قدیمی قلمی نسخہ کی نقل ہے اسی چوتھی صدی ہجری میں اشعر الہاشمیین علامہ شریف الرضی الموسوی المتوفی ۴۰۶ھ نے حضرتؑ کے خطب و رسائل اقوال و امثال کا ایک ضخیم مجموعہ مرتب فرمایا جو نہج البلاغہ کے نام سے مشہور ہے علامہ رضی اس کی تدوین سے رجب ۴۰۰ ہجری میں فارغ ہوئے

تھے نہج البلاغہ کا وہ قلمی نسخہ جس کو خود مولف یعنی سید رضی نے تحریر کیا تھا آج تک محفوظ ہے چنانچہ اس نسخہ کے آخری صفحہ کا عکس مولانا ابوالکلام آزاد نے ۲۶ فروری ۱۹۱۳ء کو اپنے جریدے "الہلال" کے صفحہ ۳۵ پر اس نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا۔

"چوتھی صدی ہجری کی تحریر کا ایک ٹکڑا یعنی علامہ سید شریف الرضی المتوفی ۴۰۴ھ جامع کتاب نہج البلاغہ کے ہاتھ کی تحریر جو علامہ موصوف کے خود نوشتہ نہج البلاغہ کے آخر میں موجود ہے۔"

کتاب مستطاب نہج البلاغہ ان تمام مجموعوں سے جن میں امیرالمومنین کے خطب و اقوال جمع کئے گئے ہیں بہت بہتر ہے لیکن اس کے باوجود یہ کتاب حضرتؑ کے تمام خطبوں پر حاوی نہیں ہے۔ سید رضی کے بعد "مولیٰ خلف بن مطلب بن حیدر بن محسن" نے ایک کتاب کی صورت میں امیرالمومنینؑ کے کلام کا ایک ایسا مجموعہ جمع فرمایا جو نہج البلاغہ میں جمع نہ ہو سکا تھا۔ اور ان کا نام النہج القویم فی کلام امیرالمومنینؑ رکھا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ "نہج القویم" اب تک سرکتون کی حیثیت سے کسی خوش قسمت کتب خانے میں گم نامی کے عالم میں ہے۔

امیرالمومنینؑ کے خطب و اقوال کے کچھ مجموعے جو دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نہج البلاغہ کا ایک نادر قلمی نسخہ "شہر موصل کے مدرسہ حسن پاشا" میں ہے جو "محفوظہ ربعیہ" میں واقع ہے۔ یہ نسخہ ورق حریر پر قدیم رسم الخط میں نہایت خوش خط قلمی ہے جس کے حواشی مختلف رنگوں سے مزین ہیں۔ ان رنگوں میں لاجوردی رنگ کو خصوصیت حاصل ہے۔ جلد سیاہ ہے اور اس پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ نسخہ دولت بن عباس کے مشہور کاتب "یاقوت المستعصمی" کا لکھا ہوا ہے۔"

(مخطوطات الموصل صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹)

۲ - علامہ عز الدین بن ضیاء الدین ابوالرضا فضل اللہ الراوندی نے حضرتؑ کے

ہزار کلمات جمع کئے اور اس مجموعہ کا نام "نثر اللآلی" رکھا۔ اس کتاب کا ایک بہت قدیم نسخہ موصل کے مشہور مدرسہ "شیث النبی" میں محی الدین آفندی کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے (مخطوطات الموصل۔ صفحہ ۲۲۹۔ تالیف ڈاکٹر داؤد الچلپی الموصلی' مطبع فرات بغداد ۱۳۴۶ھ)

۳۔ علامہ عبدالوحید بن محمد بن عبدالوحید التمیمی نے حضرت کے کئی ہزار کلمات کو جمع کیا اور اس کا نام "غرر الحکم ودرر الکلم" رکھا۔ یہ کتاب پہلے پہل ۱۸۷۴ء میں بمبئی سے شائع ہوئی اور اب مصر میں بھی متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

۴ برٹش میوزیم کی فہرست کتب عربی کے مطابق حضرت کے اقوال کا ایک مجموعہ وہاں محفوظ ہے جس کا نام "سمرة الادب من کلام العرب ای بعض امثال علی الحلیفه" ہے اس کے علاوہ حضرتؑ کے اقوال کے مختلف مجموعے سو سو کلمات کے بھی پائے جاتے ہیں۔ (فہرست کتب عربی برٹش میوزیم مرتبہ اے سی ایلیس جلد اول ۱۸۹۴ء)

۵ ۔ فہرست مخطوطات عربی انڈیا آفس' مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر اوٹوسٹ (Otteloth) پی ایچ ڈی لندن' ۱۸۷۷ء کے مطابق درج ذیل مجموعے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ا ۔ ایک قلمی مجموعہ جس کا نام "مائته کلمته علیه عالیه مرتضویه" ہے یہاں سے پہلے یہ نسخہ شہید ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں تھا' وہاں سے لندن لایا گیا۔ فہرست کے مطابق اس کا نمبر ۱۳۸ ہے۔

ب ایک اور قلمی نسخہ ہے جس کا نام "صد کلمه امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیه السلام" ہے یہ نسخہ "خط ثلث" میں ہے' ساتھ ہی ساتھ فارسی کا ترجمہ بھی ہے مترجم کوئی بزرگ جمال الدین ترکمان ہیں۔ یہ نسخہ پہلے ہندوستان میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں تھا اور ۱۸۲۵ء میں انڈیا آفس لندن میں منتقل ہوا۔ (اس کا نمبر ۱۳۹)

ج ۔ ایک اور مجموعہ بعنوان "هذه مائته من کلام امیر المومنین علیه السلام" ہے اس کا فارسی نظم میں بھی ترجمہ موجود ہے۔ یہ نسخہ بھی شہید ٹیپو سلطان

مرحوم کے کتب خانے میں تھا' اس پر نصرت جنگ ۱۲۷۴ ہجری کی مہر ثبت ہے۔ خاص امر جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ میجر ولیم یوں نے حضرتؑ کے جن اقوال کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اسکا اصل متن ایک مقام پر اسی مجموعہ میں موجود ہے۔ (اس کا نمبر ۱۳۰ ہے)

د۔ حضرتؑ کے سو اقوال کا ایک اور مجموعہ ہے جن کو آپ نے اپنے فرزند امام حسین علیہ السلام سے بہ طور وصیت و موعظہ کے ارشاد فرمایا تھا' یہ بھی فارسی ترجمے کے ساتھ موجود ہے اس کے مترجم "عبداللہ اطباخ" ہیں۔ (اس کا نمبر ۱۴۲ ہے)

مستشرقین نے حضرت کے خطبات و اقوال میں خصوصی دلچسپی لی اور ایشیائی زبانوں کے علاوہ انگریزی' فرانسیسی' جرمن' اسپینی اور لاطینی زبانوں میں ان کے ترجمے شائع کئے ہیں۔ حضرت کے اقوال کا ایک بہت شاندار ترجمہ "جے' اے' چیپ مین (J.A.Chapman) نے بہ عنوان "MAXIMS of Ali" کیا تھا اور اسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا تھا حضرت کی نظموں اور شاعرانہ کلام کے متعدد ترجمے مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کے علمی کارناموں اور فضائل کے درک سے انسانی عقول عاجز ہیں اور مدح و ستائش کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہیں اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مصطفےٰ بک نجیب کی تالیف "حماۃ الاسلام" جلد اول (طبع مصر ۱۹۲۳ء) کے صفحہ ۱۲۱/۱۲۲ کی عبارت کا اقتباس نذر قارئین کیا جائے۔

"ہاں! یہی وہ علیؑ ہیں جو علوم میں سب سے اول ہیں اور شجاعت میں سب سے اول ہیں اور سخاوت میں سب سے اول ہیں اور حلم و بردباری میں بھی سب سے اول ہیں' عبادت و زہد میں سب سے اول ہیں اور تدبیر مملکت و سیاست مدن میں سب سے اول ہیں۔ آپ ہی اپنی اصابت رائے کے ساتھ سختی سے قائم رہنے والے بہترین مدبر ہیں۔ اگر آپ کو دین و مذہب کا خیال نہ ہوتا تو عرب میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا پالیسی برتنے والا نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر دل میں آپ کی محبت کے لئے جگہ موجود ہے اور ہر ایک کے آپ محبوب ہیں۔ آپ کی عظمت و جلالت تک پہنچنے سے عقل عاجز و حیراں ہے۔ آپ کی محبت میں لوگ حدود عقل و شریعت سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ کفار تک آپ کو دوست رکھتے ہیں' اور گروہ فلاسفہ آپ کی تعظیم کرتا ہے' شاہان روم اپنے محلوں اور

عبادت گاہوں میں آپ کی تصویریں بنواتے تھے اور لشکروں کے سردار حصول فتحمندی کے لئے اپنی تلوار پر آپ کے نام نامی کو کندہ کراتے تھے۔ آپ ہی کا نام نامی کامرانی و اقبال مندی کے لئے فال نیک ہے اور فتح و ظفر کی نشانی ہے۔"

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی مدح و ستائش جس قدر بھی کی جائے کم ہے' اس لئے کہ وہ پروردہ آغوش رسالتؐ تھے۔ وہ حضورؐ کے ارشد تلامذہ' ان کی صفات و کمالات کے مظہر اور ان کی حسن تربیت کا اعلیٰ شاہکار تھے۔ وہ اپنی پیدائش سے لے کر حضورؐ کے دم واپسیں تک ان کے ہمراہ رہے اور ہر لمحہ انؐ سے کسب فیض کرتے رہے۔ خود امیر المومنینؑ نے بارہا یہ اعتراف فرمایا کہ ابھی وہ بچے ہی تھے کہ رسول اللہؐ نے انہیں گود میں لے لیا تھا اور وہ ان کے ساتھ اور ان کے پیچھے پیچھے یوں لگے رہتے تھے جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ ان کے لئے ہر روز اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور انہیں ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ ہر سال رسول اللہؐ کوہ حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں ان کے (حضرت علی کے) علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت رسول اللہؐ اور ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کے علاوہ کسی دوسرے گھر کی چہار دیواری میں اسلام نہ تھا' البتہ وہ (حضرت علی) ان میں تیسرے تھے۔ وہ ان میں وحی رسالت کا نور دیکھتے تھے اور نبوت کی خوشبو سونگھتے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان تمام اقدار انسانی اور خوبیوں کو' جن کی وہ تبلیغ فرمایا کرتے تھے' ذات علیؑ میں سمو کر تمام امت مسلمہ کے لئے انہیں ایک "نمونہ عمل" بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا اور وقتاً فوقتاً لوگوں کو ان کی مختلف خوبیوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ وہ لوگوں کو تلقین و نصیحت فرما کر ان سے محبت رکھنے اور ان کی پیروی کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ حضور نے اپنے اصحاب سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر انہوں نے علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تو وہ انہیں ہادی و مہدی پائیں گے۔" (ارجح المطالب۔ صفحہ ۵۳' اخرجہ عبدالبر فی الاستیعاب)

حضور کو اپنی امت سے بڑی محبت تھی اور جن لوگوں کو انہوں نے جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور کیا تھا ان کی آخرت سنوارنے کے درپے تھے اور انہیں مسلسل نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مختلف

موقع پر اپنی امت کو بتا دیا تھا کہ گو کہ وہ عنقریب اپنے رفیق اعلیٰ اور خالق حقیقی سے جا ملیں گے لیکن اپنے بعد اپنی امت کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ کتاب خدا کے ساتھ اس کی عترت واہل بیت، جس کے سرگروہ اور سرخیل علی ابن ابی طالبؑ ہیں، ان کی رہبری اور رہنمائی فرمائیں گے۔ وہ تمام مومنین و مومنات جو قرآن مجید اور اہل بیت اطہار سے محبت و مودت اور ان سے تمسک رکھیں گے کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور روز آخرت نجات کے حقدار ہوں گے لیکن!

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز + چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

رسول اللہؐ کی مسلسل نصیحتوں اور واضح ہدایتوں کے باوجود مسلمانوں کو ان کی رحلت کے بعد مغالطہ میں ڈال دیا گیا غلط تاویلات و تشریحات کرکے فرمان رسالتؐ کی ان کی اصل روح کے مطابق تعمیل میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ حد تو یہ ہے کہ خطب و احادیث رسولؐ کا ان کی رحلت کے بعد بیان کرنا یا جمع کرنا ناپسندیدہ امر قرار دیا گیا اور جبراً لوگوں کو اس سے باز رکھا گیا۔ یہ جبر کم و بیش ۲۵ سال تک برقرار رہا۔ اس عرصہ میں بہت سے اصحاب رسول قید حیات سے آزاد ہو گئے۔ باقیوں میں سے کچھ ضعف و پیرانہ سالی کی بنا پر اپنی یادداشتیں کھو بیٹھے اور کچھ سابقہ ادوار کی بے جا سختیوں سے اتنا زیادہ خائف و ترساں ہو چکے تھے کہ تبدیلی حالات کے باوجود اپنی زبانیں کھولنے سے گریزاں رہے۔ مصلحت پسندی کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر جب اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کوفہ کے مجمع عام میں ایک حدیث رسولؐ کی بابت سوال کیا گیا تو حضرت انس بن مالک جیسے نامور صحابی، حقیقت حال کی وضاحت سے پہلوتہی کر گئے انہوں نے کہا کہ "اب میں بڈھا ہو گیا مجھے یاد نہیں" اب یہ اور بات ہے کہ کلام رسولؐ کی تصدیق سے اجتناب کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں برص کی بیماری میں مبتلا کر دیا جس پر وہ تاحیات روتے اور پچھتاتے رہے کہ میں نے شہادت کو ناحق چھپایا۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے اور اسے ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں (صفحہ ۲۵۱) پر بالتفصیل بیان کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (جلد ۱، صفحہ ۱۹) میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا رہا عینی شاہدین اور حضور سرور کائناتؐ کی مرضی اور ان کی

چشم و ابرو کے اشاروں سے واقف حضرات رفتہ رفتہ موت سے ہمکنار ہوتے رہے اور کمزور عقیدے کے حامل افراد، مصلحت پسندی کا شکار ہوتے رہے، سازشی عناصر کے منصوبوں کی کامیابی اسی طرح یقینی ہوتی گئی اور جب ملوکیت کا غلبہ مکمل ہو گیا تو پھر اخلاق و آداب کو بالائے طاق رکھ کر اور خوف خدا و رسولؐ سے بے نیاز ہو کر علی الاعلان لوگوں کو مجبور کیا گیا اور انہیں طمع و لالچ دلا کر اس امر کی ترغیب دی گئی کہ وہ حضرات اہل بیت اطہار، بالخصوص مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؑ کی تنقیص اور دوسرے اصحاب کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں۔ اس امر کے عوض لوگوں کو انعامات اور جاگیریں بخشی گئیں۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے "شرح ابن حدید" جلد ۳ کے صفحات ۱۴ تا ۱۹ پر "جعلی حدیث سازی" اور اس ضمن میں حکومت کی ترغیب و تحریص پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ دمشق سے جاری شدہ ایک حکومتی فرمان کی عبارت نقل کرتے ہوئے اپنی شرح (جلد ۳۔ صفحہ ۴۴) میں انہوں نے لکھا ہے۔

"دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کے لئے صحابہ کے لئے بھی ویسی حدیثیں گڑھ لیا کرو کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لئے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور ان کے شیعوں کی محبت کو کمزور کرنے والی ہے۔"

علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی امیہ کے دور میں گڑھی گئیں تاکہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا جائے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل و پست کر سکیں گے۔"

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علیؑ اور اہل بیت اطہار کے فضائل و خصائل پر پردہ ڈالنے اور ان کی کردار کشی کے لئے سرتوڑ کوششیں کی گئیں اور دوسروں کی شان میں جعلی احادیث گڑھنے کی منظم مہم حکومتی سرپرستی میں صدیوں جاری رہی اور جعلی احادیث کو اتنا زیادہ اچھالا گیا اور ان کی اتنی زیادہ تشہیر کی گئی کہ ان پر سچ کا گمان ہونے لگا۔ ایسی صورت میں حق و باطل کے مابین امتیاز کرنا اور حقیقتوں کی گہرائی تک پہنچنا اگر ناممکن

نہیں تو مشکل ترین امر ضرور ہو گیا تھا۔ اب یہ حضور ختمی مرتبتؐ کی صدق بیانی اور ان کی معجز بیانی ہی کا کرشمہ تھا کہ تمام تر منفی کوششوں کے باوجود باطل پرست حق کو بالکل دبانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ علیؑ جن کے فضائل و مناقب کی پردہ پوشی کے لئے قاہر و جابر حکومتوں نے اپنا سارا زور صرف کر دیا تھا' اور ان کے نام لیواؤں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی' آج بھی صاحبان ایمان کی فکر و عقیدت کا محور ہیں علیؑ کا نام تقدس و احترام کی علامت ہے جب کہ ان کے بدخواہوں کے لئے لوگوں کے دلوں میں نفرین و حقارت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جویان حق و صداقت اور ولائے محمدؐ و آل محمدؐ سے سرشار نفوس نے ہر دور میں اپنے ایمان کی حفاظت کی اور ساتھ ہی نصرت دین کا وہ حق ادا کر دیا جس کا وہ حقدار تھا۔ اب اسے معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں گے کہ جن حقیقتوں کو چھپانے اور شہادتوں کو تلف کرنے میں ظالم حکومتوں نے صدہا سال تک اپنی قوت و دولت صرف کی اور کہیں جبر و تشدد اور کہیں بے جا دو دہش سے کام لیا' انہیں کچھ کمزور و بے سہارا اور بہ ظاہر بے دست و پا محدثین و مفسرین نے اپنے کردار کی پختگی اور قوت ایمانی کے بل بوتے پر اور اپنے جہاد قلم کے ذریعے ان کی پوری حفاظت کی اور پھر انہیں آئندہ نسلوں تک منتقل کیا تاکہ وہ بھٹکنے سے بچے رہیں۔

ایک ایسے دور پر فتن میں جب حرص و طمع سے مغلوب ہو کر بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اور نام نہاد مفتیان دین متین حکومت کی چشم و ابرو کے اشارے پر رقص کرنا سعادت سمجھتے تھے تو کچھ ایسے بوریہ نشین خادمان دین حنیف بھی تھے جن کی چشم بینا میں مال و دولت کی زیادتی اور زر و جواہر کی چمک و دمک سے چکا چوند نہ پیدا ہو سکی اور ان کا ضمیر کسی بھی قیمت پر حرمت قلم ضائع کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے ذہنی تحفظات سے بالاتر ہو کر بے شمار ایسی آیات قرآنی کی نشاندہی کی جو مستند حوالوں اور مضبوط اسناد کے مطابق حضرت علیؑ کی شان والا شان میں نازل ہوئی تھیں اور ان بے شمار احادیث کو بھی بیان و قلمبند کیا جو صرف مولا علیؑ اور اہل بیت اطہار سے متعلق تھیں۔

زیر نظر مجموعہ میں ایسی ہی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا انتخاب شائع کرنے کا

اہتمام کیا گیا ہے اور حضرت علیؑ کے نام کے اعداد کی مناسبت سے صرف ایک سو دس (۱۱۰) آیات، اتنی ہی احادیث اور منتخبات نہج البلاغہ سے اس مجموعہ کو مزین کیا گیا ہے کچھ اور بھی اہم اور مستند دستاویزات اس مجموعہ میں شامل کی گئی ہیں جو حضرات اہل بیت اطہارؑ کے بلند مرتبے اور عظمت کا ناقابل تردید ثبوت پیش کرتی ہیں۔

عربی و فارسی زبانوں میں تو ایسے مجموعوں کی کمی نہیں ہیں، اردو میں ایسی کتابیں نایاب ہیں، چنانچہ اردو داں طبقے کے استفادہ اور انہیں "معرفت علیؑ" کے حصول میں سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے اس کتاب کی تدوین عمل میں لائی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس کا مطالعہ ان کے معتقدات کو تقویت اور ان کے قلوب کو جلا بخشے گا۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں بہت سے مستند اور اعلیٰ پایہ کی کتب زیر مطالعہ رہیں جس سے معلومات میں اضافہ اور جہل میں کمی ہوئی۔ اخلاقی، اصولی اور قانونی طور مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے عظیم مصنفین و مولفین کا صدق دل سے شکریہ ادا کروں۔ میرے ان محسنوں اور مربیوں کا نام نامی اور اسم گرامی سرفہرست ہے جن کی نگارشات سے زیر نظر کتاب کی تالیف میں مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے۔

۱۔ جناب مولانا حافظ فرمان علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

۲۔ جناب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

۳۔ نجم الملت جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی اعلیٰ اللہ مقامہ

۴۔ جناب مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی اعلیٰ اللہ مقامہ

۵۔ جناب مولانا سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی اعلیٰ اللہ مقامہ

اور

۶۔ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا مرزا محمد جعفر صاحب مدظلہ العالی

ان مصنفین و مولفین نے جو قلمی جہاد فرمایا ہے اس سے تاقیام قیامت بندگان خدا فیض حاصل کرتے رہیں گے اور اس کا اجر و ثواب ان کے درجات میں اضافہ اور ائمہ معصومینؑ سے قربت کا سبب بنے گا۔

اس ضمن میں جناب مرتضیٰ حسین حبیب صاحب کا بھی شکریہ ضروری ہے جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے منصوبہ کو سراہا اور مولف کی ہمت افزائی فرماتے ہوئے مکمل

حد تک اپنے تعاون سے نوازا۔

کچھ اور دوست احباب جنہوں نے فراہمی مواد اور کچھ دوسرے متعلق امور میں میری معاونت فرمائی اور مشوروں سے نوازا وہ بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ایسے افراد میں جناب مولانا اقبال حسین صاحب نوروی، جناب مولانا خواجہ قمر مہدی صاحب، جناب سید حسن مبشر صاحب اور جناب سید ثقلین رضا صاحب کا نام بالخصوص قابل ذکر ہے۔ میں ان سب حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اس امر کے اظہار میں قطعاً باک نہیں کہ اگر مندرجہ بالا تمام حضرات کی مدد و تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر نہ آسکتی۔ بارگاہ احدیت میں دست بستہ عرض گزار ہوں کہ بہ طفیل محمد و آل محمد علیہم السلام ان سب کی عمر و اقبال میں اضافہ اور ان کے مقاصد دینی و دنیوی کی تکمیل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ امر کوتاہی اور احسان فراموشی کے مترادف ہوگا اگر میں ملک کے دو مقتدر اور قابل صد احترام علماء مجتہد العصر والزمان و ثقۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین مرتضیٰ مدظلہ العالی اور مجتہد العصر والزمان و ثقۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید رضی جعفر نقوی مدظلہ العالی کے لیے اپنے ادب و احترام اور تشکر و ممنونیت کا اظہار نہ کروں۔ ان محترم علمائے کرام نے اپنی گوناں گوں مصروفیت کے باوجود اپنے قیمتی اوقات کا بیشتر حصہ صرف کر کے مسودہ کتاب کا مطالعہ فرمایا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار سینۂ قرطاس پر منتقل کر کے جزو کتاب بنا دیا ہے۔ بریں وجہ کتاب کی اہمیت و افادیت بڑھ کر ایک مستند دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ دونوں علمائے دین ذاتی طور پر بھی فروغ علم و ادب اور اشاعت دین و مذہب میں ہمہ تن مصروف ہیں اور ان کے آباؤ اجداد نے ماضی میں بھی قلمی جہاد کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اپنی بے شمار قیمتی تصانیف سے متاع بیش بہا کے ذخیرہ علم میں گراں قدر اضافے فرمائے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ اور ان کی ذریت طاہرہ کے صدقے میں ان علماء کو صحت و تندرستی اور عمر طویل عطا فرمائے اور ان کے علمی مراتب مزید بلند فرمائے اور دوسروں کو بھی ان کی تاسی اور قلمی جہاد کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بندۂ عاصی سید اشتیاق حسین

تقریظ

از استاد الفقہاء والمحققین، حجۃ الاسلام والمسلمین حاج سید حسین مرتضیٰ مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل جلالہ، کی لامتناہی حمد و ثنا نیز محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل اطہار پر بے پایاں درود و سلام کے بعد:

مولود کعبہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے بارے میں یوں فرمایا ہے:

"کفی بی فخرا ان اکون لک عبدا"

"کفی بی عزا ان اکون لی ربا"

اے میرے اللہ جل جلالہ!

میرے فخر کی بات فقط یہ ہے کہ تو مجھے اپنے بندوں میں شامل فرما لے۔

اور

میری عزت کا کمال یہ ہے کہ فقط تو ہی میرا رب اور پروردگار ہے۔

پھر فرمایا:

"انا عبد من عبید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

میں، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاکسار کفش برداروں میں سے ایک ادنیٰ کفش بردار غلام ہوں۔

ایسی ہستی، جو بندہ خدا ہونے پر نازاں ہو، جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو کمال عزو شرف سمجھتی ہو اور جو محبوب خدا کی غلامی و کفش برداری کو عروج بندگی قرار دے، اسے کوئی

کیسے پہچان سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خانہ خدا کعبہ معظمہ میں شرف ولادت اور مسجد کوفہ میں شرف شہادت عطا فرما کر عام انسانوں کی اس مشکل کو اور بھی سخت کر دیا!

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ہر دور میں ایک معمہ رہی، اور شاید یہ قیامت تک معمہ ہی رہے گی۔

روز الست کے بعد جب حضرت آدم علیہ السلام امتحان میں مبتلا ہوئے تو ان ہی کے وسیلہ اور واسطہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس امتحان میں کامیابی عطا کی اور خلافت بخشی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان بلا خیز میں اپنے بیڑے کو محفوظ رکھنا چاہا تو ان ہی کی بدولت کامیاب ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب منصب امامت کو اپنی اولاد کے لئے طلب کیا تو ان کی حاجت براری کا سبب یہی وجود مقدس بنا۔

اس کے باوجود نہ ہی حضرت آدم علیہ السلام کے لئے یہ عقدہ کھل سکا کہ یہ کون ہیں؟ اور نہ ہی آج تک کسی اور کے لئے یہ معمہ حل ہوا۔

خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر اس پر اور مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ:

"علیؑ کو اللہ تعالیٰ کے اور میرے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکا"

اسی سبب سے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر عبادت قرار پا گیا' چنانچہ رسول اسلام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"علیؑ کا ذکر عبادت ہے"

"ذکر علیؑ عبادة"

"نوروا مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب"

"اپنی محفلوں کو ذکر علی ابن ابی طالب سے نورانی کرو۔"

بزرگوار محترم جناب سید اشتیاق حسین صاحب رضوی تقوی القمی نے جو عہد حاضر کے مصنف و قلمکار ہیں' محسن انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسی فرمان کی روشنی میں ذکر علیؑ کو لوح دل و دماغ سے نکال کر قرطاس و قلم کے حوالے کر دیا ہے تاکہ

یہ ان کے نامہ اعمال کے ساتھ وثیقہ نجات و سند قرب الٰہی نیز جنت کی ملکیت کی رجسٹری قرار پائے۔

اس وثیقہ نجات کو انہوں نے بڑی عرق ریزی سے تیار کیا ہے' چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے۔

○ حضرت علی علیہ السلام کی "حیات اولیہ" یعنی روز الست سے لے کر تا قبل ولادت۔

○ پھر "حیات ثانیہ" یعنی خانہ کعبہ میں ولادت سے لے کر مسجد کوفہ میں شہادت اور

○ "حیات ثالثہ" یعنی روز شہادت سے لے کر اب تک ان کی متحرک زندگی اور اس کے فیوضات کو بڑی وضاحت اور ثقافت کے ساتھ نسل نو کے لئے نمایاں اور محفوظ کر دیا ہے۔

شاید بہت سے لوگوں کے لئے یہ باتیں نئی نہ ہوں

لیکن

○ ایک تو یہ کہ یہ سب نکات ضروری ہیں۔

○ دوسرے یہ کہ ان سب نکات کا اس اختصار اور جامعیت کے ساتھ قلمبند کرنا خود ایک اہم اور ماہرانہ عمل ہے۔

○ تیسرے یہ کہ قرآن حکیم میں خداوند عالم نے اس قسم کی باتوں کو دہرانے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ دلوں کو جلا بخشتی اور ایمان کو قوت عطا کرتی ہیں۔

○ چوتھے یہ کہ اس سب باتوں کو ایک کتابچہ میں اسطرح یکجا کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کثیرالسمت شخصیت کے بہت سے پہلو ایک ہی نظر اور مطالعہ میں نمایاں ہو

جاتے ہیں

اور

○ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ بات کا آغاز حضرت علی علیہ السلام کے پروردگار کی زبان سے علیؑ کے تعارف سے شروع ہو کر علیؑ کے دشمن کے اعتراف تک اپنی تمام منزلوں کو بھرپور وثاقت کے ساتھ طے کرتی ہوئی تمام ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اشتیاق حسین صاحب اور ان کے اہل و عیال کے لئے سرمایہ آخرت اور اس کو چھاپنے' بانٹنے اور پڑھنے والوں کے لئے باعث نورانیت وہدایت و مغفرت قرار دے۔

آمین بحق محمدؐ و آلہ الطاہرینؑ

خادم علم

(سید حسین مرتضیٰ)

حوزہ علمیہ قم

جمہوری اسلامی ایران

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۰ ہجری

یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء (یوم جمعہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتارِ مقدم

(از استاد العلماء و رئیس المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج مولانا سید رضی جعفر نقوی مدظلہ العالی)

واجب الاحترام، مشفق و مہربان

جناب سید اشتیاق حسین صاحب نقوی دام مجدہ، ہماری قومی و سماجی زندگی کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

تحریک پاکستان کے ممتاز و منفرد رہنما راجہ صاحب محمود آباد کی شخصیت سے آپ کو اتنی زیادہ محبت و انسیت ہے کہ آپ نے ان کی حیات و خدمات پر تین مستند کتابیں شائع کرنے کے علاوہ ایک شاندار علمی مجلہ نکالا اور ہر ماہ اسے گرانقدر مضامین سے سجاتے رہتے ہیں۔

اس ماہنامے کا نام بھی راجہ صاحب مرحوم کے نام پر "الامیر" رکھا۔ اور اب آپ نے قوم کے لئے ایک اور گرانقدر تحفہ پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے جو امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی حیات طیبہ اور ارشادات کے بارے میں ہے۔

یوں تو دنیا کی ہر زبان میں اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اور برصغیر کے نامور علمائے کرام نے نہایت ضخیم جلدوں پر مشتمل تصنیفات کے ذریعے ہمارے دینی ذخائر میں گراں بہا اضافہ کیا ہے۔

لیکن محترم جناب اشتیاق حسین نقوی صاحب نے اس سلسلہ میں بھی اپنے امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے نہایت نادر اشیاء سے اپنی کتاب کو مزین کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

کتاب کا نام آپ نے

تجویز کیا ہے اور اس میں چند انتہائی نادر و نایاب چیزیں جمع کی ہیں مثلاً

☆ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تحریر کا عکس
☆ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی تحریر کا عکس
☆ امام چہارم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی تحریر کا عکس
☆ جناب سید شریف الرضی علیہ الرحمہ (جنھوں نے نہج البلاغہ کی تدوین فرمائی) ان کی تحریر کا عکس
☆ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا وہ خطبہ جس میں نقطے والا کوئی حرف استعمال ہی نہیں ہوا ہے۔
☆ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا معجزانہ کلام 'وہ خطبہ جس میں لفظ "الف" بالکل ہی استعمال نہیں ہوا۔
☆ ایک موقع پر لوگوں نے مولا سے "صدائے ناقوس" کے بارے میں سوال کیا تھا اس کے جواب میں آپ نے جو مرصع اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار کلام پیش کیا (جسے خطبہ صوت ناقوس کے نام سے) قلمبند کیا۔
☆ سفینہ نوحؑ کی چوبی لوح کا عکس
☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نقرئی لوح کا عکس

اور اسی جیسے دیگر نوادر کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ امیر المومنینؑ کے موقوفات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک منفرد دستاویز ہے جو مولف موصوف نے افرادِ ملت کے نام ہدیہ کی ہے۔

میری دعا ہے کہ پاک پروردگار آپ کی خدمت قبول فرمائے اور شیعانِ حیدر کرار کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ کسب فیض کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ آمین

جامعۃ النجف — دعاگو
رضویہ سوسائٹی — سید رضی جعفر نقوی
کراچی

فرمان والاشان جناب رسول مقبولؐ
بنام سلطان مقوقس

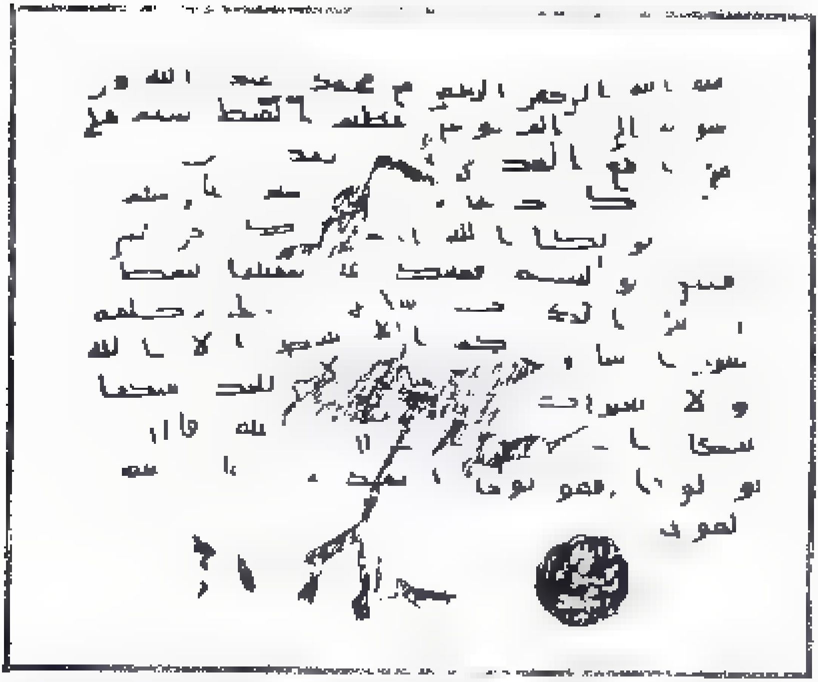

بسم الله الرحمن الرحیم من محمد عبد الله و رسوله الی المقوقس عظیم القبط سلام
علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتك الله اجرك
مرتین فان تولیت فعلیك اثم القبط یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و
بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله
فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ○

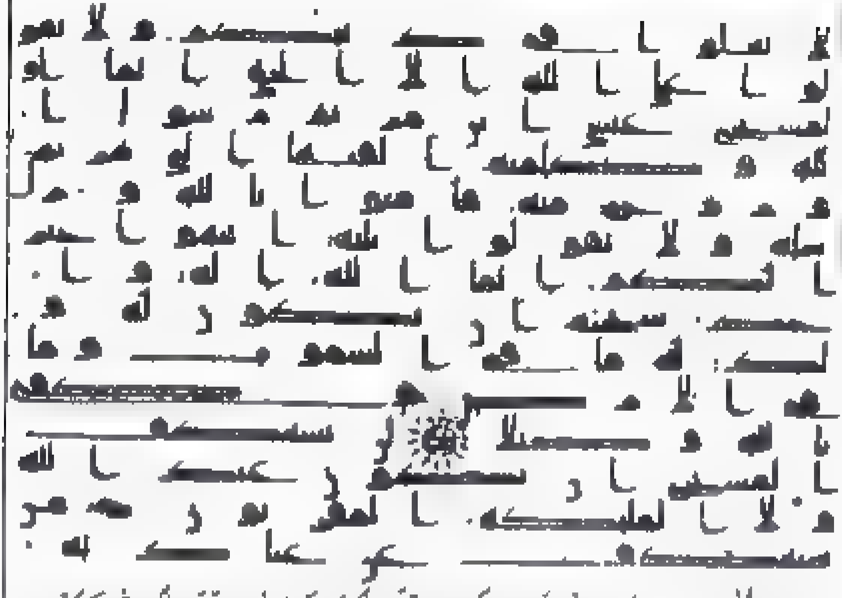

حضرت علیؑ کے دست مبارک سے خط کوفی میں لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک صفحہ۔ یہ قرآن پاک مشہد کے کتب خانہ رضویہ میں موجود ہے

حضرت امام زین العابدینؑ کے دست مبارک سے خط کوفی میں لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک صفحہ۔ یہ قرآن پاک مشہد کے کتب خانہ رضویہ میں موجود ہے

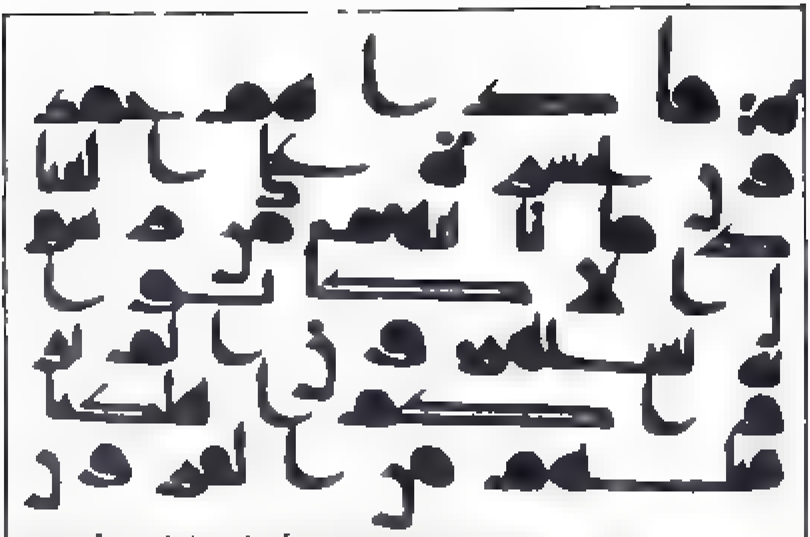

حضرت امام حسنؑ کے دست مبارک سے [illegible] قرآن پاک کا ایک نمونہ جو [illegible]
مشہد کے کتب خانہ رضویہ میں موجود ہے۔

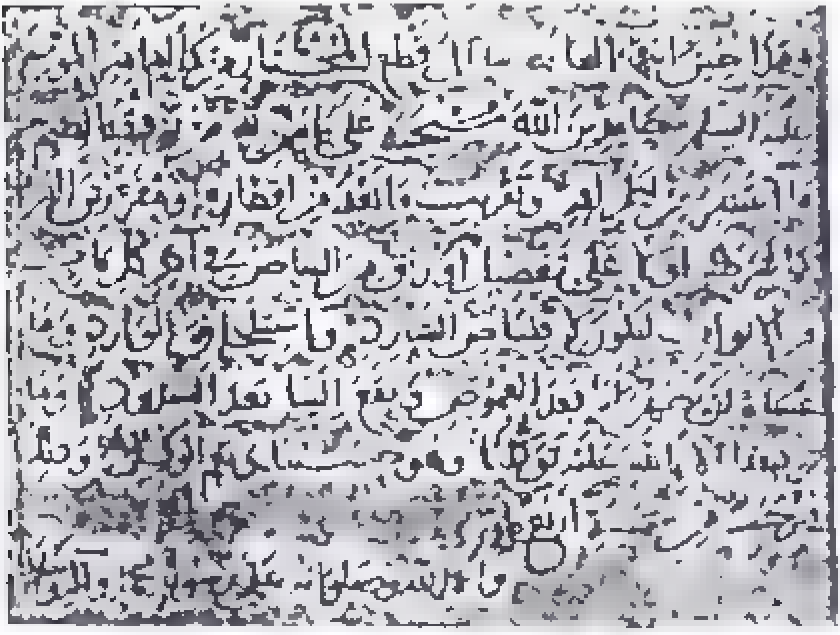

آیات قرآنی

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
خدائے رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

(پ ۱ - ع ۱ - آیت ۱)

علماء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام المفسرین جناب ابن عباس نے حضرت امیر المومنینؑ سے درخواست کی کہ قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق آج کچھ ارشاد فرمایئے۔ آپؑ نے نماز مغربین کے بعد سورہ حمد کی تفسیر بیان کرنا شروع کی سورہ حمد کی پہلی آیت (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کی تفسیر بیان ہی کر رہے تھے کہ صبح ہو گئی یعنی ابھی بسم اللہ کی تفسیر کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ رات گزر گئی اور صبح ہو گئی۔ موذن نے اذان دی' آپؑ کھڑے ہو گئے ابن عباس نے عرض کی مولا' جذبہ طلب تشنہ رہ گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا' ابن عباس سنو اگر میں چاہوں تو تفسیر سورہ فاتحہ سے ستر اونٹوں کا بار تیار کر سکتا ہوں۔

(ینابیع المودۃ - ص ۶۵)

تم مختصراً یہ سمجھ لو کہ قرآن مجید میں جملہ کتب آسمانی کے تمام رموز و اسرار موجود ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو سورہ فاتحہ میں ہے وہ سب کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ نقطہ بائے بسم اللہ میں ہے اور میں وہی نقطہ ہوں جو بائے بسم اللہ کے نیچے دیا جاتا ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۶۹' طبع مصر)

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم ○

خدایا ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔ (پ ۱۔ ع ۱۔ آیت ۵)

امام اہل سنت علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ بکر بن عبداللہ مدنی کہتے ہیں کہ:

صراط مستقیم سے رسول خدا کا راستہ مراد ہے اور ابو العالیہ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ صراط مستقیم سے رسول خداؐ اور ان کے اہل بیت مراد ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل۔ ص ۱۰ طبع بمبئی)

امام خازن لکھتے ہیں کہ (جنت تک پہنچنے) کا سیدھا راستہ امیر المومنین علیؑ ہیں اس راستہ کی استقامت برقرار رہے گی چاہے تمام راستے ٹیڑھے ہو جائیں۔ (تفسیر لباب التاویل امام خازن۔ ج ۱۔ ص ۱۷ طبع مصر)

علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علیؑ کو مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے "اے علی جو تیری پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو تجھ سے پھر جائے گا ہلاک ہو گا۔ تو ہی طریق واضح اور صراط مستقیم ہے۔" (ینابیع المودۃ باب ۳۴۔ ص ۱۰۹)

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتلقی آدم من ربه کلمٰت فتاب علیه ○

آدم نے اپنے پروردگار سے چند الفاظ سیکھ لئے پس خدا نے (ان الفاظ کی برکت سے) ان کی توبہ قبول کر لی۔ (پ ۱۔ ع ۴۔ آیت ۳۷)

علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ وہ کلمات جن کی تعلیم آدمؑ کو حاصل ہوئی اور انہوں نے انہی کے ذریعہ سے توبہ کی اور توبہ قبول ہو گئی، وہ پنجتن پاک ہی تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے کہا کہ اے آدم تم اس طرح دعا کرو۔ "خدایا میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بخش

دے۔ میری توبہ قبول کر لے۔" ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ آیت میں جن کلمات کا ذکر ہے ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انہوں نے محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے سوال کیا تھا اور خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۱۔ ص ۶۱، کنز العمال۔ ج ۱۔ ص ۲۳۴، ینابیع المودۃ۔ ص ۷۹، تفسیر کشاف، تفسیر ثعلبی، مجمع البحرین۔ ص ۱۶۹ طبع پٹنہ)

علامہ عبید اللہ امرتسری نے اس مقام پر تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ پس یہی قصہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے (پس سیکھ لئے آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے اور توبہ کی ان کے ذریعہ سے) پھر جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے تو انہوں نے ایک انگوٹھی بنا کر اس پر (محمد رسول اللہ کا) نقش کندہ کیا اور حضرت آدمؑ کی کنیت "ابو محمد" ہو گئی۔ (ارجح المطالب۔ ص ۳۲۱)

(۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین

(پ ۱۔ ع ۵۔ آیت ۴۳)

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اس آیت میں نماز جماعت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ نماز جماعت پڑھو "[illegible]" [illegible] کی بنیاد ڈالی ہے۔ مجاہد اور ابن عباس کا کہنا ہے کہ یہ آیت رسول خداؐ اور علی مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہی دونوں پہلے شخص ہیں جنہوں نے نماز پڑھی اور رکوع کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے لئے خاص طور پر نازل ہوئی ہے کیونکہ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نماز جماعت آنحضرتؐ کے ساتھ ادا کی ہے۔ (تذکرہ خواص الامۃ۔ ص ۷، طبع ۱۲۸۷، ارجح المطالب۔ ص ۷۳)

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونو شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا○

(پ ۲- ع ۱- آیت ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ لوگوں کے گواہ بنو اور رسول (محمد مصطفیؐ) تمہارے گواہ بنیں۔

اس آیت میں امت وسط یعنی عادل امت سے مراد چہاردہ معصومین ہیں علامہ ابو القاسم جسکانی سلیم بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امت عادل اور لوگوں پر ہم گواہ ہیں اور خاص ہم ہی اس سے مقصود خدا ہیں اور حضرت رسول خداؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم گواہان خدا ہیں اس کی مخلوق پر اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے "کذالک جعلنا کم امۃ وسطا" فرمایا ہے۔ (دیکھو شواہد التنزیل القواعد التفصیل و تفسیر معدن الجواہر ولی اللہ فرنگی محل قلمی و مجمع البحرین - ص ۱۲۱، ۱۷۱ طبع پٹنہ)

(۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات○ (پ ۲- ع ۳ آیت ۱۵۵)

ہم تم کو تھوڑے سے خوف، بھوک اور نقص اموال اور انفس و ثمرات سے آزمائیں گے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آل محمدؐ کی جو آزمائش ہوئی اس کی نظیر نہیں ہے۔ رسول اسلام کی آنکھ بند ہوتے ہی ان حضرات کا امتحان شروع ہو گیا۔ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے واقعات پر نگاہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کی مکمل آزمائش ہوئی اور اس آزمائش کے سلسلے میں واقعہ کربلا کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ تو آزمائش کی ایسی منزل ہے کہ اس سے خدا خود متاثر ہوا اور آسمان رو

۲؎۱- (صواعق محرقہ۔ تفسیر وحیدی۔ ص ۲۳۶)

(۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رءوف بالعباد○ (پ ۲- رکوع ۹- آیت ۲۰۷)

اور لوگوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ایسے ہی بندوں پر بڑی شفقت والا ہے۔

یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بستر رسولؐ پر شب ہجرت سونے کے بعد نازل ہوئی ہے اس واقعہ سے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپؐ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہؐ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔ (سیرۃ النبی۔ ج ۱- ص ۱۹۷)

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جب کہ آپؑ شب ہجرت بستر رسولؐ پر سوئے ہوئے تھے ایک روایت کے مطابق اس رات کو جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائنتی کھڑے ہوئے تھے اور جبرئیل کہتے جاتے تھے تمہیں مبارک ہو اے علیؑ تمہارے مقابل کون ہو سکتا ہے تمہیں مبارک ہو کہ ملائکہ آسمانی تمہاری جرات پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ ج ۲- ص ۱۸۹)

امام غزالی لکھتے ہیں کہ جبرئیل و میکائیل پہرہ دینے کے لئے اس وقت بھیجے گئے جب ان سے خدا نے کہا کہ اپنی عمر کا بقیہ حصہ دوسرے کو دے دو تو دونوں فرشتوں نے معذرت ظاہر کی تو حکم ہوا کہ زمین پر جا کر دیکھو علیؑ نے کس طرح اپنی عمر کا کل حصہ اپنے بھائی کو دے دیا ہے اور جا کر ان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے حفاظت کی، دربانی کی، ساری رات پہرہ دیا اور مبارک باد ادا کرتے رہے۔ (احیاء العلوم ج ۳- ص ۲۲۳) (مزید تفصیل و تائید کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ خمیس۔ ج ۱ ص ۳۶۷، ارجح

المطالب - ص ۲۰۷، ینابیع المودۃ - ص ۷۶، تاریخ طبری ص ۲ - ص ۲۲۴، مسند احمد بن حنبل - ج ۱ - ص ۳۳۱، تفسیر در منثور - ج ۲ - ص ۷۹)

(۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا یھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافه ولا تتبعوا خطوت الشیطٰن ○ (پ ۲ - ع ۹ - آیت ۲۰۸)

اے ایمان والو تم سب کے سب ایک بار اسلام میں (پوری طرح) داخل ہو جاؤ اور شیطان ملعون کی پیروی نہ کرو۔

اس آیت میں مومنوں اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ولایت آل محمدؐ میں داخل ہو جاؤ یعنی ان کی محبت اپنے دل میں قائم کرو اور ان کے دشمنوں کی پیروی نہ کرو۔

علامہ شیخ سلمان قندوزی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "سلم" سے مراد ہماری ولایت و محبت ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۱)

(۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوتی الحکمه من یشاء و من یوت الحکمه فقد اوتی خیرا کثیرا ○ (پ ۳ - ع ۵ - آیت ۲۶۹)

خدا جسے چاہتا ہے علم و حکمت سے مالامال کرتا ہے اور جسے وہ حکمت دے دے، سمجھو کہ اسے خیر کثیر مل گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ علم و حکمت میں کوئی بھی آل محمدؐ سے سبقت نہیں لے جا سکا۔ حضرت علیؑ جو ابوالائمہ تھے ان کے متعلق حضرت رسول کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "میں خانہ حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔" "میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔" (ریاض النضرہ ج ۲ - ص ۱۹۱)

علامہ شیخ سلیمان قندوزی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "حکمت کے دس حصوں

میں سے ۹ حصے علیؑ کو ملے ہیں اور ایک حصہ ساری دنیا کے لوگوں کو بقدر ظرف ملا ہے اور اس ایک حصہ میں بھی علیؑ کا بڑا حصہ ہے۔" (ینابیع المودۃ۔ ص ۵۷)

(۱۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین ○ (پ ۳۔ ع ۱۴۔ آیت ۶۱)

اے پیغمبر ان نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں، تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور تم اپنے نفسوں کو لاؤ پھر ہم باہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

علامہ محب طبری لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو جمع کر کے خدا کی بارگاہ میں کہا میرے پالنے والے یہی میرے اہل بیت ہیں۔ (ریاض النضرہ۔ ج ۲۔ ص ۲۱۸)

علامہ حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ "بالآخر نصاریٰ نجران نے مباہلہ سے باز آنے کے بعد جزیہ دینا قبول کیا اس آیت سے حضرت علیؑ کی بڑی فضیلت نکلی۔ آنحضرتؐ نے بوجہ کمال اتحاد کی وجہ سے ان کو اپنا نفس فرمایا اس سے زیادہ اتحاد اور کیا ہوگا؟ خدائے تعالیٰ خارجیوں کا منہ کالا کرے جو حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں اسی طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو آنحضرت نے اپنا بیٹا فرمایا۔ (تفسیر وحیدی، ص ۷۵)

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ دار قطنی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اس وقت جب کہ مجلس شوریٰ برائے خلافت بیٹھی ہوئی تھی اسی واقعہ مباہلہ کا حوالہ دے کر اپنی قربت ثابت فرمائی تھی۔ (ارجح المطالب ص ۵۶) واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کا ہے (تاریخ کامل ج ۲۔ ص ۱۱۴)

(۱۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرو علانیہ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون○ (پ ۳ - ع ۶ آیت ۲۷۴)

"وہ لوگ جو رات دن پوشیدہ اور ظاہر بہ ظاہر راہ خدا میں اپنا مال خرچ اور خیرات کرتے ہیں ان کو اجر تو بس خدا ہی دے سکتا ہے (وہ ایسے لوگ ہیں جن پر قیامت میں) نہ خوف طاری ہو گا اور نہ حزن ان کے قریب بھٹک سکے گا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہے امام المفسرین جناب عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے آپؑ نے ان میں سے ایک درہم رات میں ایک دن میں، ایک چھپا کر ایک ظاہر بہ ظاہر خیرات کیا۔ اسی وقت یہ آیت آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ طبع مصر، در منثور ج ۱ ص ۳۶۳، تفسیر وحیدی ص ۷۱۔ تفسیر معالم التنزیل ص ۳۵، تفسیر بیضاوی ص ۲۵، تفسیر نیشاپوری ص ۲۷۸، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۲۸، ارجح المطالب ص ۶۵، ینابیع المودۃ ص ۶۷، تفسیر مواہب الرحمن ج ۱ ص ۱۷۱، تفسیر ثعلبی ج ۱، فتح البیان صدیق حسن ج ۱ ص ۳۶۲، تفسیر روح المعانی ص ۲۲۸ طبع بھوپال وغیرہ)

(۱۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم○

(پ ۳ ع ۹ آیت ۷)

وہ لوگ جن کے دل ٹیڑھے یعنی باطل کی طرف جھکے ہوئے ہیں وہ فتنہ و فساد اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے متشابہ آیت کی تاویل کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن مجید کی اصل حقیقت کو خدا اور ان لوگوں کے

سوا کوئی نہیں جانتا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ قرآن مجید کی تاویل خداوند عالم اور راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایسے لوگ کائنات میں محمد و آل محمد کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ ہم اہل بیت کا دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۳۳۱)

علامہ ولی اللہ فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں کہ احادیث میں ہے کہ راسخین فی العلم حضرت رسول کریمؐ کے بعد ان کے اہل بیت ہیں کیونکہ صحابہ و تابعین ہمیشہ ہر مشکل علمی مسئلہ میں انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے اور انہوں نے کسی کی طرف رجوع نہیں کیا۔ (تفسیر معدن جواہر)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کی تفسیر و تاویل سے آنحضرتؐ نے مجھے باخبر نہ فرمایا ہو۔ (انوار ہدایت پ ۱ ص ۲۶) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے بارے میں مجھ سے جو چاہو پوچھو خدا کی قسم میں بتا سکتا ہوں کہ کون سی آیت دن میں نازل ہوئی کون سی رات میں کونسی نرم زمین پر کونسی پہاڑ پر۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۲۳۹ از لب اللحفہ ۲۔ ص ۲۶۸)

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العلمین (پ ۳۔ ع ۱۲۔ آیت ۳۳)

خداوند عالم نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب فرمایا ہے اور انہیں سارے عالم پر فضیلت دی ہے۔

اس آیت میں آل ابراہیم سے محمدؐ و آل محمدؐ مراد ہیں (مذہب اہلبیت در منثور ج ۲۔ ص ۷۔ ارجح المطالب۔ ص ۸۷)

اعمش کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے قرآن میں میں نے آیت مذکورہ کے اندر لفظ آل محمد بھی پڑھا ہے (ارجح المطالب۔ ص ۸۷) ہو سکتا ہے کہ آل عمران سے حضرت

ابو طالب کی اولاد ہی مراد ہو کیونکہ عمران ان کا ہی نام تھا اور وہ بنی ہاشم تھے اور بنی ہاشم کو ساری دنیا پر فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ کنزالعمال ج ۲ ص ۱۰۲ میں ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ آل ابراہیم سے ہیں ان کا یہ بھی قول ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ حضرت ابراہیمؑ کے اہل بیت ہیں پس اس آیت سے صاف صریحی طور پر ثابت ہوا کہ خدا نے حضرت رسولؐ اور ان کے اہل بیت کو سارے جہان سے افضل بنایا۔ فرشتے ہوں یا جنات آدمی ہوں یا غیر حتیٰ کہ پیغمبروں پر بھی فضیلت ثابت ہو گئی۔

(مواہب لدنیہ در منثور ج ۲ ص ۱۷ مطبوعہ مصر)

(۱۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم○

(پ ۳ ع ۱۶ آیت ۷۴)

خداوند عالم جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ عظیم فضیلت کا مالک ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ خداوند عالم اپنی رحمت کے لئے اسی کو مخصوص کرتا ہے جسے چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے انتہائی خصوصیت کی بنا پر آنحضرت کو "رحمتہ العالمین" قرار دیا ہے اور چونکہ آنحضرت صلعم اس کی رحمت تھے تو ظاہر ہے کہ جو آپ سے نسل اور خصوصیت سے ملتا جلتا ہو گا وہ بھی رحمت خداوندی کی حیثیت رکھے گا۔ حضرت صلعم فرماتے ہیں۔ "ہر نبی کی ایک نظیر اس کی امت میں ہوتی ہے بنا بریں میری امت میں علیؑ ابن ابی طالب میری نظیر اور مثال ہیں۔"

(ارجح المطالب ص ۴۵۴)

(۱۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون○

(پ ۴ ع ۱ آیت ۹۲)

جب تک تم اس چیز میں سے جسے تم اپنے لئے پسند کرتے ہو راہ خدا میں
خرچ نہ کرو گے نیکی کے درجے پر فائز نہ ہو گے۔

حضرت علیؑ نے ایک بار اپنی اہم ضرورت کے لئے دو کپڑے اپنی پسند سے خریدے پھر قنبر سے فرمایا تمہیں ان میں سے جو پسند آئے لے لو چنانچہ انہوں نے ایک لے لیا (ارجح المطالب - ص ۱۳۳) کتاب طبقات میں ہے کہ حضرت علیؑ ایک مرتبہ کفار سے لڑ رہے تھے جن کی تعداد دس ہزار تھی دوران جنگ میں ایک کافر نے تلوار کا سوال کیا آپؑ نے اپنی محبوب اور محافظ تلوار اس کے حوالے کر دی۔ اس نے یہ کرم گستری دیکھ کر ایمان قبول کیا۔ (ارجح المطالب، ص ۱۷۰)

(۱۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو○

(پ ۴ - ع ۲ - آیت ۱۰۳)

اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور ادھر
ادھر بھٹکو نہیں اور تفرقہ نہ ڈالو۔

آنحضرت کا ارشاد ہے کہ کتاب خدا اور میری عترت اللہ کی رسی ہیں (تفسیر نیشاپوری - ص ۳۴۹ - مشکوٰۃ شریف)

ابان بن تغلب کا بیان ہے کہ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں ہم ہی اللہ کی وہ رسی ہیں جن کے بارے میں خدا نے اعتصام کا حکم دیا ہے (ینابیع المودۃ - ص ۹۷ - تفسیر کبیر - ج ۳ - ص ۲۴ - تفسیر خازن - ج ۱ - ص ۳۶۱)

(۱۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واما الذین ابیضت وجوههم ففی رحمۃ اللہ هم فیها
خالدون○(پ ۴ - ع ۲ - آیت ۱۰۷)

اور وہ لوگ جن کے چہرے پر نور برستا ہو گا وہ تو خدا کی رحمت (بہشت)

میں ہوں گے (اور) اسی میں سدا رہیں گے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب شب معراج میں بالائے آسمان گیا تو خداوند عالم نے میرے بھائی علی بن ابی طالب کے بارے میں وحی کی کہ علی مومنوں کے سردار اور متقیوں کے امام، اور جن کے منہ اور ہاتھ پاؤں سفید اور نورانی ہوں گے ان کے پیشوا ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۲۱)

اسی لئے علماء اسلام نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت جہنم سے نجات دلانے والی ہے آپؑ کی محبت اس طرح گناہوں کو کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (کنوز الحقائق، ص ۱۰۲، طبع مصر)

(۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ

(پ ۴۔ ع ۳۔ آیت ۱۱۰)

تم کتنے اچھے لوگ ہو کہ عام لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا ہوئے ہو، لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور انہیں برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر پورا پورا ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں جو کام بتائے گئے ہیں وہ آل محمدؐ کے سوا کسی اور کے کام ہو ہی نہیں سکتے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرات آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آیت مذکورہ سے اہل بیت رسولؐ مراد ہیں اور یہ آیت انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (در منثور، ج ۲، ص ۶۴، طبع مصر)

(۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یومنون باللہ والیوم الاخر و یامرون بالمعروف و

ینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین○ (پ ۴ ۔ ع ۳ ۔ آیت ۱۱۴)

وہ لوگ جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں، وہی لوگ نیک بندوں میں سے ہیں۔

یہ آیت خود محمدؐ و آل محمدؐ کے حق میں ہونے پر کھلی ہوئی شہادت دے رہی ہے جو صفات اس میں بیان ہوئے ہیں وہ انہیں کے حالات سے مطابق اور منطبق ہیں۔ اسماء بن عمیس کا بیان ہے کہ مومنین میں صالح ترین علی بن ابی طالب ہیں۔

(ارجح المطالب ۔ ص ۶۹)

(۲۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین○

(پ ۴ ۔ ع ۵ ۔ آیت ۱۳۴)

جو لوگ فراخی اور تنگ دستی میں بھی (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں (وہ خدا کی نگاہ میں ممدوح ہیں) خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تفاسیر اہل سنت میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام اشراف عرب کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں آپؑ کا خادم سالن کا پیالہ لئے ہوئے آیا اور آپؑ کے رعب سے اس کا پاؤں تھرتھرایا حتیٰ کہ وہ سب فرش پر گر پڑا اور پیالہ مع سالن کے آپؑ کے چہرہ اور سر پر گرا۔ حضرتؑ نے اس کی طرف دیکھا وہ متحیر ہو کر رہ گیا اور دفعتاً اسکی زبان پر الکاظمین الغیظ جاری ہوا۔ آپؑ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ دور کر دیا اس نے فوراً والعافین عن الناس کی تلاوت کی، آپؑ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ اس نے عرض کیا واللہ یحب المحسنین۔ آپؑ نے فرمایا، میں

ے۔ تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ بعض کتب میں امام حسین اور امام زین العابدین علیہم السلام کے بارے میں بھی اسی قسم کے واقعات لکھے ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۹۰' تفسیر روح المعانی۔ ج ۱۰ ص ۱۷۶)

(۲۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم○

(پ ۴۔ ع ۶۔ آیت ۱۴۴)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف خدا کے رسولؐ ہیں ان سے پہلے اور بھی بہتیرے پیغمبر گزر چکے ہیں پھر کیا اگر یہ (محمد) اپنی موت سے مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟

یہ آیت دشمنان خدا اور رسول سے متعلق ہے یعنی ایسے اصحاب سے اس کا تعلق ہے جو بظاہر اپنی غرض سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن ان کے دلوں میں اسلام نے جگہ نہ پکڑی تھی' ایسے لوگ جب جہنم کی طرف قیامت کے موقع پر لے جائے جانے لگیں گے تو رسول خداؐ فرمائیں گے' میرے پالنے والے یہ میرے اصحاب ہیں تو جواب ملے گا اے محمدؐ تمہیں خبر نہیں' انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔ (صحیح بخاری)

علامہ حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ فرمائیں گے میرے پالنے والے یہ بھی تو میری امت میں ہیں جواب ملے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد دین سے الٹے پاؤں پھر گئے ہیں (انوار اللغتہ۔ پ ۲۱۔ ص ۱۸۲۰) علماء کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے ماننے والے دین رسولؐ سے ہرگز نہیں پلٹیں گے اور اس مقصد کو حضرت علیؑ نے حیات رسولؐ میں بار بار ظاہر فرمایا ہے اور اسی پر قائم بھی رہے (ازالتہ الخفا مقصد ۲۔ ص ۲۷۶۔ مستدرک۔ ج ۳۔ ص ۱۲۶)

مورخین کا بیان ہے کہ اس مقصد کی مثال جنگ احد میں قائم ہو چکی تھی۔ رسول

خدا جب گڑھے میں گر گئے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تو چند اصحاب کے علاوہ جن میں حضرت علیؑ بھی تھے سب بھاگ گئے (صحیح بخاری) اس وقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تم کیوں نہ بھاگ گئے تو آپ نے عرض کیا یہ حضرت کیا ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو جاتا۔ (مدارج النبوت۔ ک ۲۔ ص ۱۵۲)

(۲۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون○ (پ ۴۔ ع ۸۔ آیت ۱۶۹)

اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جیتے (جاگتے موجود) ہیں' اپنے پروردگار کے ہاں سے (وہ طرح طرح کی) روزی پاتے ہیں۔

ان آیت میں خداوند عالم نے شہداء کی زندگی کا پتہ دیا ہے اور شہید ہونے پر ان کی مسرت کو واضح فرمایا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آل محمدؐ میں کوئی ایسا نہیں گزرا جو شہید نہ ہوا ہو' دیگر شہداء سے زیادہ یہ حضرات اس آیت کے مصداق ہیں کیونکہ ان کا درجہ یوں بھی خدا کی بارگاہ میں سب سے بلند ہے' یہ تو یوں بھی زندہ اور باقی ہیں اور انہیں اس آیت سے زندگی بالائے زندگی نصیب ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ قیامت اور جنت کے موقع پر شہداء کے سردار ہوں گے۔ قیامت کے دن شہداء کا جو جھنڈا بلند ہو گا وہ علیؑ کے ہاتھوں میں ہو گا اور جمیع شہداء اس کے نیچے ہوں گے۔ (تفسیر روح البیان ج ۱۔ ص ۳۸۷' ۵۴۴)

(۲۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل
(پ ۴۔ ع ۹۔ آیت ۱۷۳)

وہ لوگ کہ جن سے لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے مقابلہ کے لئے بڑا لشکر جمع
کر دیا گیا ہے لہٰذا خوف کرو اور دشمن کے مقابلہ سے باز آؤ تو ان کا
ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ خدا ہمارے لئے کافی ہے
اور وہ بہترین مددگار اور کارساز ہے۔

علماء کا بیان ہے کہ جب حضرت رسول خدا جنگ احد سے مدینہ تشریف لائے تو جبرئیل یہ کلمہ لے کر نازل ہوئے کہ تم ابو سفیان کا پیچھا کرتے جاؤ مگر آپ کے ساتھ صرف زخمی لوگ ہوں۔ غرض آپ حسب الحکم چند اصحاب لے کر جو زخمی تھے روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد پر جا کر ٹھہرے اور کفار مقام روحاء میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ پلٹ کر مدینہ جائیں اور پھر مسلمانوں کو تہہ تیغ کریں۔ ابو سعید خزاعی نے حضرت رسول اکرمؐ سے عرض کی کہ اب جانا دوں کا رنج مجھے گوارا نہیں۔ اب انہیں راحت دینی چاہئے اور یہ کہہ کر خود بڑھ کر ابو سفیان سے ملے اور اسے دھمکی دے دی کہ حضرتؐ بڑا لشکر لئے ہوئے تیرے پیچھے چلے آتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ ڈر کے مارے مکہ کو بھاگا مگر چلتے چلاتے نعیم ابن مسعود اسجعی جو مدینہ آرہا تھا اسے لالچ دی اور کہا کہ اگر تو محمد کے لشکر میں جا کر یہ کہہ دے کہ کفار قریش کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ تو میں دس اونٹ کا بار خرما اور سوکھے انگور تجھ کو انعام میں دوں گا۔ جب نعیم یہ خبر لے کر آپ کے لشکر میں آیا تو اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں حسبنا اللہ ونعم الوکیل خدا کو حضرت علیؑ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اسی قول کی حکایت قرآن میں کردی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
(کتاب ابن مردویہ احقاق الحق۔ ص ۲۴۶، تفسیر صافی۔ ص ۹۵)

(۳۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی
وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولا دخلنھم جنت
تجری من تحتھا الانھر ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ

حسن الثواب○ (پ ۴ - ع ۱۱ - آیت ۱۹۵)

وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں اذیتوں کے نشانے بنائے گئے اور لڑے اور شہید ہوئے۔ میں ان کے گناہوں کو ضرور ختم کروں گا اور انہیں جنت میں ضرور داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے کئے کا بدلہ ہوگا اور خدا کے نزدیک بہترین بدلہ مقرر ہے۔

یہ آیت ہجرت سے متعلق ہے جب آپ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے اس میں اسی کا حوالہ ہے۔ اس کے ذیل میں خصوصیت سے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ بنت اسدؑ فاطمہ بنت رسول اللہ اور ام ایمن آتی ہیں جو بڑی مشکلوں سے پاپیادہ حضرت علیؑ کی زیر قیادت مدینہ کو روانہ ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ اس آیت سے حضرت علیؑ سلمان فارسی اور ابوذر مراد ہیں جنہیں جبرا (بعد رسول) گھر سے نکالا گیا تھا اور عمار بھی مراد ہیں جنہیں اچھی طرح ستایا گیا تھا۔ (تفسیر صافی۔ ص ۹۷)

بہر صورت یہ آیت لفظ بہ لفظ حضرت علیؑ پر صادق آتی ہے اسی وجہ سے محدث دہلوی نے اس آیت کا ذکر حضرت علیؑ کے ماثر میں کیا ہے۔

(ازالۃ الخفا۔ ج ۲۔ ص ۲۸۰)

(۲۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

لکن الذین اتقوا ربھم لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا نزلا من عنداللہ وما عنداللہ خیر للابرار○ (پ ۴ - ع ۱۱ - آیت ۱۹۸)

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے (بہشت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے یہ خدا کی طرف سے ان کی دعوت ہے اور جو (سازو سامان) خدا کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے واسطے (دنیا سے) کہیں بہتر

ہے۔
جابر ابن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے علیؑ کے متعلق مجھ پر وحی کی ہے کہ یہ متقیوں کے امام ہیں (ارجح المطلب ص ۱۹)جب ایسا ہے تو آیت سے حضرت کا تعلق ظاہر و باہر، صحیح و روشن ہے۔

(۲۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا و رابطوا و تقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝ (پ ۴۔ ع ۱۱۔ آیت ۲۰۰)

اے ایماندارو (فرائض کی ادائیگی کی طرف) سختی سے متوجہ رہو اور (مصیبتوں پر) صبر کرنے کی عادت ڈالو اور رابطہ پیدا کرو اور دوسروں کو برداشت کی تعلیم دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ نجات پاسکو۔

حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ علیہم السلام کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں "رابطو" سے آل محمدؐ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(تفسیر صافی۔ ص ۹۷) یہ ظاہر ہے کہ اگر آل محمدؐ سے رابطہ پیدا نہ ہو تو نجات اخروی بالکل ہی ناممکن ہے کیونکہ ان کی مرضی کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۷۵، استیعاب برحاشیہ نور الابصار۔ ص ۴۲۸، طبع مصر)

(۲۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یطع اللہ و رسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا وذالک الفوز العظیم ۝ و من یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین (پ ۴۔ ع ۱۳۔ آیت ۱۳، ۱۴)

جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا اسے خدا جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہے گا اور یہ

اس کی بڑی کامیابی ہے اور جس شخص نے خدا اور رسول کی مخالفت کی
اور اس کے متعین حدود سے تجاوز کر گیا خدا اسے (جہنم کی) آگ میں
ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے سخت رسوائی کا
عذاب معین ہے۔

اس مقام پر پہلی آیت سے مراد حضرت علیؑ اور دوسری آیت سے مراد خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں۔

آنحضرت نے حضرت علیؑ سے وقت وفات فرما دیا تھا کہ "میرے بعد تم کو بڑی ناگوار اور تکلیف دہ باتیں درپیش ہوں گی۔ تم پوری طرح ان مصیبتوں کے لئے آمادہ رہنا اور کسی طرح بھی دل تنگ نہ ہونا اور صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور جب دیکھنا کہ میرے بعد یہ لوگ دنیا پرستی کرنے لگے تو تم کو چاہئے کہ تم ان لوگوں کی طرح دنیا اختیار نہ کرنا اور آخرت ہی کو اختیار کئے رہنا۔ (مدارج النبوت۔ ج ۲۔ ص ۵۱۱)

(۲۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض ○

(پ ۵۔ ع ۲۔ آیت ۳۲)

خداوند عالم نے جو تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس
نہ کرو کیونکہ فضیلت تو اعمال کے سہارے ہوتی ہے۔

علامہ محب طبری لکھتے ہیں کہ جب بنی ثقیف کا وفد آنحضرت کی خدمت میں آیا تو آپ نے اسے سمجھایا مگر وہ نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرو ورنہ تم سے مقابلہ کے لئے ایسے شخص کو بھیج دوں گا جو تمہیں بال بچوں سمیت تباہ کر چھوڑے گا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر نے اپنے کو نمایاں کرکے چاہا کہ حضرت میرا نام لے دیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم سرداری کی تمنا اس دن سے زیادہ مجھے کبھی نہیں ہوئی اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرا نام لے دیں مگر حضور نے علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرما دیا کہ وہ شخص یہ ہے
(ریاض النضرۃ۔ ج ۲۔ ص ۲۶۴)

(۲۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ

(پ ۵ – ع ۵ – آیت ۵۴)

اپنے فضل و کرم سے جو فضل کل خداوند عالم نے (مخصوص) لوگوں کو عطا کئے ہیں ان پر حسد کرتے ہیں۔

وہ لوگ جن سے بدباطن قسم لوگ حسد کرتے ہیں وہ ائمہ آل محمد ہیں۔ ابن مغازلی' ابن حجر' علامہ قندوزی' حضرت امام محمد باقر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وہ لوگ جن سے حسد کیا جا رہا ہے وہ ہم اہل بیت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "خدا کی قسم آیت میں لفظ "الناس" سے مراد ہم اہل بیت ہیں۔" (صواعق محرقہ ص ۹۱' ینابیع المودۃ ص ۹۹' ارجح المطالب – ص ۷۶)

(۳۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا یھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا (پ ۵ – ع ۵ – آیت ۵۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں گے تم میں اگر کوئی جھگڑا پڑ جائے اس کے فیصلے کے لئے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر اور صحیح راستہ ہے۔

اس آیت میں اللہ اور رسول اور اولوالامر کی اطاعت کو فرض قرار دیا گیا ہے تفسیر بیضاوی میں اولوالامر سے مراد بادشاہان وقت لیا گیا ہے مگر امام فخرالدین رازی اس کو غلط

کہتے ہیں اور کیونکہ بادشاہ وقت اکثر ظالم ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت عقلاً ممنوع ہے (تفسیر کبیر) اسی لئے رسول خدا نے نص فرما دی ہے کہ "میں اور علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کی نو اولادیں معصوم و مطہر ہیں" (سودۃ القربیٰ مناقب ا خطب ینابیع المودۃ۔ ص ۹۲) علماء اسلام کی غالب اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولوالامر سے ائمہ اہل بیت مراد ہیں کتاب مناقب میں حسن بن صالح سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اولوالامر سے ائمہ آل محمدؐ مراد ہیں۔ "خدا کی قسم ان میں حضرت علیؑ بھی ہیں۔" (ارجح المطالب۔ ص ۸۳)

حضرت رسول کریمؐ نے صاف طور پر اولوالامر کی وضاحت فرما دی ہے اور بتایا ہے کہ ان میں علی اور وہ میرے اوصیاء بھی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ اس کی مزید وضاحت میں آپؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی وصی وارث اور مومنین کے ولی علی بن ابی طالب پھر میرے فرزند حسن پھر میرے فرزند حسین پھر حسین کی نسل سے نو امام ہیں قرآن ان کے ساتھ رہے گا اور یہ سب قرآن کے ساتھ رہیں گے یہاں تک حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۹۲' باب ۳۸۔ ص ۳۹۴)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اولوالامر کی شرح کرتے ہوئے جابر بن عبداللہ انصاری سے اپنے سب اوصیاء کے نام بتا دیئے تھے اور فرمایا کہ اے جابر تم محمد باقر کے زمانہ میں ہوگے جب تم سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا چنانچہ جابر نے پیغام پہنچا دیا۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۱۲۰)

(۳۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا ○ (پ ۵۔ ع ۶ آیت ۶۹)

جو خدا و رسول کی اطاعت کرے گا وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خداوند عالم نے اپنا انعام کیا ہو گا یعنی وہ شخص انبیاء صدیقین اور صالحین

کے ساتھ ہو گا اور یقیناً وہ بہت اچھے ساتھی ہوں گے۔

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے علامہ عبداللہ امرتسری و علامہ محسن فیض لکھتے ہیں کہ "ابن عباس اس آیت من یطع اللہ و الرسول کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم جنت میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں جس طرح دنیا میں مشرف ہوتے ہیں نبیؐ نے فرمایا کہ ہر نبیؐ کے لئے اس کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس نبیؐ کی امت میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہے پس یہ آیت شریف نازل ہوئی۔۔۔ حضرتؐ نے نزول آیت کے بعد علیؑ کو بلا کر فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہارے سوال کا جواب دے دیا ہے اور تمہیں میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تم نے سب سے پہلے اسلام ظاہر کیا اور تم ہی صدیق اکبر ہو۔ (ارجح المطالب۔ ص ۶۰، تفسیر صافی۔ ص ۱۰۹)

(۳۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ○ (پ ۶ ع ۵۔ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے دین اسلام (کی تکمیل) پر مہر رضامندی ثبت کر دی۔

یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ سن ۱۰ ہجری کو بمقام غدیر خم نازل ہوئی۔ اس کا نزول اس وقت ہوا تھا جبکہ رسول کریمؐ حج آخر سے مدینہ واپس تشریف لے جا رہے تھے آیہ بلغ کے نزول پر آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا اور سب سے مبارکباد دی۔ ابھی آپؐ وہاں سے روانہ ہونے نہ پائے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس سے اعلان خلافت علیؑ کے بعد دین اسلام کی تکمیل کی سند دے دی۔ (در منثور۔ ج ۱ ص ۲۵۹، تفسیر ثعلبی اسنی المطالب ارجح المطالب۔ ص ۶۸)

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو چند یہودیوں نے اسے سن کر کہا کہ اگر اتنا شاندار واقعہ ہمارے یہاں گزرتا تو ہم اس دن کو یوم عید

قرار دیتے۔ حضرت عمر نے کہا ہمیں اس کا شان نزول اچھی طرح معلوم ہے۔ (مشکوٰۃ۔ ج ۲ ۔ ص ۱۰۸) علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ اس دن کے لئے حضرت عمر نے فرمایا "خدا کا شکر ہے اس نے آج کے دن کو عید کا دن قرار دیا۔" (تفسیر در منثور۔ ج ۲ ۔ ص ۲۵۸، طبع مصر)

(۳۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا یھاالنس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا○ (پ ۶ ۔ ع ۴ ۔ آیت ۷۴)

اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے برہان آیا ہے اور ہم تمہارے پاس روشن نور بھیج چکے ہیں۔

حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں برہان یعنی دلیل سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور نور سے علی مرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ ہدیٰ ہیں (تفسیر صافی ۔ ص ۲۱ ۔ ۱۳۵) علامہ محب طبری لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو نور بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ میرے نوری جزو ہیں (ریاض النضرۃ ۔ ص ۱۶۴)

(۳۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل و بعثنا منھم اثنی عشر نقیبا○ (پ ۶ ۔ ع ۷ ۔ آیت ۱۲)

اس میں شک نہیں کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کئے تھے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ سردار اور امیر تھے اس امت کے بھی بارہ سردار اور امیر ہیں چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہما لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک میرے بارہ خلیفہ قریش سے نہ ہو لیں گے دنیا قائم رہے گی (صحیح بخاری کتاب الفتن ۔ ص ۲۶۸، فتح الباری ۔ ص ۹۲، عمدۃ القاری ۔ ج ۱۱۔

ص ۔ ۴۲۰ ، رشد ا سا وی ، معلم شرح مسلم ، مشکواۃ شریف ص ۵۴۳ ، طبع دہلی ۷ ۱۳ھ)
علامہ حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں اور امارت سے
دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے۔ (انوار اللغتہ ۔ ج ۱۔ ص ۳۶)

(۳۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ

(پ ۶ ۔ ع ۱۰۔ آیت ۳۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیت میں وسیلہ سے ائمہ آل محمدؐ مراد ہیں۔ (تفسیر معدن الجواہر ۔ ج ۲ ، قلمی و تفسیر صافی ۔ ص ۱۲۷)

(۳۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلہ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

(پ ۶ ۔ ع ۱۲۔ آیت ۵۴)

اے ایمان دارو تم میں سے جو دین سے پھر جائے اس کی ہمیں پرواہ نہیں۔ عنقریب خداوند عالم ایسے لوگوں کو ظاہر کرے گا جنہیں خدا دوست رکھتا ہو گا اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہوں گے وہ مومنین سے بہت نرم اور کافروں کے بارے میں نہایت سخت ہوں گے۔ وہ خدا کی راہ میں زبردست جہاد کرنے والے ہوں گے اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے اور یہ خدا کا فضل ہے جسے

چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑا وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

عالم اہل سنت علامہ ولی اللہ فرنگی محل نے تفسیر معدن الجواہر کی جلد ۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور امام فخرالدین رازی نے دبے لفظوں میں اقرار کیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳) اور علامہ ثعلبی نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ جو محبوب خدا ہے حضرت علیؑ ہیں۔

(۳۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون ○

(پ ۶ - ع ۱۲ - آیت ۵۵)

اے مومنو! تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ ایماندار ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں

ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جناب رسالتمابؐ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا کسی نے کچھ نہ دیا۔ سائل آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اے خدا گواہ رہیو میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا تھا مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ جناب امیر رکوع میں تھے سائل کی طرف اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا اس میں انگوٹھی تھی۔ سائل نے بڑھ کر اتار لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرتؐ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی "الٰہی میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے استدعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو آسان بنا دے۔ میری زبان کی گرہ کھول تاکہ میری باتیں لوگ سمجھ سکیں اور میرے گھر کے لوگوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا۔ اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر اور اس کو میرے کام میں شریک بنا۔" پس الٰہی تو نے اپنا فرمان اس پر نازل کیا۔ "ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو کو قوی کریں گے اور تم دونوں کو غالب بنائیں گے۔" الٰہی میں محمد ہوں اور تیرا برگزیدہ بندہ و نبی ہوں پس میرے سینے کو بھی کھول اور میرے کام کو آسان

کر اور میرے گھر والوں میں سے علی کو میرا وزیر بنا اور اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر۔ ابوذر کہتے ہیں کہ ابھی یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ آیہ مذکورہ نے علی کی ولایت کی سند دے دی۔ تفسیر ثعلبی' اسباب نزول' تفسیر کشاف' جامع الاصول' سنن نسائی' ابن جوزی' مناقب خوارزمی' تذکرہ خواص الامۃ' ارجح المطالب۔ ص ۸۰' ریاض النضرہ۔ ج ۲ و تفسیر صافی۔ ص ۱۳۰)

مولانا محمد نعیم الدین تحریر فرماتے ہیں کہ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی بے عمل کثیر کے نکل گئی۔ (خزائن العرفان برحاشیہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن مولوی محمد رضا خان بریلوی۔ ص ۱۳۹' طبع کراچی)

(۳۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین ○ (پ ۶ – ع ۱۴ آیت ۶۷)

اے رسول تم اس حکم کو لوگوں تک پہنچا دو جو تم پر نازل کیا گیا ہے خدا کی طرف سے اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو میں سمجھوں گا کہ تم نے رسالت کا کوئی کام نہیں کیا۔ اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ خدا ان لوگوں کی جو کافر ہیں ہدایت نہیں کرتا۔

علماء نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے اعلان خلافت سے متعلق ہے ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی وجہ سے ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اس آیت کو یوں پڑھتے تھے "یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" (تفسیر در منثور۔ ج ۲۔ ص ۲۹۸' طبع مصر)

حج آخر سے واپسی میں غدیر خم کے موقع پر جو نواح شہر جحفہ میں مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے رسول کریمؐ نے حکم خلافت کے نزول کے فوراً بعد پالان شتر کا ایک ممبر ہو یا اور بلال کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو جو آگے بڑھ گئے ہیں ان کو واپس بلائیں اور جو اب تک نہیں پہنچے ہیں ان کا انتظار کرلیں۔ بلال نے "حی علی خیر العمل" سے آواز دی سب جمع ہو گئے آنحضرتؐ ممبر پر تشریف لے گئے اور آپؐ نے ایک نہایت طویل خطبہ پڑھ کر لوگوں سے اقرار لیا۔ "کیا میں تم سب کے نفسوں پر اولی بالتصرف نہیں ہوں" سب نے کہا "بے شک آپؐ مالک ہیں۔" پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کو قریب بلا کر ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپؐ کے زیر بغل کی سفیدی ظاہر ہو گئی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا سنو! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے، چھوڑ دے اور ذلیل کر اس کو جو علی کو چھوڑ دے اس کے بعد آپؐ نے علیؑ کو ایک خیمہ میں مبارکباد لینے کے لئے بیٹھا دیا اور سب لوگوں نے مبارکبادی جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ وہ حضرت علیؑ سے فرماتے تھے "بخ بخ لک یا ابن ابی طالب لقد اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنہ" مبارک ہو مبارک ہو اے علی بن ابی طالب کہ تم میرے اور تمام مومنین اور مومنات کے مولا قرار دے دیئے گئے۔ (روضۃ الصفا۔ ج ۲۔ ص ۲۱۵، در منثور۔ ج ۲۔ ص ۲۹۸، طبع مصر، تفسیر رازی تفسیر نیشاپوری، عینی شرح بخاری، تفسیر ثعلبی، ارجح مطالب۔ ص ۹۷، ینابیع المودۃ۔ ص ۹۸)

(۳۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین○

(پ ۷۔ ع ۲۔ آیت ۸۷)

اے ایماندارو جو پاک چیزیں خدا نے تمہارے واسطے حلال کر دی ہیں

ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ خدا حد سے بڑھنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

امام المفسرین حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے بعض دوستوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے اور عثمان بن مظعون نے ایک دفعہ یہ ارادہ کیا تھا کہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عورتوں کو چھوڑ کر راہب بن جائیں۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہدایت کی کہ ایسا مت کرو، یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ (ارجح المطالب - ص ۷۶، تفسیر وحیدی - ص ۱۵۹)

(۴۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون (پ ۷۔ ع ۲ آیت ۸۸)

خدا نے تمہیں جو پاک و پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں انہیں شوق سے کھاؤ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر ایمان لائے ہو۔

اس آیت میں نہایت لطیف طریقہ سے متقی رہنے اور اتقا کرنے کو فرمایا گیا ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ علیؑ کو خدا نے زینت تقویٰ سے آراستہ فرمایا ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ بیت المال کا مال حقداروں میں تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دلوا کر نماز پڑھتے تھے ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ ہم اس امت میں جناب رسول اللہؐ کے بعد علیؑ سے زائد کسی شخص کو زاہد نہیں پاتے کہ انہوں نے کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس دھرا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۴۱)

(۴۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما یستجیب الذین یسمعون○

(پ ۷۔ ع ۱۰۔ آیت ۳۶)

اے پیغمبر تمہارے حکم کی تعمیل وہی کرتے ہیں جو تمہاری باتیں گوش دل

سے ملتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی جنگ خندق کے حوالہ سے لکھتے ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمر بن عبدود تھا وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ سب سے پہلے وہی آگے بڑھا اور پکارا مقابلہ کو کون آتا ہے۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر کہا میں۔ لیکن آنحضرتؐ نے روکا کہ یہ عمر بن عبدود ہے۔ حضرت علیؑ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی کی طرف سے جواب نہ آتا تھا۔ عمرو دوبارہ پکارا اور پھر وہی ایک صدا جواب میں تھی۔ تیسری دفعہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے' غرض آپؐ نے اجازت دی' دست مبارک سے تلوار عنایت کی سر پر عمامہ باندھا (سیرۃ النبی ۔ ج ا ۔ ص ۳۱۴) اور حضرت کو میدان جنگ میں روانہ کر دیا۔ چلتے وقت فرمایا "آج کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔" (سواۃ العیون ۔ ج ا ۔ ص ۳۳۸' سیرۃ محمدیہ ۔ ج ۲ ۔ ص ۱۰۴)

(۴۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم بما کانوا یعملون

(پ ۸ ۔ ع ۲ ۔ آیت ۱۲۷)

ان کے لئے جو اچھے اعمال کرنے والے ہیں' خدا کے یہاں امن وچین کا گھر (بہشت) ہے اور دنیا میں انہوں نے جو کارگزاریاں کی تھیں ان کے عوض خدا ان کا سرپرست اور مالک ونگراں ہوگا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جنت میں سب سے پہلے حضرت علیؑ داخل ہوں گے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے میں اور تم اور فاطمہؑ' حسنؑ اور حسینؑ داخل ہوں گے میں نے عرض کی اور میرے محب! فرمایا کہ وہ تمہارے بعد داخل ہوں گے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۶۷۱' مستدرک حاکم ۔ ج ۳ ۔ ص ۵) آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔" اے علی تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے۔" (صواعق محرقہ ۔ ص ۹۶' طبع مصر)

(۳۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وان ھذ صراطی مستقیما فاتبوہ ولا تتبو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون

(پ ۸۔ ع ۶۔ آیت ۱۵۳)

میرا یہی راستہ سیدھا ہے اور اسی پر چلو اور دوسرے راستے پر نہ جاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ تمہیں صاف صاف بتا دیا ہے تاکہ تم سوچ لو اور اپنے نقصان کے راستے سے بچو۔

خداوند عالم کے حبیبؐ نے بحکم خدا اس راستے کی وضاحت حدیث ثقلین میں فرما دی ہے اور بتا دیا ہے کہ قرآن اور اہل بیت دونوں تمہیں حوض کوثر تک میرے پاس پہنچائیں گے اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ وہ (پل) صراط جو جہنم پر کھینچا ہو گا اس پر سے علیؑ کے پروانے کے بغیر کوئی شخص گزر نہ سکے گا لہٰذا علیؑ کی پیروی کرو' وہی صراط مستقیم ہیں (ارجح المطالب۔ ص ۵۵۰' صواعق محرقہ۔ ص ۷۵' ینابیع المودۃ۔ ص ۹۱)

(۳۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیمھم ونادو اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم ○ (پ ۸۔ ع ۱۴ آیت ۴۶)

اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر بہشتی اور دوزخی کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور جنت والوں کو آوازیں دیں گے کہ تم پر سلام ہو۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہم ہیں اصحاب اعراف جس کو ہم اس کی علامت سے پہچانیں گے اس کو ہم جنت میں داخل کریں گے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۴)

حضرت سلمان کا کہنا ہے کہ ہم نے رسول خداؐ کو حضرت علیؑ سے دس مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم اور تمہاری اولاد سے میرے جتنے وصی ہوں گے بہشت اور دوزخ کے درمیان اعراف میں موجود ہوں گے' بہشت میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو تم کو

مانتے ہوں گے اور تم بھی انہیں مانتے ہو گے اور دوزخ میں وہی جائیں گے جو تم سے الگ ہوں گے اور تم ان سے الگ ہو گے۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۸۳)

(۴۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ○ (پ ۹۔ ع ۹۔ آیت ۱۵۷)

وہ لوگ جو پیغمبر پر ایمان لائے اور انہوں نے ان کی عزت و حرمت کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی لوگ بس نجات پانے والے ہیں۔

یہ آیت نجات پانے والوں کے معیار کو بتا رہی ہے اس میں لفظ "نصروہ" سے ایمان ابوطالب پر تیز روشنی پڑتی ہے اور اس آیت میں وہ جس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اس سے حضرت علیؑ مراد ہیں کیونکہ یہی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نور کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں اور "معہ" کا مرجع رسول کریمؐ ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے اور علیؑ کو ایک ہی نور سے پیدا کیا ہے یہ نور صلب عبدالمطلب تک ایک ہی ساتھ رہا ہے پھر یہاں سے علیحدہ ہو کر صلب عبداللہ اور ابوطالب میں منتقل ہوا۔ عبداللہ سے میں اور ابو طالب سے علیؑ پیدا ہوئے (ارجح المطالب۔ ص ۴۶۳ و ریاض النضرہ) معلوم ہوا کہ جو علیؑ کی اتباع نہ کرے گا وہ نجات نہ پائے گا۔ اسی لئے رسول کریمؐ نے فرما دیا ہے کہ کوئی شخص بھی پل صراط سے گزر کر جنت میں نہ جائے گا جب تک علیؑ کا لکھا ہوا پروانہ اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۷۵)

(۴۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ○

(پ ۹۔ ع ۱۲۔ آیت ۱۸۱)

اور میری مخلوقات سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین حق کی ہدایت کرتے

ہیں اور حق کے ساتھ پورا پورا عدل وانصاف کرتے ہیں۔

اس آیت میں جس گروہ کی صفت بیان کی گئی ہے وہ وہی ہے جو ۷۳ فرقوں میں سے ایک ہے کیونکہ رسول کریمؐ نے فرمادیا تھا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں صرف ایک ناجی ہوگا۔ ظاہر ہے جو ناجی ہوگا وہی حق کی ہدایت کرے گا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ وہ گروہ اور فرقہ جس کا آیت میں ذکر ہے وہ میں ہوں اور میرا گروہ ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۸۳، بحوالہ مردویہ، ینابیع المودۃ۔ ص ۸۹، ۹۰)

(۴۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ○ (پ۹۔ ع۱۲۔ آیت ۱۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کفار سے مقابلہ کرو تو ان کی طرف پیٹھ نہ کرنا۔

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ میدان جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ اور جنگ سے نہ بھاگو۔

مصعب بن زبیر کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ لڑائیوں میں بہت ہوشیار رہتے تھے اور اس کی گھاتیں خوب جانتے تھے ممکن نہ تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ لگا سکے۔ آپ کی زرہ فقط آگے کے سینے کی تھی، پیچھے کی نہیں تھی۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرے آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے دشمن کو پیچھے سے آنے دوں تو خدا مجھے باقی نہ رکھے۔ (ارجح المطالب ص ۷۵، ۱۷۷)

(۴۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ○

(پ ۱۰ - ع ۱ - سورہ انفعال - آیت ۴۱)

جان لو کہ تم جو کچھ مال غنیمت سے پاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسوں کا حق ہے۔

اس آیت میں خداوند عالم نے مال غنیمت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا پانچواں حصہ خدا و رسول اور ان کے بعد امام کا ہے۔ خدا کا حصہ تو رسول کا ہوا اور قرابت داروں کا جو تذکرہ ہے اس میں بھی آپ ہی کی قرابت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عہد حاضر میں خمس کا نصف حق امام اور نصف حق سادات ہے اسی حق کی وجہ سے خدا نے سادات پر زکواۃ حرام قرار دی ہے کیونکہ خمس ان کا حق ور زکواۃ غیر سادات کا حق قرار دیا گیا ہے۔ آیت میں ایتام اور مساکین سے سادات کے یتیم اور مسکین وغیرہ مراد ہیں۔ (تفسیر نیشاپوری - ج ۲ - ص ۲۱۵)

ابو مسعود کا کہنا ہے کہ سہم رسول کے تصرف کا حق صرف اس کو ہے جو رسول کے بعد "ولی امر" ہو۔ (تفسیر ابو مسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر - ج ۲ - ص ۵۳۶ طبع مصر)

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ مال غنیمت میں پانچواں حصہ ہمارا ہے لوگوں نے کہا کہ پھر یتیم اور مسکین کہاں گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ہی میں کے یتیم اور مسکین ور مسافر وغیرہ مراد ہیں۔ (تفسیر وحیدی - ص ۲۳۷)

(۳۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذی ایدک بنصره وبالمومنین ○

(پ ۱۰ - ع ۴ - آیت ۶۲)

وہ خدا ایسا ہے جس نے اپنی مخصوص امداد سے اور مومنین کے ذریعہ سے تمہاری تائید اور مدد فرمائی۔

علماء اسلام نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اس آیت میں جس کے ذریعہ سے خدا نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد اور تائید فرمائی ہے وہ حضرت علیؑ ہیں۔ ابن

عساکر سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسول ہے میں نے اس کی علیؑ کے ذریعہ سے مدد کی اور یہی مطلب "ھوالذی ایدک" کا ہے۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۳۔ ص ۱۹۹، ارجح المطالب۔ ص ۱۷۳، ینابیع المودۃ۔ ص ۷۷)

(۵۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھاالنبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین○

(پ ۱۰۔ ع ۴۔ آیت ۶۴)

اے میرے نبی تمہارے لئے اللہ اور مومنین میں سے وہ (شخص) کافی ہے جو تمہارے تابع فرمان ہے۔

ملا عبدالرزاق حنبلی اور بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب عزالدین کتاب خصائص علویہ۔ ارجح المطالب۔ ص ۸۸)

مطلب یہ ہوا کہ اے رسول دشمنوں کے شر سے تیری حفاظت کے لئے خدا اور شیر خدا علی ابن ابی طالب کافی ہیں۔

(۵۱) براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین○ (پ ۱۰ ع ۷ آیت ۱)

(اے مسلمانو) جن مشرکین سے تم لوگوں نے (صلح کا) عہد و پیمان کیا تھا اب خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ان سے ایک دم بیزاری ہے۔

اس سورہ کے بہت سے اخلاقی اور تمدنی نتیجے ہیں جس میں سب سے اہم حضرت علیؑ کی فضیلت کا اظہار ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ چونکہ "بسم اللہ" میں امان و رحمت کا اظہار ہے اور اس

سورت میں کفار پر غضب و لعنت کی آیتیں ہیں' اس وجہ سے اس میں بسم اللہ نہیں ہے اور نہ کہنا چاہئے۔

حضرت رسول خدا نے اس سورت کی شروع کی دس آیتیں حضرت ابوبکر کو دیں اور کچھ آدمیوں کو ساتھ کر کے حکم دیا کہ مکہ میں جا کر کفار و مشرکین کے مجمع عام میں پڑھ کر سنا دو۔ حضرت ابوبکر روانہ ہوئے اس کے بعد حضرت جبرئیل یہ حکم لے کر آئے کہ یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ اس کے لئے یا تو تم خود جاؤ یا جو شخص تم سے ہو اس کو بھیجو۔ آپ نے فوراً حضرت علیؑ کو ناقہ پر سوار کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ ان آیتوں کو ابوبکر سے لے کر خود پڑھ کر سنا دو اور ابوبکر کو واپس کر دو۔ حضرت ابوبکر واپس آئے اور پوچھا کیا میرے بارے میں کوئی حکم آیا ہے فرمایا نہیں بلکہ ایسا حکم آیا۔ غرض حضرت علیؑ نے جا کر جمرہ عقبہ کے نزدیک کھڑے ہو کر فرمایا لوگو میں رسول خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کے بعد بہت بے باکی سے وہ آیتیں پڑھ دیں۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۳۔ ص ۲۰۹' مطبوعہ مصر۔ مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر کواشی' ترمذی' نسائی' دار قطنی اور بیہقی وغیرہ میں بھی یہ روایت مندرج ہے۔)

(۵۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریء من المشرکین ○ (پ ۱۰ - ع ۷ - آیت ۳)

خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن منادی کی جاتی ہے کہ خدا اور اس کا رسول مشرکین سے بری اور بیزار ہیں۔

یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہوں نے ہی حج اکبر کے دن مشرکین کو پیغام برات سنایا تھا۔ علامہ عبید اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ جناب امیر ہیں۔ جب انہوں نے لوگوں کو مکہ میں جا کر پکارا' چنانچہ احمد ابن حنبل نے مسند میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ حضرتؐ نے ابوبکر کو سورہ برات دے کر بھیجا پھر ان کے بعد جناب امیر کو روانہ کیا اور انہوں نے سورہ برات ان سے لے لی اور مکہ والوں کو

حج میں جا کر حضرتؐ کی طرف سے سنائی اور حضرتؐ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اس سورہ کو یا میں لے جا سکتا تھا یا وہ آدمی جو میرا ہو۔ (ارجح المطالب۔ ص ۸، طبع لاہور ۱۹۳۴ء)

(۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون○

(پ ۱۰۔ ع ۸۔ آیت ۱۲)

اور اگر یہ لوگ عہد کر چکنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں تم کو طعنہ دیں تو کفر کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب لڑائی کرو۔ ان کی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ لوگ (اپنی شرارت سے) باز آئیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ائمہ کفر سے ابو سفیان، حارث سہل اور عکرمہ مراد ہیں اور حذیفہ سے روایت ہے کہ یہ لوگ ابھی ظاہر نہیں ہوئے اور ان سے ایک ولی خدا لڑے گا۔ اسی بنا پر جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ مجھ سے جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ تم ناکثین بیعت کے توڑنے والوں، اہل جمل اور قاسطین عدول کرنے والوں اہل صفین اور مارقین خوارج اہل نہروان سے جنگ کرو گے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۶۰۲، تفسیر صافی۔ ص ۸۹)

حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے بعد علیؑ پر ظلم کیا وہ ایسا ہے جیسا میری نبوت اور انبیاء سابقین کی نبوت کا انکار کرنے والا ہو۔ (شواہد التنزیل ابو القاسم حسکانی، تقویم الایمان ملا باقر داماد، رواجع القرآن۔ ص ۱۹۵، بر حاشیہ تمبر)

رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے ان لوگوں پر جنت حرام کر دی ہے جنہوں نے ہمارے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے مقاتلہ کیا اور یا دشمن کی مدد کی (صواعق محرقہ۔ ص ۱۴۳)

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ طلحہ و زبیر وغیرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے
اس میں بھی آل محمدؑ پر ظلم کرنے والوں سے یہی لوگ مراد ہیں۔
(تفسیر کشاف)

(۵۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون○ (پ۱۰۔ع۸۔ آیت۱۶)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تک تو خدا نے ان لوگوں کو ممتاز کیا ہی نہیں جو تم میں کے راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا رازدار دوست نہیں بناتے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اس سے بھی باخبر ہے۔

علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی کا بیان ہے کہ عثمان بن عفان کی خلافت کے موقع پر حضرت علیؑ نے مہاجرین و انصار کے اصرار پر جو چند آیتیں اپنی فضیلت کے متعلق پڑھی تھیں ان میں یہ آیت بھی تھی۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۹۴)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومنین سے مراد آل محمدؑ یعنی ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ (تفسیر صافی۔ ص۱۸۹)

(۵۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر و جاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین○

(پ۱۰۔ع۹۔ آیت۱۹)

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور کعبہ کی آبادی کو اس شخص کے برابر سمجھ لیا ہے جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور راہ خدا میں جہاد کرتا رہا خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم فخر کر رہے تھے اور ہر ایک اپنے کو دوسرے سے افضل کہہ رہا تھا طلحہ نے کہا کہ میں تم سے زیادہ فضیلت رکھتا ہوں کیونکہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے گویا میں اس کا مالک ہوں۔ حضرت عباس بولے میں تم سے افضل ہوں کیونکہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اتنے میں حضرت علیؑ کا اس طرف سے گزر ہوا آپ نے فرمایا میں تم دونوں سے افضل ہوں کیونکہ میں نے تمام عالم سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور ایمان لایا، خدا کی راہ میں جہاد کیا، حتی کہ تینوں جھگڑتے ہوئے حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے اور فیصلہ کے خواستگار ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے سمجھا دیا کہ حضرت علیؑ سب سے افضل ہیں۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۳ ص ۲۱۹، اسباب النزول، جامع الاصول، سنن نسائی، ارجح المطالب ص ۶۵، ینابیع المودۃ۔ ص ۷۶)

(۵۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والمومنون والمومنٰت بعضهم اولیاء بعض ۝

(پ ۱۰۔ ع ۱۵ آیت ۷۱)

مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔

سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ اے علیؑ تمہیں مومن دوست رکھے گا اور منافق تم سے دشمنی کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض اصحاب کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں مومن اور منافق کو ہم علیؑ کی محبت کے ذریعہ سے پہچانتے تھے۔ حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور تجھ سے دشمنی نہیں رکھے گا مگر منافق۔

(ارجح المطالب۔ ص ۵۱۴)

(۵۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدین فیها ابدا ذالک الفوز العظیم○ (پ ۱۱۔ ع ۲۔ آیت ۱۰۰)

اور مہاجرین و انصار میں سے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیک نیتی سے (قبول ایمان میں) ان کا ساتھ دیا' خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش اور ان کے واسطے خدا نے وہ (ہرے بھرے) باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تیار کر رکھے ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہی ان کی عظیم کامیابی ہے۔

حضرت علیؑ کا سابق الاسلام ہونا واضح اور راجح ہے۔ دنیا کے تمام محدث اور مورخ اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اصحاب کا اس پر اجماع بھی ہے۔ (صواعق محرقہ کتاب علم الحدیث الحاکم)

ابن عباس کا بیان ہے کہ یوشع بن نون نے موسیٰ کی طرف اور حواریوں نے عیسیٰ کی طرف اور جناب امیرؑ نے رسول کریمؐ کی طرف اسلام میں سب سے پہلے سبقت کی ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۷۴)

آنحضرتؐ نے اپنے بعض اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ معراج کی رات مجھے تم سب کے گھر دکھائے گئے کہ میرے گھر سے کس قدر فاصلے پر ہیں یا علیؑ تم راضی نہیں ہوئے کہ تمہارا گھر میرے گھر کے مقابل ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۷۶۳)

(۵۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم

الجنہ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم ○ (پ۱۱۔ ع ۳۔ آیت ۱۱۱)

خداوند عالم نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید لئے ہیں کہ ان کی قیمت ان کے لئے بہشت ہے' اسی وجہ سے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں' یہ پکا وعدہ جس کا پورا کرنا خدا پر لازم ہے اور ایسا پکا ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن سب میں لکھا ہوا ہے کہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے تم تو اپنی خرید و فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوش رہو اور خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے (جو تمہیں نصیب ہو گئی)

علامہ محسن فیض تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقام پر جن مومنین کے نفسوں کی خرید کا ذکر ہے اور جن کے صفات بیان کئے گئے ہیں وہ اہل بیت' رسول ہیں معصوم فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جو صفات اس مقام پر بیان کئے گئے ہیں وہ ان حضرات کے علاوہ کسی میں نہیں پائے جاتے (تفسیر صافی۔ ص ۲۰۰)

امام غزالی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنا نفس خدا کے ہاتھ فروخت کیا (احیاء العلوم۔ ج ۳ ص ۲۲۴)

حضرت علیؑ کی وہ ہستی ہے جس نے اپنا نفس بیچا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنا نفس فروخت کیا (مذاہب الدینہ۔ ج ۱ ص ۶۰)

امام حسینؑ اور ان کے اصحاب نے بھی اپنے نفسوں کو خدا کے ہاتھوں فروخت کیا تھا۔ (شفاء الصدور شرح زیارت عاشور۔ ص ۸۰ طبع بمبئی ۱۳۰۹ھ)

(۵۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین○

(پ ۱۱- ع ۳- آیت ۱۱۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

علامہ جلال الدین سیوطی بحوالہ ابن عباس اور امام محمد باقرؑ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں صادقین سے مراد علیؑ بن ابی طالب ہیں (در منثور - ج ۳ - ص ۲۹)

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ امام ثعلبی حافظ ابو نعیم سبط ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ وہ صادقوں کے سردار ہیں۔ ابن عساکر اور ابن مردویہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت میں صادقین سے علی بن ابی طالب مراد ہیں یعنی علی کے ساتھ ہو جاؤ۔ (ارجح المطالب - ص ۷۰' ینابیع المودۃ - ص ۹۸' تفسیر روح المعانی ج ۳ - ص ۳۸۸' تفسیر وحیدی)

(۶۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم○

(پ ۱۱- ع ۶- آیت ۲)

اے میرے نبی ان کو جو ایمان لائے ہیں یہ بشارت دے دو کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ان کا درجہ بلند ہے۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جو علیؑ کی ولایت کو دل سے مانتے ہیں وہ جنت میں بڑا درجہ پائیں گے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ جابر بن عبداللہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالبؑ کی نسبت نازل ہوئی ہے۔ (ارجح المطالب باب ۲ - ص ۱۰۶)

(۶۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

افمن یھدی الی الحق حق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون○(پ ۱۱- ع ۹ آیت ۳۵)

آیا وہ شخص جو دین حق کی راہ دکھاتا ہے زیادہ حقدار ہے کہ اسکی پیروی کی جائے یا وہ جو خود اپنی رہبری میں دوسروں کا محتاج ہو (ارے تمہیں کیا ہوگیا ہے تم لوگ کیا سمجھتے ہو) اور کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے رسول خدا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص پل صراط پر سے گزر کر جنت میں نہ جائے گا جب تک علیؑ کا لکھا ہوا پروانہ نجات اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۷۵)

حضرت محمد مصطفیٰؐ کو خود انہیں کی رہبری پر اطمینان و اعتماد تھا اسی لئے انہوں نے حدیث ثقلین میں وضاحت فرمادی تھی اور دیگر مقامات پر واضح فرمادیا تھا کہ تم لوگ اگر میرے بعد علی کو بنا امیر تسلیم کرتے رہو گے تو انہیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے لیکن افسوس تم ایسا نہ کرو گے۔ (مشکوۃ۔ ج ۸۔ ص ۱۳۸، طبع لاہور) اور گمراہ ہو کر ۷۳ فرقوں میں بٹ جاؤ گے (تفسیر وحیدی۔ ص ۸۳) لیکن بہرحال میں یہ بتائے دیتا ہوں کہ ایک ہی فرقہ ان میں سے نجات پائے گا اور وہ وہی ہوگا جو علی کی پیروی کرے گا اے عمار جب لوگ ادھر گمراہ ہونے لگیں تو تم لوگ علی کے ساتھ رہنا اور دوسرے لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (کنزالعمال۔ ج ۲۔ ص ۱۵۶)

(۶۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک وضائق بہ صدرک

(پ ۱۲- ع ۲- آیت ۱۲، سورہ ہود)

اے میرے رسول میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میری بعض وحی کے سنانے میں ہچکچاتے ہو (اور متردد اور) دل تنگ ہو۔

علامہ ملا محسن فیض بحوالہ تفسیر عیاشی رقم طراز ہیں کہ حضرت زید ابن ارقم سے

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل عرفہ کی شام کو حضرت علیؑ کی خلافت کا حکم لے کر نازل ہوئے یہ سن کر آپؐ مخالفین کی تکذیب کے خوف سے دل تنگ ہوئے' باوجود اس کے کچھ لوگوں کو مشورہ کے واسطے بلایا اور منجملہ ان کے میں بھی تھا مگر کچھ باتیں ایسی ہوئیں کہ آپؐ رونے لگے جبرئیل نے کہا آپؐ خدا کے حکم سے روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میرا خدا جانتا ہے کہ جب تک اس نے جہاد کا حکم نہیں دیا فرشتوں کو مدد کے واسطے نازل نہیں کیا اس وقت تک یہ لوگ مجھ پر ایمان نہ لائے۔ پھر یہ لوگ حضرت علیؑ کی خلافت کو بھلا کیوں کر مانیں گے۔ جبرئیل واپس گئے اور یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر صافی۔ ص ۱۴۳' طبع ایران) اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کا حکم کئی مرتبہ نازل ہو چکا تھا لیکن چونکہ اس کا وقت خدا نے معین نہیں کیا تھا اس وجہ سے حضرت رسول مقبولؐ موقع کے منتظر تھے۔ آخر جب آیہ "بلغ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل" نازل ہوئی تو آپ نے غدیر خم میں اس فرض کو ادا کیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ رسول خداؐ کا یہ خدشہ اور دغدغہ اور ان کی ہچکچاہٹ اعلان خلافت کے بارے میں درست تھی کیونکہ اس کے بعد بھی لوگوں نے اس کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۶۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ○

(پ ۱۲۔ ع ۲۔ آیت ۱۷)

جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل اور حجت ہو اور اس کے پیچھے بلا فاصلہ ایک شہادت دینے والا اسی میں سے ہو۔

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ ابن ابی حاتم ابن معاذ متوفی ۳۸۳ھ' ابن عساکر' ابن مردویہ' سیوطی' ثعلبی' واحدی' طبری' طبرانی ابن مندہ' ابو الشیخ' ابو نعیم' المتقی' بغوی تحریر فرماتے ہیں کہ عباد بن عبد اللہ اسدی سے روایت ہے کہ میں نے جناب امیرؑ

کو ممبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ قریش میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں ایک شخص کہنے لگا آپ کے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے جناب امیرؑ نے کہا کہ اگر تو لوگوں کے سامنے مجھ سے نہ پوچھتا تو میں تجھ سے بیان نہ کرتا افسوس ہے تجھ پر کیا تو نے سورہ ہود کو کبھی نہیں پڑھا پھر جناب امیرؑ نے اس آیت کو پڑھا کہ "آیا وہ شخص کہ اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل روشن پر ہو اور اس کے متصل ایک گواہ آئے اس کی طرف سے پھر فرمایا "رسول اللہ علی بینہ من ربہ" (یعنی اپنے سب سے روشن دلیل پر) ہیں اور میں "شاھد منہ" (یعنی اس کی طرف سے گواہ ہوں)۔ (ارجح المطالب۔ ص ۷۷، طبع لاہور، در منثور۔ ج ۳۔ ص ۳۲۴، تفسیر ثعلبی، کتاب القرات، حلیۃ الاولیاء، تفسیر روح المعانی ج ۳۔ ص ۵۳۱، غریب القرآن۔ ج ۲۔ ص ۳۱۷، معدن الجواہر ۳، کتاب مناقب خوارزمی۔ ص ۲۱۹، فرائد السمطین، اتقان سیوطی باب ۷۱، تفسیر کبیر جلد ۲۔ طبع مصر)

امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ گواہ سے خاص کر علی ابن ابی طالب مراد ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۷۸)

(۶۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما انت منذر و لکل قوم ھاد○ (پ ۱۳۔ ع ۷ آیت ۷)

اے پیغمبر تم (خدا سے) ڈرانے والے ہو اور (علی) ہر قوم کے ہادی ہیں۔

علامہ حیدر آبادی اور علامہ امرتسری بحوالہ ابن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرتؐ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں پھر علی کی طرف اشارہ فرما کر کہا "اے علی تو راہ بتانے والا ہے میرے بعد لوگ تیری ہی وجہ سے ہدایت پائیں گے۔ (تفسیر وحیدی۔ ص ۳۲۵، ارجح المطالب۔ ص ۷ طبع لاہور، تفسیر در منثور ج ۴۔ ص ۴۵، ینابیع المودۃ ص ۸۱، ازالۃ الخفا۔ ص ۲۶۳، مستدرک امام حاکم ج ۳ ص ۱۳۰، روح المعانی۔ ج ۴ ص ۱۵، تفسیر نیشاپوری ج ۲۔ ص ۲۶۷)

(۶۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین امنوا وتطمئن قلوبهم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب○ (پ ۱۳ ۔ ع ۱۰ ۔ آیت ۲۸)

وہ لوگ ایمان لائے اور ان کے دل ذکر خدا سے مطمئن ہیں آگاہ ہو کہ ذکر خدا سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور میرے اہل بیت سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ کے (ارجح المطالب ۔ ص ۱۱۱' باب ۳' طبع لاہور) یہی کچھ ابن مردویہ متوفی ۴۱۰ نے مناقب میں اور سیوطی نے در منثور میں لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو سچے ایماندار ہیں اور علی اور ائمہ کی ولایت پر ایمان رکھتے ہیں وہ لوگ نجات پانے والے ہیں اور چونکہ ذکر اللہ عبادت ہے اور علی ذکر اللہ ہیں لہٰذا یہ بھی عبادت قرار پائے۔ اب جس طرح خدا کا ذکر عبادت ہے اسی طرح ان کا ذکر بھی عبادت ہے حضرت رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر علی عبادۃ علی کا ذکر عبادت ہے (نور الابصار) یہی نہیں بلکہ علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(صواعق محرقہ ۔ ص ۷۳)

(۶۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین امنوا وعملوا الصلحت طوبی لهم وحسن ماب

(پ ۱۳ ۔ ع ۱۰ ۔ آیت ۲۹)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیا ان کے لئے طوبیٰ ہے اور ان کا بہترین انجام ہے۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اپنی کتاب مناقب میں محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ جناب امیرؑ کے گھر میں ہے اور جنت کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے کہ اس میں اس کی شاخ نہ پہنچی ہو۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۱۰۵' طبع لاہور' ینابیع المودۃ ۔ ص ۷۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۶۷)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○ (پ ۱۳ ع ۱۳ آیت ۴۳)

اے میرے نبی کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا اور اس شخص کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

اس آیت میں خداوند عالم نے رسالت مآب کی گواہی کے لئے دو ذوات کا حوالہ دیا ہے اور صاف لفظوں میں کہا ہے کہ رسالت کی گواہی کے لئے خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس کتب آسمانی کا مکمل علم ہے۔ علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ حافظ ابو نعیم، ثعلبی، نطنزی تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "و من عندہ علم الکتاب" سے جناب امیر مراد ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۸۶ ـ ۸۳، معدن الجواہر۔ ج ۳ قلمی، روح المعانی ج ۴۔ ص ۲۰۳)

عاصمی نے زین الفتی میں حضرت علیؑ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آصف بن برخیا کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا جس سے انہوں نے تخت بلقیس منگوا لیا تھا اور میں علی ہوں اور میرے پاس ساری کتاب کا مکمل علم ہے جو میں چاہوں کر سکتا ہوں (حاشیہ روح القرآن۔ ص ۲۳۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۶۸)

قال هذا صراط علی مستقیم ○ (پ ۱۴۔ ع ۳۔ آیت ۴۱)

خدا نے فرمایا کہ یہی راہ سیدھی ہے کہ مجھ تک پہنچتی ہے۔

یہ ترجمہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے لیکن اس میں علاوہ بھونڈے معنی ہونے کے ایک بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس صورت میں ایک نیا جملہ محذوف ماننا پڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ "علی کی راہ سیدھی راہ ہے" اس میں خدا کی طرف سے حضرت

علیؑ کے نام کی تصریح ہے اور اعلان عام ہے کہ حضرت کا دین ہی سیدھا اور مستقیم ہے اور انہی کے پیرو سیدھے جنت میں پہنچیں گے اور یہ آپ کا شرف عظیم اور فخر جسیم ہے اور یہی تفاسیر اہل بیت کا بھی منشاء ہے۔ حجاج کے زمانے میں اعراب لگانے میں جان بوجھ کر بددیانتی کی گئی ہے۔ اس بات کی موید وہ روایت ہے کہ حسن بصری اس آیت کو یوں پڑھتے اور کہتے تھے کہ یہ علی ابن ابی طالبؑ کی راہ ہے اور ان کا دین سیدھا دین اور سیدھا راستہ ہے بس انہی کی پیروی کرو اور اسی کو تھامے رہو کیونکہ اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ (مناقب اخطب خوارزمی)

اسی مقصد کو حضرت رسول کریمؐ اپنی ایک حدیث میں حضرت علیؑ کے لئے بہ صراحت ارشاد فرماتے ہیں کہ "علی کی شان یہ ہے کہ جب دوسری راہیں ٹیڑھی ہو جائیں تو علی کا راستہ سیدھا ہی رہے گا۔ (تفسیر خازن۔ ج ا۔ ص ۱۷، طبع مصر)

بہرحال اس آیت میں خداوند عالم نے حضرت علیؑ کے نام کی صراحت کی ہے جس کی تائید حضرت امام جعفر صادقؑ نے بھی فرمائی ہے۔ (تفسیر صافی۔ ص ۲۲۴، بحوالہ اصول کافی)

(۱۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان المتقین فی جنات و عیون ○ ادخلوھا بسلام آمنین ○ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین ○ لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین ○ (پ ۱۴۔ ع ۳۔ آیت ۴۵ سے ۴۸)

اور پرہیزگار تو (بہشت کے) باغوں اور چشموں میں یقیناً ہی ہوں گے (داخلہ کے وقت فرشتے کہیں گے کہ) ان میں سلامتی کے ساتھ اطمینان سے چلے جاؤ اور (دنیا کی تکلیفوں سے) جو کچھ ان کے دل و دماغ میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی، ان کو بہشت میں

تکلیف چھوئے گی بھی تو نہیں اور نہ کبھی اس میں سے نکالے جائیں گے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ زید ابن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر سے ارشاد فرمایا کہ تو میرے ساتھ میرے گھر میں قیامت کے روز جنت میں میری بیٹی فاطمہؑ کے ساتھ ہو گا۔ ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور تم حوض کوثر پر بھی اکٹھے ہوں گے۔ تم لوگوں کو اس سے ہٹاؤ گے اور اس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے اور تو اور حسن، حسین، فاطمہ، عقیل، جعفر برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ (ارجح المطالب ص ۹۲)

علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ "ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالتمآب سے عرض کی کہ میں زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہ، فرمایا وہ زیادہ محبوب ہے اور تم زیادہ عزیز ہو اور تم، حسن حسین اور فاطمہ اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اے علی قسم خدا کی تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ کے نزدیک ہارون اور تم میرے وارث ہو، عرض کی کس چیز میں وارث ہوں گا، فرمایا جن چیزوں میں انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا اور تم میرے ساتھ قصر جنت میں فاطمہ کے ساتھ رہو گے۔ (در منثور۔ ج ۳، ینابیع المودۃ۔ ص ۱۹۶ ازالۃ الخفاء۔ ص ۲۸۰، مستدرک امام مالک ج ۳۔ ص ۳۷۷)

(۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝

(پ ۱۳ ع ۱۴۔ آیت ۴۳)

اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (عالموں) سے پوچھو۔

علامہ عبید اللہ امرتسری، امام ثعلبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔ ابن

مردویہ انس بن مالک سے اور ابن ابی حاتم سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج وغیرہ کرتے ہیں مگر منافق ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسے شخص میں نفاق کیسے داخل ہوا؟ فرمایا وہ اپنے امام پر طعن کرتا ہے اور اس کو برا کہتا ہے، حالانکہ اس کا امام وہ ہے جس کو خدا نے "فاسئلوا اھل الذکر" سے یاد فرمایا ہے (تفسیر در منثور - ج ۳ - ص ۱۱۹، ینابیع المودۃ - ص ۹۷)

(۷۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم و جئنا بک شھیدا علی ھؤلاء ○ (پ ۱۴ - ع ۱۸ - آیت ۸۹)

اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر ایک گروہ سے انہیں میں کا ایک گروہ ان کے مقابل میں کھڑا کریں گے اور اے رسول تم کو ان لوگوں پر گواہ بنائیں گے۔

حاکم ابوالقاسم حسکانی سلیم ابن قیس ہلالی کے حوالے سے حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ہم پر گواہ ہیں اور ہم اللہ کے شاہد اس کے خلق پر ہیں اور زمین پر اس کی حجت ہیں۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۲، ص ۷، طبع لاہور، بحوالہ شواہد التنزیل بقواعد التفضیل ابوالقاسم حسکانی)

(۷۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وات ذالقربی حقہ ○ (پ ۱۵ - ع ۳ - آیت ۲۶)

اے رسول جو (تمہارے) قرابتدار ہیں ان کو ان کا حق دے دو۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریمؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو طلب فرما کر فدک ان کے حوالے کر دیا (مناقب ابن مردویہ و تفسیر در منثور - ج ۴ - ص ۱۷۶-۱۷۷ اخرجہ

العرفان برحاشیہ کنزالایمان' احمد رضا خان بریلوی - ص ۳۴۰ ومعارج النبوت و تفسیر معدن الجواہر و تفسیر روح المعانی - ج ۴ - ص ۵۱۴)

علماء کا بیان ہے کہ یہ آیت خاص فاطمہ زہراؑ کے اعطاء فدک کے بارے میں ہے اسی آیت کے نزول کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؑ کو فدک دے دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا اور دور خلافت میں حضرت فاطمہؑ کو فدک نہ دیا گیا تو آپ نے دربار خلافت میں اس امر کا دعویٰ فرمایا کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے عنایت فرمایا ہے لہٰذا وہ مجھے دے دیا جائے۔ (تفسیر کبیر۔ ج ۸۔ ص ۲۵' پ ۱۵' طبع مصر) لیکن حضرت ابوبکر نے فدک دینے سے انکار کر دیا۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم رکھا یا یوں کہا جائے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۳۱) حضرت عائشہ کا خود بیان ہے کہ فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا جس میں فدک بھی شامل تھا لیکن ابوبکر نے فاطمہ کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ (صحیح بخاری ج ۳۔ ص ۳۵ کتاب المغازی طبع مصر)

(۷۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ○ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ○

(پ ۱۵ ع ۹۔ آیت ۸۰' ۸۱)

اے پیغمبر تم یہ دعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں پہنچانا ہو اچھی طرح پہنچا اور مجھے جہاں سے نکالنا اچھی طرح سے نکال اور مجھے خاص اپنی بارگاہ سے طاقتور مددگار عطا فرما' اور کہو کہ حق آیا اور باطل زائل ہو گیا اور باطل تو مٹنے ہی کی چیز ہے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ جب ہم کعبہ میں آئے تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے گرد نصب تھے۔

آنحضرتؐ نے ان کے گرانے کا حکم دیا وہ گرا دیے گئے۔

ایک بڑا بت ہبل باقی رہ گیا۔ حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم میرے شانے پر چڑھ کر اسے گراؤ، چنانچہ حضرت علیؑ نے شانے پر چڑھ کر اسے توڑ پھینکا اور آنحضرتؐ نے بزبان قرآن ارشاد فرمایا کہ جاء الحق وزهق الباطل (تفسیر بیضاوی ۔ ص ۲۴۱، تفسیر کشاف، مواہب اللدنیہ، روضۃ الاحباب، روضۃ الصفاء ابن ابی الحدید)

(۷۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن وداO (پ۱۶-ع۹- آیت ۹۶)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیا، عنقریب خداوند عالم لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت قائم کردے گا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی اور ابو شجاع شیرویہ ابن شہردار ابن شیرویہ ابن شاہ خسرو الہمدانی المعروف بن دیلمی متوفی ۵۰۹ھ نے براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب رسالتمآبؐ نے حضرت سے فرمایا کہ اے علیؑ تم خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہاری محبت مومنین کے دلوں میں قائم کردے اور حضرت علیؑ نے دعا کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۸۷، طبع لاہور، صواعق محرقہ)

حافظ سلفی کا بیان ہے کہ دنیا میں کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کی محبت نہ ہو۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۸۷، ریاض النضرۃ ج ۔ ۲ ۔ ص ۲۰۷، مشکواۃ)

(۷۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رب اشرح لی صدریO ویسرلی امریO

واحلل عقدة من لسانیO یفقهوا قولیO واجعل

لی وزیرا من اهلی ○ هرون اخی ○ اشدد بہ ازری ○
واشرکہ فی امری ○ کی نسبحک کثیرا ○
(پ ۱۶–رع ۱۱– آیت ۲۵ تا ۳۳)

نبی خدا حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے بارگاہ احدیت میں عرض کی پروردگار تو میرے لئے سینے کو کشادہ فرما دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے کنبے والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔ ان کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے اور میرے کام میں ان کو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونوں مل کر کثرت سے تیری تسبیح کریں اور بہ کثرت تیری یاد کریں۔

علامہ ابن مردویہ، خطیب بغدادی اور ابو القاسم بن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسول کریمؐ کو بمقام ثبیر جو مکہ میں ایک پہاڑی ہے یہ دعا کرتے ہوئے دیکھا اور سنا کہ خداوند، میں بھی تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کیا تھا کہ میرے سینے کو کشادہ فرما اور میرا کام میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے اہل بیت سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط فرما اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں تو ہماری حالت اچھی طرح دیکھ ہی رہا ہے۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۴ ص ۲۹۵) علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن طیب الجلابی عرف ابن مغازلی واسطی متوفی ۴۸۳ھ اپنی کتاب میں اس روایت کو ابن عباس کے حوالہ سے لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ میں نے ایک منادی کو آنحضرتؐ کی دعا کے فوراً بعد یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے محمد جو کچھ تم نے مانگا ہے تمہیں دے دیا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۸۷ باب ۲، طبع لاہور)

(۷۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدی○

(پ۱۶ - ع ۱۳ - آیت ۸۲)

میں اس شخص کو ضرور بخشوں گا جو ایمان لائے اور توبہ کرے اور اچھے اچھے اعمال کرے اور پھر ایمان پر ثابت قدم رہے۔

علامہ ابن حجر مکی بحوالہ ثابت البنانی تحریر کرتے ہیں کہ آیت میں جو لفظ اھتدی آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو محبت آل محمدؐ پر ثابت قدم رہے وہ بخش جائے گا۔

علامہ ابن حجر اس کے بعد بحوالہ احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے اور ان دونوں بچوں کو اور ان کے باپ اور ان کی ماں کو دوست رکھے گا وہ قیامت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔ (صواعق محرقہ - ص ۹۱، ینابیع المودۃ - ص ۹۰ و تبع عبارات قاضی غلام جیلانی بریلوی - ص ۲۵)

(۷۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا○

(پ۱۶ - ع ۷ - آیت ۱۳۲)

اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دو اور تم بھی پوری پابندی کیا کرو۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ کتاب مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریمؐ نے یہ طرز اختیار فرمایا کہ روزانہ صبح کو اہل بیتؑ کے دروازے پر جا کر آواز دیا کرتے تھے "اے میرے اہل بیت نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم کرے۔" یہی کچھ ارجح المطالب - ص ۳۲۱ میں بھی ہے۔

علامہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں "مروی ہے کہ جب حضرتؐ کے اہل بیتؑ کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز پڑھو مصیبت دور ہو جائے گی اور آیہ مذکورہ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (تفسیر بیضاوی - ص ۲۷۰)

ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ ۸ ماہ تک اپنے اہل بیتؑ کے دروازے پر نماز کی آواز دیتے تھے اور امام رضاؑ کا ارشاد ہے کہ ۹ ماہ تک آپؐ ہر نماز سے قبل در فاطمہؑ پر آواز لگاتے تھے۔ پھر ارشاد فرماتے تھے کہ یہ آیت اور یہ کرامت صرف ہمارے لئے مخصوص ہے۔ (تفسیر صافی۔ ص ۲۹۳)

(۷۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا و ھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون ○ لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ○ یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فعلین ○ (پ۱۷ ع۷۔ آیت ۱۰۱۔ ۱۰۴)

بے شک جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی سے بھلائی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اس کی بھنک بھی نہ سنیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ اپنی منہ مانگی مرادوں میں چین سے رہیں گے اور ان کو قیامت کا بڑے سے بڑا خوف بھی دہشت میں نہ لائے گا اور فرشتے ان سے خوشی خوشی ملاقات کریں گے اور یہ خوشخبری دیں گے کہ یہی وہ تمہارا خوشی کا دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ وہ دن ہو گا جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح خطوط کا طومار لپیٹا جاتا ہے جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر کے چھوڑیں گے۔ یہ وہ وعدہ ہے جس کا کرنا ہم پر لازم ہے اور ہم اسے ضرور کر کے رہیں گے۔

علامہ قاضی بیضاوی، علامہ سیوطی، علامہ زمخشری نے بحوالہ ابن مردویہ تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک خطبہ فرمایا اور دوران خطبہ میں اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا

جن لوگوں کی اس آیت میں مدح و ثنا کی گئی ہے ان میں کا ایک میں بھی ہوں۔ (تفسیر بیضاوی ص ۷۷۲، تفسیر در منثور ۔ ج ۲ ۔ ص ۳۲۹، تفسیر کشاف ۔ ج ۲ ۔ ص ۴۷۲، طبع مصر)

(۷۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما المومنون الذین آمنو باللہ و رسولہ واذا کانو معہ علی امر جامع لم یذھبو حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ و رسولہ ○

(پ ۱۸ ۔ ع ۱۵ ۔ آیت ۶۲)

سچے ایماندار تو صرف وہ لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی ایسے کام کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہو' رسول' کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک ان سے اجازت نہ لے لی' نہیں جاتے (اے رسول) جو لوگ تم سے ہر بات میں اجازت لے لیتے ہیں وہی لوگ دل سے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ "اذا کانو معہ علی امر جامع" کا مطلب ہے کہ پیغمبرؐ نے لوگوں کو لڑائی وغیرہ کے لئے جمع کریں تو بغیر آنحضرتؐ کی اجازت کے وہاں سے نہ ہٹیں۔ (تفسیر در منثور' ج ۵ ۔ ص ۶۰' تفسیر کبیر ۔ ج ۶ ۔ ص ۴۳۹' تفسیر خازن ۔ ج ۳ ۔ ص ۳۳۱' تفسیر کشاف ۔ ج ۲ ۔ ص ۳۱۹) یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ ہر موقع پر ثابت قدم رہے اور انہوں نے حکم رسولؐ کی ایک لمحہ کے لئے بھی مخالفت نہیں کی۔ جنگ سے بھاگنا تو درکنار آپؑ نے میدان جنگ کی طرف پشت تک نہیں فرمائی اور چونکہ حضرت علیؑ جانتے تھے کہ حکم رسولؐ کی مخالفت دائرہ ایمان سے خارج کرتی ہے اور جنگ میں نہیں چھوڑ کر بھاگ جانا کفر کا پیغام ہے اسی لئے آپؑ کا انہماک اور زیادہ رہا۔

علامہ شہیر محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جب جنگ احد سے بڑے بڑے نامی حضرات بھاگ گئے تو رسول اسلامؐ کو حضرت علیؑ اور چند بہادروں نے بچایا۔ اس موقع پر

آنحضرتؐ نے انتہائی غضب کی حالت میں حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علی ان بھاگنے والوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی "حضورؐ کیا میں بھی ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیتا" (مدارج النبوت) حضرت علیؑ کے قول سے واضح ہے کہ جنگ سے فرار ایمان برقرار نہیں رکھتا۔

(۸۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

واندر عشیرتک الاقربین ○ (پ۱۹-ع۱۵- آیت ۲۱۴)

اے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو اب (خدا کے عذاب سے) ڈراؤ۔

بے شمار مورخین و محدثین و مفسیرین نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعثت کے بعد سے آنحضرتؐ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی۔ اس کے بعد حکم خدا آیا کہ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اسے واشگاف لفظوں میں بندوں تک پہنچا دو اور دیکھو سب سے پہلے اپنی قوم و قبیلہ والوں کو راہ راست پر لاؤ۔ حکم آیا پیغمبر اسلامؐ نے ابوطالب کے گھر میں یوم کوہ صفا پر چالیس افراد خاندان کو دعوت دی۔ جب سب جمع ہوئے تو فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسا دین لایا ہوں جو تمہاری اخروی نجات کا ضامن ہے۔ یہ سن کر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے اور پیغمبر اسلامؐ کو تبلیغ کا موقع نہ ملا۔ آپؐ نے دوسرے دن پھر دعوت کا انتظام کیا اور کھانے سے فراغت پا کر فرمایا کہ میں دنیا و آخرت کی بہتری تمہارے لئے لایا ہوں تم میں کون ایسا ہے جو تبلیغ احکام خداوندی میں میری مدد کرے اور میرا بھائی اور وزیر بن کر خوشنودی خدا کا مالک بن جائے۔ اس ارشاد پر کسی نے کان نہ دھرا البتہ علی بن ابی طالبؑ جن کی عمر اس وقت ۱۳، ۱۴ سال کی تھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی مولا! اس فریضے کا میں حقدار ہوں۔ تعمیل حکم میں مطلق کوتاہی نہ کروں گا آپؐ کی پوری مدد کروں گا اور دشمنوں کی آنکھیں نکال لوں گا۔ آپؐ نے تین بار دعوت نصرت دی اور تفویض خلافت کا حوالہ دیا مگر علیؑ کے سوا کسی نے لبیک نہیں کہی۔ بالآخر آنحضرتؐ نے

علی کو قریب بلایا، سینے سے لگایا اور اس سے بیعت لے کر انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ (ملاحظہ ہو۔ تاریخ طبری ۔ ج ۲ ۔ ص ۲۱۷، تاریخ کامل ۔ ج ۲۔ ص ۲۴، تاریخ ابوالفداء۔ ج ۔ ص ۱۱۶، لباب التاویل ۔ ج ۳ ۔ ص ۳۷۱، معالم التنزیل بغوی۔ ج ۵ ۔ ص ۱۰۵، تاریخ گبن ۔ ج ۳ ۔ ص ۳۹۹، کارلائل ۔ ص ۶۱، ایرونگ۔ ص ۳۷، اوکلی۔ ص ۱۵، ڈیون پورٹ ۔ ص ۵، تفسیر ثعلبی، مسند احمد بن حنبل)

(۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا وھم من فزع یومئذ آمنون ۝ ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوھھم فی النار ھل تجزون الا ما کنتم تعملون ۝

(پ ۲۰ ۔ ع ۳ ۔ آیت ۸۹ ۔ ۹۰)

جو شخص نیک کام کرے گا اس کے لئے اس کی جزا اس سے کہیں بہتر ہے اور یہ لوگ اس دن خوف و خطر سے محفوظ رہیں گے اور جو لوگ برا کام کریں گے وہ منہ کے بل جہنم میں جھونک دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے بس اسی کی جزا تمہیں دی جائے گی۔

علامہ ابن مردویہ اصفہانی مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ نیکی ہماری محبت ہے اور برائی ہمارا بغض ہے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۷۰، متعلق آیت ۶۰ طبع لاہور) مطلب یہ ہے کہ جو آل محمدؐ سے محبت کرے گا بے شمار نیکیاں پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا منہ کے بل جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

(۸۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

افمن وعدنہ وعدا حسنا فھو لاقیہ کمن متعنہ متاع

الحیواۃ الدنیا ثم ھو یوم القیمۃ من المحضرین○

(پ ۲۰۔ ع ۱۰۔ آیت ۶۱)

تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا وعدہ کیا ہے اور وہ اسے پا کر رہے گا اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کے چند روزہ فائدے عطا کئے ہیں پھر قیامت کے دن جواب دہی کے لے حاضر کیا جائے گا۔

علامہ محب الدین احمد بن عبداللہ ابن محمد طبری المتوفی ۶۹۴ اپنی کتاب ریاض النضرۃ فی فضائل العشرہ کے ص ۲۰۶ میں لکھتے ہیں کہ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور جناب حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (ارجح المطالب ص ۹۶ طبع لاہور' ینابیع المودۃ۔ ص ۷۷)

(۸۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فآت ذالقربی حقہ (پ ۲۱۔ ع ۷۔ آیت ۳۸)

اے رسولؐ اپنے قرابتداروں (فاطمہ زہرا کا) حق (فدک) دے دو۔

علماء اہل سنت کے بڑے بڑے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے جبرئیل سے پوچھا کہ قرابت والے کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جواب دیا فاطمہؑ کو فدک دے دیجئے کہ یہ انہیں کا حق ہے اور جو کچھ فدک میں خدا اور رسولؐ کا حق ہے وہ بھی ان کے حوالے کر دیجئے لہٰذا حضرتؐ نے جناب سیدہؑ کو بلا کر ان کے لئے ایک وثیقہ لکھ کر فدک ان کے حوالے کر دیا۔ (تفسیر در منثور۔ ج ۴۔ ص ۱۷۷)

یہ وہی وثیقہ تھا جو جناب فاطمہؑ نے رسول مقبولؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہؐ کا نوشتہ ہے جو حضرتؐ نے میرے اور حسنؑ و حسینؑ کے واسطے لکھ دیا تھا۔ (روضتہ الصفاء۔ ج ۲۔ ص ۲۷۷' معارج النبوت رکن ۴ ص ۲۲' شرح مواقف۔ ص ۳۵۷' صواعق محرقہ ص ۲۱' کنز العمال ج ۲۔ ص ۱۵۸' مستدرک۔ ص ۱۸۷)

اسی نوشتہ کو حضرت عمر نے فاطمہؑ کے ہاتھوں سے لے کر چاک کر کے زمین پر پھینک دیا تھا اور اس پر تھوک کر پاؤں سے رگڑ دیا تھا۔ (سیرت حلبیہ۔ ج ۲۔ ص ۳۹۱)

(۸۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یسلم وجھہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی والی اللہ عاقبۃ الامور○

(پ ۲۱۔ ع ۱۲۔ آیت ۲۲)

اور جو شخص خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرے (اور وہ نیکوکار بھی ہو) تو بے شک اس نے ایمان کی مضبوط رسی پکڑ لی اور آخر تو سب کاموں کا انجام اور بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔

سلطان ترک کے پیر علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے سب سے پہلے خدا کے لئے اخلاص سے کام کئے اور وہ محسن بھی تھے یعنی فرمانبردار بندے تھے تو انہوں نے مضبوط رسی پکڑی جو یہ ہے "لاالہ الااللہ"

خدا کی قسم حضرت علیؑ اپنی شہادت کے وقت تک اسی مضبوط رسی کو پکڑے رہے۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۹۰، طبع مصر)

(۸۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون○

(پ ۲۱۔ ع ۱۵۔ آیت ۱۸)

تو کیا جو شخص ایماندار ہے، اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو بدکار ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ دونوں کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے۔

علامہ عبید اللہ بحوالہ ابوالفرج اصفہانی اور واحدی و ابن عدی و ابن مردویہ، خطیب بغدادی و ابن عساکر حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہ

جناب امیرؑ سے کہنے لگے کہ میں تم سے تیز نیزہ والا ہوں اور تیز زبان والا ہوں اور بھاری تلوار والا ہوں۔ جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا خاموش رہ تو فاسق ہے پس خدائے تعالیٰ نے جناب امیرؑ کی تصدیق کی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

تو وہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں وہ دونوں ہرگز نہ دنیا میں نہ خدا کے پاس نہ آخرت میں برابر ہو سکتے ہیں پھر خدا نے فریقین کے مرتبے سے خبردار کیا اور فرمایا ہے کہ "وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں بدکاران کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اسی جلسے میں حسان بن ثابت نے چند شعر کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"خدا نے عزت والی کتاب کو علیؑ کے حق میں نازل فرمایا اور ولید کے فسق کا ٹھکانہ بتایا اور علیؑ کے ایمان کا ٹھکانہ بتایا۔ وہ شخص جو ایمان والا اور جس نے خدا کو پہچانا ہے اس کے مثل نہیں ہو سکتا جو فاسق و خائن ہے۔ عنقریب دوزخ میں ولید رسوا کیا جائے گا اور علیؑ کو بے شک جنت میں جزا ملے گی۔ علیؑ خدا سے عزت کے ساتھ ملیں گے اور ولید وہاں رسوا ہوگا۔" (الاغانی، کشاف ارجح المطالب - ص ۸۰، طبع لاہور، ریاض النضرہ، ج ۲ - ص ۲۰۶، طبع مصر)

(۸۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا ○

(پ ۲۱، ع ۱۹ - آیت ۲۳)

ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے جاںنثاری کا جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ غرض ان میں سے بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔

علامہ ابن مردویہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ ایک مرتبہ کوفہ کے منبر پر تشریف رکھتے تھے کہ ان سے اس آیت کی تفسیر میں پوچھا گیا کہ یہ آیت کس کی

شان میں نازل ہوئی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے خدا بخشیو' یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور میرے چچیرے بھائی عبیدہ ابن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بس میرا چچیرا بھائی عبیدہ ابن حارث بدر کے روز اپنا کام پورا کر چکا اور احد کے روز میرے چچا حمزہ اپنا کام پورا کر گئے۔ اب میں اس امت کے بدبخت کے انتظار میں ہوں' پھر آپؑ نے اپنے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ اس کو خون سے رنگین کرے گا میرے پیارے ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پختہ عہد کیا ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۷۶' طبع لاہور' تذکرہ خواص الامتہ سبط ابن جوزی ینابیع المودۃ۔ ص ۷۷' فصول المہمہ' صواعق محرقہ)

(۸۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا○(پ۲۲۔ع۲۔ آیت ۳۳)

اے پیغمبر کے اہل بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے' ویسا ہی پاک و پاکیزہ رکھے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ احمد بن حنبل' امام مسلم' ترمذی' ابن شیبہ' ابن جریر طبری' ابن ابی حاتم امام حاکم' علامہ سیوطی رقم طراز ہیں کہ جناب ام المومنین حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے تشریف لائے پس جناب امام حسن ابن علیؑ آئے حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا' پھر جناب امام حسینؑ آئے ان کو بھی آپ نے داخل کر لیا پھر جناب فاطمہؑ تشریف لائیں' حضرتؐ نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب علیؑ تشریف لائے آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا' پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی "انما یرید اللہ الخ"

پھر آپ بحوالہ احمد' ترمذی' ابن جریر' طبرانی' ابن مردویہ اور جلال الدین سیوطی

لکھتے ہیں کہ عمر بن واثلہ ناقل ہیں کہ جناب رسول خداؐ پر یہ آیت ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی ہے اور میں بھی ان کے گھر میں تھا کہ حضرتؐ نے فاطمہؑ علیؑ اور حسنین علیہم السلام کو بلوا کر ان پر چادر ڈال دی اور پھر دعا کی "اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست دور رکھ اور پاک رکھ ان کو جو پاک رکھنے کا حق ہے" حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے رسولؐ کیا میں بھی انہیں میں شامل ہوں ارشاد ہوا "انت علی الخیر"

ام سلمہ تیرا انجام ہے بہتر لیکن
آ سکے چادر تطہیر میں آنے والے

(ارجح المطالب۔ ص ۹۳ طبع لاہور، ینابیع المودۃ ص ۸۷، ریاض النضرہ ص ۱۸۸، ازالۃ الخفاء مقصد ۲۔ ص ۲۶۰، نور الابصار۔ ص ۱۰۱ طبع مصر)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں حضرات اہل تشیع جو اس آیت سے عصمت ائمہؑ پر استدلال کرتے ہیں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مقتضائے آیت تو بس یہی ہے۔
(تفسیر کبیر۔ ج ۷۔ ص ۷۹۶، طبع مصر)

(۸۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو
اصلو علیہ و سلمو تسلیما ۝ (پ ۲۲ ع ۴ آیت ۵۶)

اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر (اور ان کی آل) پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی ان حضرات پر درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے علامہ عبید اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ کعب ابن عجزہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم حضور پر کس طریقے سے درود و سلام بھیجا کریں فرمایا کہا کرو اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم

(خدا محمد اور آل محمد پر اسی طرح درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود بھیجا ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۰۲ طبع لاہور)

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کا جواب دیتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم پھر فرمایا کہ مجھ پر دم کٹی صلواۃ نہ بھیجنا، پوچھا وہ کیا ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے فرمایا کہ مجھ پر تنہا صلوات بھیجنا "بترا" ہے۔

"اے اہل بیت رسول خدا نے تمہاری محبت قرآن میں فرض کر دی ہے تمہارے مرتبہ کی بزرگی میں اسی قدر کافی ہے کہ نماز میں جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر در منثور ج ۵۔ ص ۲۱۶ طبع مصر، صواعق محرقہ۔ ص ۸۸ طبع مصر، زرقانی۔ ص ۷، مسند احمد بن حنبل ج ۶۔ ص ۳۲۳)

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ آیت میں محمد مصطفےٰؐ کے ساتھ آل پر بھی صلواۃ بھیجنا جز ہے جو تبعاً ان کے ساتھ ہیں ان کا نام آنے کے بعد اگر کوئی درود نہ بھیجے تو جہنم میں جائے گا۔ (تفسیر بیضاوی۔ ص ۳۴۳)

علامہ دیلمی متوفی ۵۰۹ھ بحوالہ ارشاد رسولؐ فرماتے ہیں کہ یوں درود بھیجنا چاہیے۔ "اللھم صلی علی محمد و آلہ" (صواعق محرقہ۔ ص ۸۸ طبع مصر)

(۸۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا○ (پ ۲۲۔ ع ۴۔ آیت ۵۷)

بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا نے دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ شیخ حافظ زرندی رقمطراز ہیں کہ ارطاۃ بن حبیب

روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو خالد واسطی اپنی داڑھی کا بال پکڑ کر روایت کرتے تھے کہ مجھ سے زید بن خالد نے اپنی داڑھی کا بال پکڑ کر نقل کیا کہ مجھ سے جناب امام حسینؑ اپنی ریش مبارک کا بال پکڑ کے روایت کرتے تھے کہ مجھے سے میرے والد ماجد جناب علی ابن ابی طالبؑ اپنی ریش مبارک کا بال پکڑ کر رشاد کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مقدس ریش مبارک کے بال کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ گر کوئی شخص تجھے بال بھر بھی تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا اور جو خدا کو تکلیف دے گا اللہ اس پر اپنی پھٹکار ڈالے گا پھر حضرتؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

(ارجح المطالب۔ ص ۱۱ طبع لاہور)

محدث دہلوی شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شامی نے حضرت کو گالی دی تو جناب ابن عباس نے اس پر پتھر مار کر فرمایا "اے دشمن خدا تو نے حضرت رسول کریمؐ کو اذیت دی پھر آیہ مذکورہ کی تلاوت فرمائی۔" (ازالۃ الخفاء۔ ج ۱۔ ص ۲۹۲)

رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے اہل بیت کو گالی دے گا وہ خدا اور اسلام سے مرتد ہو جائے گا جو شخص مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت پہنچائے گا وہ خدا کو اذیت پہنچانے والا ہو گا اور اس پر جنت حرام ہو گی۔ جو میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا یا ظالم کی مدد کرے گا یا انہیں برا بھلا کہے گا وہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

(صواعق محرقہ۔ ص ۱۴۳)

(۹۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا ○

(پ ۲۲۔ ع ۴۔ آیت ۵۸)

اور جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو بغیر کچھ کئے دھرے تہمت دے کر اذیت دیتے ہیں تو وہ یک بہتان اور ایک صریحی گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھاتے ہیں۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی مقاتل ابن سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے چند لوگ منافقوں میں سے ان کو ایذا دیا کرتے تھے اور جھٹلایا کرتے تھے (ارحج المطالب۔ ص ۱۰۴، طبع لاہور، تفسیر کشاف۔ ج ۲۔ ص ۴۳۹، تفسیر بیضاوی۔ ص ۳۴۴)

(۹۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک ھو الفضل الکبیر ○ (پ ۲۲۔ ع ۱۶۔ آیت ۳۲)

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنہیں (اہل سمجھ کر) منتخب کیا کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کرکے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیکی و بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں (اوروں سے) گوئے سبقت لے گئے ہیں یہی (انتخاب و سبقت) تو خدا کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف کی جلد ۲، ص ۴۶۲، سطر ۵، مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں "ان بندوں سے آپؐ کی امت کے وہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین مراد ہیں جو قیامت تک کتاب خدا کے سچے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہوں گے جن کو خدا نے "امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس" فرمایا ہے۔

بحوالہ شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم۔ ص ۳۳، خدا کی حجت اور خلق خدا کے گواہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد ہیں تو بس حسب اصول موضوعہ کتاب خدا کے وارث بھی یہی حضرات ائمہ معصومین قرار پاتے ہیں عجب نہیں زمخشری کا بھی یہی مقصود ہو کیونکہ حضرت رسول کریمؐ کے بعد قیامت تک صحابہ، تابعین و تبع تابعین میں ان حضرات کے سوا اور کون ہادی رہ سکتا ہے۔ اسکی تائید حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے بھی کی ہے چنانچہ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی وجہ

ہے کہ بقول علامہ ابن حجرؒ صاحب صواعق محرقہ تمام صحابہ میں جناب امیرؑ کے سوا کسی نے سلونی قبل ان تفقدونی (میری موت کے قبل مجھ سے جو چاہو پوچھ لو) کا دعویٰ نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ اگر آپ کتاب خدا کے وارث نہ ہوتے تو ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ اسی بنا پر آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی اور رات کو نازل ہوئی یا دن کو، آبادی میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ یہ انہی حضرات کی مدح ہے جو خدا کی کتاب کے وارث اور سابق بالخیرات ہیں۔

(۹۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

رکل شیء احصینہ فی امام مبین ○

(پ ۲۲ – ع ۱۸ – آیت ۱۲)

ہم نے ہر چیز کو ایک صریح اور واضح امام میں حصار کر دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے استاد حضرت امام محمد باقرؑ (سیرت نعمان شبلی) ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رسول کریمؐ کے پاس کھڑے ہوئے تھے ان دونوں نے پوچھا کہ یا حضرت کیا امام مبین توریت ہے فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا انجیل ہے فرمایا نہیں پوچھا کیا قرآن ہے فرمایا نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے تو فرمایا "وہ یہ ہے" اس میں خداوند عالم نے تمام چیزوں کے علم کا احصا کر دیا ہے۔ (تفسیر صافی - ص ۳۷۶)

جابر بن عبداللہ انصاری نے رسول کریمؐ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نیکو کاروں کے امام اور بدکاروں کے قاتل ہیں۔ (ارجح المطالب - ص ۲۸) امام حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت جن باتوں میں اختلاف کرے گی ان کو تم ہی صریح اور واضح کر کے رفع اختلاف کرو گے۔ (مستدرک امام حاکم - ج ۳ - ص ۱۲۲، کنوز الحقائق - ص ۲۰۱)

اسی وجہ سے حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میں ہی امام مبین ہوں اور

حق کو باطل سے روشن اور نمایاں کر دیتا ہوں۔ (تفسیر صافی۔ ص ۴۷۶)

(۹۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقفوھم انھم مسئولون (پ ۲۳۔ ع ۶۔ آیت ۲۴)

اور ہاں ذرا انہیں ٹھہراؤ' ان سے (ایک ضروری بات اور بہت اہم امر کا بھی) سوال کیا جائے گا

علامہ ابن حجر مکی تحریر کرتے ہیں کہ ابو شجاع شیرویہ ابن شہردار ابن شیرویہ ابن شاخسرو الدیلمی الھمدانی متوفی ۵۰۹ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے آیہ مذکورہ کے متعلق فرمایا "وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علی" ان لوگوں کو روک لو' ان سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا علی کی ولایت کے قائل ہیں یا نہیں۔ یہی کچھ واحدی نے بھی کہا ہے ان کا بیان ہے کہ۔ انہیں روکو' ان سے ولایت علی اور اہل بیت کے بارے میں سوال کرنا ہے کیونکہ خداوند عالم نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ مخلوقات کو بتا دیں کہ وہ اجر رسالت محبت اہل بیت چاہتے ہیں۔ اب قیامت میں ان سے اسی کے بارے میں سوال ہو گا اور جانچا جائے گا کہ آیا ان لوگوں نے اجر رسالت ادا کیا ہے یا نہیں۔ اگر تبلیغ رسالت کی اجرت کی ادائیگی ثابت ہو گی تو خیر ہے ورنہ نتیجہ خراب ہو گا۔ (صواعق محرقہ۔ ص ۸۹' طبع مصر)

علامہ عبید اللہ امرتسری' بحوالہ واحدی' مناقب ابن مردویہ' فردوس الاخبار دیلمی رقمطراز ہیں کہ ابو سعید اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ کے متعلق کہ اور کھڑا کرو ان کو تحقیق ان سے پوچھنا ہے قیامت کے دن علی کی ولایت سے"

(ارجح المطالب۔ ص ۷۱ طبع لاہور)

علامہ شیخ قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب جہنم کے اوپر پل صراط نصب کر دیا جائے گا تو اس پر سے گزر کر بہشت میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جن کے پاس حضرت علی کی ولایت کی سند ہو گی۔ یہی بات خدا نے اپنے کلام میں فرمائی ہے۔ "ان لوگوں کو روکو ان سے علی کی ولایت کا سوال کیا جائے گا۔" (ینابیع المودۃ۔ ص ۹۳'

صواعق محرقہ - ص ۷۵)

(۹۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفدینہ بذبح عظیم ○ (پ ۲۳ - ع ۷ - آیت ۱۰۷)

اور ہم نے (اسمٰعیل کا) فدیہ ایک ذبح عظیم قرار دیا

علامہ ملا معین کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے درجات کو عالم باطن میں دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے پوچھا کہ اے خدا آل محمدؐ کے درمیان یہ کس کا درجہ ہے خطاب ہو کہ پیغمبر آخر الزمانؐ کا ایک فرزند جو نسل اسمٰعیل سے ہو گا جس کا نام حسین ہو گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے خدا میں ان کو اسمٰعیل سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ خدا نے فرمایا میں نے انہی کو اسمٰعیل کا فدیہ قرار دیا ہے یعنی ذبح عظیم سے مراد امام حسینؑ ہیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ وہی ہیں، بہشت کا دنبہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک سنت ہے جس کی بنیاد رکھی ہے اور کسی دنبہ کی کیا حقیقت ہے کہ خدا اس کو قرآن میں ذبح عظیم فرمائے۔ (معارج النبوت - ص ۳۵)

اسی کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

سر ابراہیم و اسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

(۹۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام علی الیاسین ○ (پ ۲۳ - ع ۸ - آیت ۱۳۰)

میری طرف سے آل یاسین کو سلام (ہی سلام) ہے۔

اس آیت میں یاسین سے مراد محمد مصطفیٰؐ ہیں (تفسیر بیضاوی ص ۳۶۳)

ابن ابی حاتمؒ طبرانی اور ابن مردویہ نے بحوالہ ابن عباس لکھا ہے کہ آیت میں آل

یٰسین سے آل محمدؐ مراد ہیں۔ (تفسیر در منثور ج ۵۔ ص ۲۸۶)

علامہ ابن حجر کی تحریر فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت نے امام المفسرین ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں آل یٰسین سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ (صواعق محرقہ ۔ ص ۸۸، طبع مصر)

(۹۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام نجعل الذین آمنو و عملو الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار○

(پ ۲۳۔ ع ۱۲۔ آیت ۲۸)

کیا جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے، ان کو ہم ان لوگوں کے برابر کر دیں جو روئے زمین میں فساد پھیلایا کرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو مثل بدکاروں کے بنا دیں۔

علامہ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بہ ابن عساکر، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ "الذین امنو و عملو الصالحات" سے مراد حضرت علیؑ، حضرت حمزہ، عبیدہ، ابن حارث ہیں اور زمین میں خرابی ڈالنے والوں سے مراد عتبہ، شیبہ اور ولید ہیں جنہوں نے بدر کے روز مقابلہ کیا تھا۔ سلمان فارسی سے مروی ہے کہ جب میں کبھی آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوتا تو حضرتؐ، جناب امیرؑ کے کندھوں پر ہاتھ مار کر فرماتے کہ یہ اور اسی کا گروہ نجات پانے والا ہے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۳۳۰ طبع لاہور)

(۹۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ○

(پ ۲۳۔ ع ۱۷۔ آیت ۲۲)

تو کیا وہ شخص جس کے سینے کو خدا نے (قبول) اسلام کے لئے کشادہ کر دیا

اور وہ اپنے پروردگار (کی ہدایت) کی روشنی پر چلتا ہے گمراہوں کے برابر ہو سکتا ہے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ اسباب نزول قرآن واحدی اور ابوالفرج ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب علیؑ اور حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور جس کا دل سخت ہو گیا' وہ ابولہب اور اسکی اولاد ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۹۶' طبع لاہور' ریاض النضرہ ۔ ج ۲۔ ص ۲۰۷)

(۹۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولٰئک ھم المتقون ○

(پ ۲۴۔ ع ۱۔ ایت ۳۳)

یاد رکھو جو رسول سچی بات لے کر آئے ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی' یہی لوگ تو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

اس امر پر اتفاق ہے اور فریقین کے علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت رسول خداؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہی ہیں اور انہی کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی ہے چنانچہ حافظ ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے سب سے پہلے تصدیق کی ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ (بحوالہ تفسیر در منثور۔ ج ۶۔ ص ۳۲۸' سطر ۲۴' مطبوعہ مصر)

(۹۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ○

(پ ۲۵۔ ع ۴۔ آیت ۲۳)

اے رسولؐ تم مسلمانوں سے کہہ دو کہ اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابتداروں کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ آپؐ کے

قرابتدار کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ علیؑ' فاطمہؑ اور ان کے دونوں بچے حسن و حسین ہیں۔(تفسیر بیضاوی۔ ص ۳۸۷)

علامہ ابن حجر مکی بحوالہ احمد طبرانی ابن ابی حاتم اور حاکم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول کریمؐ سے پوچھا کہ آپ کے وہ قرابتدار جن کی مودت و محبت ہم پر واجب ہوئی ہے کون لوگ ہیں فرمایا وہ علیؑ' فاطمہؑ اور ان کے دونوں بچے حسن و حسین ہیں۔(صواعق محرقہ۔ ص ۱۰۱' طبع مصر' تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی برحاشیہ قرآن مجید مترجمہ محدث ولی اللہ۔ ص ۷۷۱' طبع بمبئی ۱۲۹۷ھ)

جب اس آیہ مبارکہ "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی" نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ شہید مرتا ہے سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ مغفور ہے' سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ توبہ کیا ہوا مرا' سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ کامل الایمان مرا' سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے اس کو ملک الموت اور منکر و نکیر بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ بہشت میں اس طرح جائے گا جیسے دلہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا اس کی قبر کو خدا رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے۔ سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ رشد و ہدایت کے طریقہ پر مرا' سنو جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرا قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔ یاد رکھو کہ جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرا وہ کافر ہے سنو جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرا وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا پھر اسی وقت کسی نے پوچھا یا حضرتؐ جن کی محبت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے وہ لوگ کون ہیں۔ فرمایا علیؑ' فاطمہؑ' حسن و حسین۔ پھر فرمایا کہ جو شخص میرے اہل بیت پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دے اس پر بہشت حرام ہے۔(تفسیر کشاف۔ ج ۳۔ ص ۶۷' طبع مصر' صحیح بخاری' صحیح مسلم' مسند احمد ابن حنبل' در منثور' تفسیر کبیر۔ ج ۷۔ ص ۴۰۶' طبع استنبول' ینابیع المودۃ ص ۸۶' ارجح

المطالب۔ ص ۳۳۷)

(۱۰۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء
بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله
ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذالك
مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج
شطأه فآزره فاستغلظ فاستوىٰ على سوقه يعجب
الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين امنوا و
عملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظيماo

(پ۲۶۔ ع ۱۲۔ آیت ۲۹)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو انکو دیکھے گا کہ خدا کے سامنے جھکے سر بسجود ہیں خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں۔ کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں اور یہی حالات انجیل میں بھی مذکور ہیں وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی پھر اجزائے زمین کو غذا بنا کر اس سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی اور اتنی جلد ترقی اس لئے دی تاکہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے خدا نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۱۰) امام فخرالدین رازی تحریر فرماتے ہیں کہ

صحابہ میں ابودجانہ اور خالد کی ایک ایسی جماعت تھی جو شجاعت میں مشہور تھی لیکن سب کی شجاعت سے حضرت علیؑ کی شجاعت زیادہ نفع رساں تھی کیا تم نہیں دیکھتے کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا "علی کی ایک ضرب جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔" (اربعین رازی)

(۱۰۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان المتقین فی جنت و عیون ○ اخذین ما آتھم ربھم انھم کانو اقبل ذالک محسنین ○ کانو قلیلا من الیل ما یھجعون ○ وبالاسحار ھم یستغفرون ○

(پ۲۶۔ ع۱۸۔ آیت ۱۵ تا ۱۷)

بے شک پرہیزگار لوگ بہشت کے باغوں اور چشموں میں عیش کرتے ہوں گے جو ان کا پروردگار عطا کرتا ہے یہ خوش خوش لے رہے ہیں یہ لوگ اس سے پہلے دنیا میں (عبادت کی وجہ سے) نیکوکار تھے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے اور پچھلے پہر کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔

مولانا ولی اللہ فرنگی محلی لکھنوی بحوالہ قتادہ و سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرات علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ، حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید کربلا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کی عادت تھی کہ آپ رات کے پہلے حصہ میں نماز عشاء اور اس کی تعقیبات میں مشغول رہتے تھے اور آخری حصہ میں تہجد اور تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے ہر شب ستر رکعت نماز پڑھتے جس میں پورا قرآن ختم فرماتے تھے اور علی الصبح ذکر خدا میں مشغول رہتے۔ (تفسیر معدن الجواہر۔ ج ۳ قلمی)

(۱۰۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والنجم اذا ھوی ○ ماضل صاحبکم وما غوی ○ وما

یسطق عن الھوی○ ان ھو الا وحی یوحی○
(پ ۲۷ ۔ ع ۵ ۔ آیت ۱ تا ۴)
تارے کی قسم جب ٹوٹا کہ تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکے۔ اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

یہ آیت دو اہم واقعات کی طرف غمازی کرتی ہے ایک تو یہ کہ حضرت علیؑ کے گھر میں ستارا اترا اور اترنے کے بعد قسم کھائے جانے کے قابل بنا۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ نے مسجد کی طرف کے کل دروازے لوگوں کے گھروں کے بند کرا دیئے تھے، صرف علی کا دروازہ کھلا رہا تھا جس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں۔

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن طیب الجلابی المعروف بہ ابن مغازلی واسطی متوفی ۴۸۳ھ اپنی کتاب مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا۔ یہ دیکھتے ہی آپؐ نے فرمایا کہ یہ ستارا جس کے گھر اترے گا وہی میرے بعد میرا وصی ہوگا۔ یہ سن کر لوگ اس کے دیکھنے کے واسطے اٹھے تو دیکھا کہ وہ علی ابن ابی طالب کے گھر میں اترا ہے تو لوگ گستاخانہ کہنے لگے کہ "یا رسول اللہ آپ علی کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں۔" (ارجح المطالب۔ ص ۹۰، طبع لاہور)

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے ابوالحمراء اور حبۃ العرنی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کے سوا جتنے دروازے مسجد میں تھے سب کے سب بند کر دینے کا حکم دیا تو یہ لوگوں پر گراں گزرا۔ حبۃ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حمزہ ابن عبدالمطلب سرخ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے چچا کو اور ابوبکر، عمر، عباس کو تو نکالا مگر اپنے چچازاد بھائی علی کو جگہ دی اس پر ایک آدمی بول اٹھا کہ اگر رسولؐ نے اپنے چچازاد بھائی کا رتبہ بلند کیا تو لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ یہ خبر حضرت رسولؐ تک پہنچی تو آپؐ نے سب لوگوں کو نماز کے وقت بلا بھیجا پھر منبر پر تشریف لے جا کر ایک ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ لوگوں

نے ایسا خطبہ کبھی نہ سنا تھا جب خطبہ تمام ہو چکا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے نہ اپنے جی سے دروازوں کو بند کیا اور نہ اپنے جی سے کھولا اور نہ اپنے جی سے تم لوگوں کو نکالا اور نہ اپنے جی سے علی کو جگہ دی۔ اس کے بعد متذکرہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ (در منثور۔ ج۶۔ ص ۱۲۲' طبع مصر)

(۱۰۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والسبقون السبقون○ اولئک المقربون○

(پ ۲۷۔ ع ۱۳۔ آیت ۱۰' ۱۱)

اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں (واہ کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے تھے اور وہی اللہ کے مقرب بندے ہیں۔

علامہ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب حزقیل مومن آل فرعون' حبیب نجار اور علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں کا ہر شخص اپنے عہد میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہے اور حضرت علیؑ ان سب میں افضل ہیں۔ (روح المعانی۔ ج ۸۔ ص ۲۱۳' ارجح المطالب۔ ص ۱۰۳' طبع لاہور' تفسیر معدن الجواہر' تفسیر کبیر فخرالدین رازی)

(۱۰۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین امنوا باللہ و رسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم○ (پ ۲۷۔ ع ۱۸۔ آیت ۱۹)

جو خدا اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ہوں گے۔

امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اسی بنا پر خود حضرت نے منبر پر فرمایا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

علامہ سیوطی نے حضرت کی مدح میں روایت کی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے

آپ ہی رسول اللہؐ سے مصافحہ کریں گے اور آپ ہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق اعظم ہیں۔

علامہ عبید اللہ امرتسری نے احمد بن حنبل، غطلی ابن مغازلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(ارجح المطالب۔ ص ۵۵، مسند احمد بن حنبل و تفسیر سیوطی)

(۱۰۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم

✓ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص○ (پ ۲۸۔ ع ۹۔ آیت ۴)

خدا تو ان لوگوں سے الفت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح پرا باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں۔

مقاتل بن سلیمان نے ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ جب جنگ کے لئے صف بستہ ہوتے تھے تو ان کی کیفیت سیسہ پلائی ہوئی ٹھوس دیوار جیسی ہوتی۔ یہ کیفیت چونکہ خداوند عالم کو بہت ہی محبوب تھی اس لئے اس نے آپ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (معدن الجواہر ولی اللہ فرنگی محل)

علامہ عبید اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ جتنے مشاہد بدر، احد، احزاب وغیرہ کہ آنحضرتؐ کی حیات بابرکات میں پیش آئے ان میں جناب امیرؑ کی شجاعت ذاتی اور فن پہلوانی کا ظہور ہوا ہے جن کے سامنے سام و نریمان سلطوری بازیچہ طفلاں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ سرور عالم کے انتقال پر ملال کے بعد جناب امیرؑ کو تین واقعے پیش آئے، جمل صفین نہروان، ان تینوں میں آپ کے ذاتی جوہر جلادت کے ساتھ آپ کا فن سپہ سالاری اور آداب حرب و قواعد فوج کشی ظاہر ہوا جن سے علی وجہ الکمال پر یہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ اپنی تھوڑی سے فوج کے ساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو پسپا کر دیتے تھے ۔(ارجح المطالب۔ ص ۲۳۴) حضرت رسول کریمؐ نے عدی بن حاتم طائی کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ علی بن ابی طالب شہسوار امت ہیں (ص ۲۳۶)۔ حضرت علیؑ زرہ

میں صرف آگے کی زنجیریں رکھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اگر پیچھے سے دشمن حملہ کر دے تو کیا بنے گا آپؑ نے فرمایا کہ میں اپنے دشمن کو پیچھے آنے دوں تو خدا مجھے زندہ و باقی نہ رکھے۔ (صفحہ ۲۳۵)

جناب امیر کی ضربیں ایک بار ہی پورا کاٹ ڈالنے والی ہوتی تھیں۔ اگر سر پر پڑتی تھیں تو نیچے تک تسمہ باقی نہ چھوڑتی تھیں۔ اور اگر کروٹ پر پڑتی تو دوسرے کروٹ تک صاف کاٹ جاتی تھیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۲۳۶)

(۱۰۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظہرا علیہ فان اللہ ہو مولٰہ وجبرئیل وصالح المومنین ○

(پ ۲۸۔ ع ۱۹۔ آیت ۴)

اے رسول کی بیویو! اگر تم دونوں رسول کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی تو کچھ پرواہ نہیں، کیونکہ خدا اور جبرئیل اور تمام ایمان والوں میں نیک شخص ان کے مددگار ہیں۔

علامہ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بہ ابن عساکر علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ مردویہ حضرت ابن عباس اور اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ آیت میں صالح المومنین سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۳۸، طبع لاہور، انوار اللغتہ۔ پ ۲۶۔ ص ۱۰۰، کنزالعمال، تفسیر ثعلبی، حلیتہ الاولیاء، اربعین رازی)

آیہ مذکورہ کا ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن نے یوں کیا ہے "اور اگر دونوں چڑھائی کرو گی اس پر تو اللہ ہے اس کا رفیق اور جبرئیل اور نیک بخت ایمان والے۔" علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ یہ عائشہ اور حفصہ سے خطاب ہے۔ (قرآن المجید مترجمہ شیخ الہند۔ ص ۷۲۷ طبع بجنور یوپی)

(۱۰۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعی
بین ایدیھم وبایمانھم○(پ۲۸-ع۲۰ آیت۸)

اس دن جب خدا رسول کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف (روشنی کرتا) چل رہا ہو گا۔

اس آیت میں خداوند عالم، پیغمبر خدا اور ان کے خصوصی مومنین کی حالت پر روشنی ڈال رہا ہے اور وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ حضرات جنت کی تمام چیزوں کو تصرف میں لائیں گے اور جب یہ پل صراط پر سے یا کسی بھی مقام سے گزریں گے تو قدرتی نور ان کی رہروی کے لئے رہبری کرے گا۔

علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بحوالہ حضرت عبداللہ بن عباس لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز سب سے اول جناب ابراہیمؑ (جن کی نسل سے رسول خداؐ ہیں) بہ باعث خلیل اللہ ہونے کے جنت کے لباس سے ملبوس ہوں گے پھر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیونکہ وہ برگزیدہ درگاہ الٰہی ہیں پھر علی بن ابی طالبؑ اور وہ ان دونوں کے درمیان جنت میں ٹہلتے ہوں گے پھر حضرتؐ نے اس آیت کو پڑھا۔ علامہ عبید اللہ امرتسری نے اس روایت کے حوالہ سے مذکورہ آیت کو حضرت علیؑ کی مدح میں تحریر فرمایا ہے۔ (ارجح المطالب ص ۹۳)

(۱۰۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل ھذا الذی
کنتم بہ تدعون○(پ۲۹ ع۲- آیت۲۷)

تو یہ لوگ جب اسے قریب سے دیکھ لیں گے تو خوف کے مارے کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے تم خواستگار تھے۔

اس آیت کے متعلق علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی تحریر فرماتے ہیں کہ حاکم نے

بسلسلہ اسناد" اعمش سے اور انہوں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما اسلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ حضرات نے کہ جب مخالفین اور دشمنان علی دیکھیں گے کہ حضرت علیؑ کو خداوند عالم سے تقرب حاصل ہے تو جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کے چہرے بگڑ جائیں گے 'یعنی جنھوں نے نعمت خداوندی' جو امامت علیؑ ہے کا انکار کیا تھا اور ان سے کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جس کے تم دعویدار تھے کہ علیؑ کی مخالفت اور ان سے برسر پیکار ہونا اور ان سے جنگ کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں ہے۔ اس مقام کے عیون الفاظ یہ ہیں "ان سے کہا جائے گا کہ یہ علیؑ وہی ہے جس کے بارے میں تم یہ دعوی کرتے تھے کہ ان کی مخالفت اور ان سے جنگ و قتال ایسا امر ہے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (ینابیع المودۃ۔ ص ۸۴)

معصوم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب امیرالمومنینؑ کے دشمن دیکھیں گے کہ انہیں کے ہاتھ میں لواء حمد ہے 'یہی ساقی کوثر ہیں' جسے چاہتے ہیں سیراب کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہٹا دیتے ہیں تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کی شہرت اور جس کا مقام تم نے چھیننے کی سعی میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ (تفسیر صافی۔ ص ۳۵۸)

(۱۰۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

(پ ۲۹۔ ع ۱۹۔ آیت ۸)

(یہ حضرات آل محمدؐ) ایسے ہیں کہ خدا کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

یہ آیت سورہ دہر کی ہے اور سورہ دہر تقریباً تمام کا تمام آل محمدؐ سے متعلق ہے خصوصاً اس کی بارہ آیتیں یقینی طور پر انہیں کی مدح میں آئی ہیں یعنی آیت ۱۱ سے ۲۲ تک آل محمدؐ کے تذکرہ سے رطب اللسان ہے۔

آیہ مذکورہ کے متعلق علامہ زمخشری اور قاضی بیضاوی وغیرہ رقمطراز ہیں کہ حضرت

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرات حسنینؑ بیمار ہو گئے۔ حضرت رسول کریمؐ حضرت ابوبکر و عمر کو لے کر ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کی یا ابالحسن اگر آپ اپنے ان نورچشموں کے لئے نذر مانتے تو بہتر تھا، پس جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ اور ان کی کنیز فضہ نے ان کی تندرستی پر تین تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ جب وہ دونوں صاحبزادے صحت یاب ہو گئے تو سب نے مل کر روزے رکھے، ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جو افطار کے کام آتا۔ جناب امیرؑ نے شمعون یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لئے۔ اس میں سے ایک پیمانہ کو جناب سیدہؑ نے پیس کر پانچ روٹیاں ان کی تعداد کے موافق پکائیں، جب افطار کے لئے ان کے آگے رکھیں ایک سائل نے آکر صدا دی، السلام علیکم اے اہل بیت محمدؐ میں مساکین مدینہ میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ، خدا تم کو جنت کی نعمتوں سے سیر کرے گا۔ سبھوں نے اپنا اپنا کھانا اسے بخش دیا اور سب پانی سے افطار کر کے سو رہے اور پھر دوسرے دن دن بھر روزہ رکھا جب رات ہوئی اور افطار کے لئے کھانا پکایا گیا ایک سائل نے آکر آواز دی میں یتیم ہوں مجھے کھانا کھلاؤ، سب نے اپنا اپنا کھانا اٹھا کر دے دیا اور سب پانی سے افطار کر کے سو رہے۔ پس اسی طرح سے تیسرے روز کی افطاری ایک قیدی کو بخش دی۔ صبح کو جناب امیرؑ جب حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسول کریمؐ کے پاس گئے تو اس وقت وہ دونوں صاحبزادے مرغ کے چوزے کی طرح کانپ رہے تھے حضرتؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ان کی کیا حالت ہے جس سے مجھے دکھ ہو رہا ہے پھر آپ جناب امیرؑ کے گھر تشریف لے گئے، جناب سیدہؑ کو محراب عبادت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا ہے اور آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ حضرتؐ کو یہ دیکھ کر نہایت ملول ہوا۔ اتنے میں جناب جبرئیل تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمدؐ یہ لیجئے خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کی نسبت تہنیت دیتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔ (تفسیر کشاف۔ ج ۳ ص ۲۳۹ طبع مصر، تفسیر بیضاوی ص ۴۵، ریاض النضرہ ج ۲۔ ص ۲۰۷)

علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے مذکورہ روایات لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سیدہؑ کی متغیر حالت جناب رسول کریمؐ نے دیکھی تو فریاد کے لہجہ میں فرمایا "اے

میرے پروردگار مالک اے اللہ کی محمدؐ کے اہل بیت بھوک سے مرجائیں گے۔" اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور پورا سورہ دہر حضرتؐ پر پڑھ دیا۔ (ینابیع المودۃ ۔ ص ۲۷۱، بیضاوی ۔ ص ۳۵۱)

(۱۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الذین امنو وعملو الصلحت اولئک ھم خیر البریہ

(پ ۳۰ ۔ ع ۲۳ ۔ آیت ۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے' یہ لوگ بہترین خلائق ہیں' ان کی جزا ان کے پروردگار کے یہاں ہمیشہ رہنے سہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ابدالاباد ہمیشہ اسی میں رہیں گے' خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش' یہ جزا خاص اسی کی ہے جو خدا سے ڈرے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر کرتے ہیں کہ "یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں حتیٰ کہ ان میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ (قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند ۔ ص ۷۸۳)

ابن عدی کا بیان ہے کہ ابو سعید خدری نے ارشاد کیا کہ آیت میں "خیر البریہ" سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس آیت کی تفسیر میں علی بن ابی طالبؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم اور تمہارے شیعہ خیر البریہ ہیں اور قیامت کے دن خدا تم لوگوں سے اور تم لوگ خدا سے راضی ہو۔

علامہ ابن مردویہ اور خوارزمی اور سیوطی نے زید ابن شراحیل انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "آنحضرتؐ ایک دن میرے سینے پر سر رکھے ہوئے بیٹھے تھے دوران گفتگو میں فرمانے لگے کہ اے علی بہترین خلائق تو اور تیرے شیعہ ہیں۔ ابن عساکر جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مذکورہ آیت کی

تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "علیؑ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے" پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اس واقعہ کے بعد سے جب اصحاب رسولؐ کو حضرت علیؑ آتے ہوئے دکھائی دیتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ "خیر البریہ" آ رہے ہیں۔ (ارجح المطالب - ص ۸۵، طبع لاہور، تفسیر در منثور - ج ۶ - ص ۳۷۹ وغیرہ، صواعق محرقہ - ص ۹۶، طبع مصر)

طواف خانہ کعبہ ازاں شد بر ہمہ واجب
کہ آنجا در وجود آمد علی ابن ابی طالبؑ
(مولانا لطف اللہ نیشاپوری)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱) حضرت بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خطبہ ارشاد کیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا اور لوگوں کو آخرت کا خوف دلایا اور وعید الٰہی سے ڈرایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں۔ جناب امیرؑ سنتے ہی فوراً اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے تو آپ نے ان کو سینہ مبارک سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور رونے لگے یہاں تک کہ رخسار مبارک پر اشک جاری ہو گئے پھر بہ آواز بلند ارشاد فرمایا:

"اے گروہ اہل اسلام یہ علی بن ابی طالب شیخ المہاجرین والانصار ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اور میرا ابن عم اور میر داماد اور میرا گوشت اور میرا خون ہے یہ ابوالسبطین یعنی امام حسن اور امام حسینؑ کا باپ ہے جو اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یہ مجھ سے تکلیف کو دور کرنے والا ہے یہ خدا کی زمین پر خدا کا شیر ہے اور اس کے دشمنوں کے لئے اس کی برہنہ شمشیر ہے اس کے دشمنوں پر خدا اور خدا کے فرشتے لعنت کرتے ہیں "اللہ ان سے بیزار ہے اور میں ان سے بیزار ہوں پس اگر کوئی خدا کی اور میری بیزاری سے واقف ہو تو وہ ان سے بیزاری اختیار کرے تم حاضرین میں ہر ایک کو چاہیے کہ غائبوں کو اس سے آگاہ کرے۔" (ارجح المطالب۔ ص ۴۳، اخرجہ "شرف النبوۃ" موئفہ ابو سعید عبدالملک بن ابی عثمان محمد الواعظ)

۲) جناب امیر علیہ السلام کا غلام سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتا ہے کہ میں جناب امیرؑ

کے ساتھ ان کی زمین پر تھا اور وہ اس پر کاشتکاری کر رہے تھے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ملنے کو آئے اور السلام علیک یا امیر المومنین و رحمتہ اللہ و برکاتہ کہہ کر سنت سلام ادا کی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی میں اسی طرح سے کہا کرتے تھے؟ حضرت عمر نے جواب دیا کہ حضرتؐ ہی نے ہم کو حکم دیا تھا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۲۵، اخرجہ ابن مردویہ)

۳) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ جناب امیرؑ تشریف لائے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کا سردار ہے' میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ عرب کے سردار ہیں۔ فرمایا میں تمام عالم کا سردار ہوں یہ عرب کا سردار ہے۔
(ارجح المطالب ص ۲۹، اخرجہ البیہقی والحاکم)

۴) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف رکھتے تھے اتنے میں جناب امیرؑ تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ام المومنین کے درمیان بیٹھ گئے بی بی عائشہ جھنجھلا کر بولیں کیا میری ران پر بیٹھنے کے سوا آپ کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بی بی عائشہ کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا کہ "چھوڑ میرے بھائی کے بارے میں تو نے مجھے ایذا دی۔ یہ مومنین کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور سفید ہاتھ اور سفید منہ والوں کا پیشوا ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔
(ارجح المطالب۔ ص ۲۹، اخرجہ ابن مردویہ)

۵) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر میں رونق افروز تھے۔ حضرت ام حبیبہ سے ارشاد فرمایا اے

ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ ہمیں ایک ضروری امر درپیش ہے۔ پھر آپ نے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسے گا مومنوں کا امیر اور عرب کا سردار اور تمام اوصیا سے بہتر اور سب لوگوں سے برتر ہو گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے دل میں کہنے لگا الٰہی وہ شخص جس کے لئے حضرتؐ نے یہ سب کچھ فرمایا ہے وہ انصار میں سے ہو۔ ناگہاں جناب امیر علیہ السلام دروازے سے گھس آئے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۲۶' اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

۶) سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ تحقیق یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور یہ اس امت میں (فاروق) حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے اور یہ مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر) ہے اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے۔ (ارجح المطالب ۔ص ۳۰' اخرجہ الطبری والدیلمی والطبرانی فی الکبیر فی المسند سلمان)

۷) حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو اور تم جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے اور اس میں اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخل کرو گے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۳۹' اخرجہ الدیلمی وابن مغازلی وقاضی عیاض فی الشفاء)

۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ تحقیق جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی توبہ کا دروازہ ہے جو شخص کہ اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو شخص اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۴۴' اخرجہ الدار قطنی)

۹) ابو اسحاق احمد بن محمد بن ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد کو ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عباس چاہ زمزم کے کنارے بیٹھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں بیان کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک آدمی عمامہ پوش آنکلا' ابن عباس نے احادیث کے بیان میں توقف کیا۔ وہ شخص آنحضرتؐ کی حدیث بیان کرنے لگا' ابن عباس نے کہا اے شخص میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتا تو کون ہے' اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا اے لوگو جس نے مجھے پہچانا ہو یا نہ پہچانتا ہو وہ پہچان لے میں ابوذر غفاری ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان دونوں کانوں کے ساتھ سنا ہے ورنہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے ورنہ یہ دونوں چشم ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی کی شان میں فرماتے تھے وہ نیکوکاروں کا پیشوا ہے اور بدکاروں کا قاتل ہے فتح مند ہوا وہ شخص کہ جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا وہ جس نے اس کو چھوڑا۔ ایک روز میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ جناب امیرؑ رکوع میں تھے سائل کو اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا اس میں نقش دار انگوٹھی پڑی ہوئی تھی سائل نے وہ انگوٹھی ان کی انگلی سے اتار لی۔ یہ تمام ماجرا حضرتؐ دیکھ رہے تھے۔ جب حضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے آپؐ نے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا کر کہا الٰہی میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے استدعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر میری زبان کی گرہ کھول ڈال تاکہ میری بات کو لوگ سمجھ سکیں اور میرے گھر کے لوگوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر اور اس کو میرے کام میں میرا شریک بنا پس اے میرے پروردگار تو نے بنا بولتا ہوا قرآن اس پر نازل کیا کہ ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو کو قوی کریں گے اور تم دونوں کو غالب بنائیں گے اور وہ لوگ ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم کو تکلیف نہ دے سکیں گے۔ الٰہی میں محمد تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ بندہ ہوں پس میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور میرے گھر والوں

سے علی کو میرا وزیر بنا اور اسکی وجہ سے میری پشت کو قوی کر۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۷)

۱۰) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم علی کو اپنا خلیفہ بناؤ گے تو تم اسے ہادی اور مھدی پاؤ گے۔

(ارجح المطالب۔ ص ۵۳، اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب)

۱۱) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے پس اس کا ایک ربع ہماری شان میں ہے اور اس کا ایک ربع ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے اور ایک ربع قصص اور امثال اور ایک ربع فرائض اور احکام ہیں اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۶، اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

۱۲) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (اپنی قوم سے کہہ دے تو اے محمد کہ میں تم سے اس ہدایت کے بدلے میں کچھ اجرت طلب نہیں کرتا مگر قرابت داروں سے محبت) لوگوں نے عرض کیا جن لوگوں کی محبت کے لئے خدا نے ہمیں حکم دیا ہے وہ کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۶۱، اخرجہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی، البغوی عن مقاتل والثعلبی والحاکم والدیلمی والطبری)

۱۳) جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے تمام بھائیوں میں بہتر علیؑ ہیں اور تمام چچوں میں سے بہتر حمزہ ہیں اور علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۹۸، اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار فی کنز العمال)

۱۴) عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب علیؑ کی نسبت پوچھا گیا' حضرتؐ نے فرمایا کہ حکمت دس حصوں پر تقسیم کی گئی ہے پس علیؑ کو نو حصے اس کے دیے گئے اور ایک حصہ سب لوگوں کو دیا گیا۔(ارجح المطالب ص۱۰۶' اخرجہ الدیلمی)

۱۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے یہ علی بن ابی طالب ہے' اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر نبی میرے بعد نہیں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا اے ام سلمہ گواہ رہیو اور سن کہ یہ علی مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور میرے علم کا خزانہ ہے اور میرے علم کا ایسا دروازہ ہے کہ جس سے لوگ داخل ہو سکتے ہیں اور میرے اہل بیت کے مردوں کا وصی ہے اور دنیا میں میرا بھائی ہے اور آخرت میں میرے ہم صحبت ہے اور میرے ساتھ جنت کی اونچی جگہ میں ہو گا۔(ارجح المطالب۔ ص۱۰۹' اخرجہ ابو نعیم فی منقبۃ المطہرین والخوارزمی فی المناقب و الشیرازی فی الالقاب)

۱۶) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی سے فرماتے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے ہو اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہو۔(ارجح المطالب۔ ص۱۱۱' اخرجہ احمد)

۱۷) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر دونوں نہ وارد ہوں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۲۱، اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

۱۸) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میرے بعد میری امت میں علی ابن ابی طالب زیادہ فضا والا ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۱۹، خرجہ الخوارزمی فی المناقب)

۱۹) بیہقی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدم کو ان کے علم کے ساتھ اور حضرت نوح کو ان کے تقوے کے ساتھ اور حضرت ابراہیم کو ان کے خلیل ہونے کے ساتھ اور حضرت موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور حضرت عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۳۸)

۲۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب سرورعالم فرماتے تھے کہ علی کو پانچ ایسے امور عطا ہوئے ہیں کہ میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں اول یہ ہے کہ وہ خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہے گا جب تک کہ حساب سے فارغ ہو، دوسرے یہ کہ لواء حمد اس کے ہاتھ میں ہوگا آدم اور اولاد آدم اس کے نیچے ہوں گے، تیسرے یہ کہ وہ میرے حوض کے پیچھے کھڑا ہوگا جس کو میری امت سے پہچانے گا اس کو پلائے گا، چوتھے یہ ہے کہ وہ میرے ستر کو ڈھانپے گا اور مجھ کو میرے خدا کے سپرد کرے گا، اور پانچواں یہ کہ مجھے مطلق خوف نہیں کہ وہ پارسا ہونے کے بعد پھر زنا کی طرف رجوع کرے یا بعد ایمان کفر کی جانب عود کرے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۶۱، خرجہ احمد فی المناقب)

(۲۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے پاس چار درہم تھے کہ ان کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا۔ آپ نے ایک درہم رات' اور ایک دن اور ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر خیرات کیا پس پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "وہ لوگ جو اپنے مال کو خیرات کرتے ہیں' رات میں اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر پس ان کے لئے ان کے خدا کے پاس اجر ہے اور نہیں ہے خوف ان پر اور نہ وہ اندوہ گیں ہوں گے۔" (ارجح المطالب - ص ۱۲۲' نقل الواحدی فی تفسیرہ)

(۲۲) فضل اللہ بن روزبہان شافعی تحفہ میں ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر' عمرو (بن عبدود) کے مقابلے کے لئے نکلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔
(ارجح المطالب - ص ۱۸۳)

۲۳ شہر بن خوشب رضی اللہ عنہ جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بہ تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سے کہا میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلاؤ' وہ ان کو اپنے ہمراہ لائیں۔ آپ نے ایک کپڑا جو مجھے خیبر میں ہاتھ لگا تھا اور میرے پاس تھا' ان پر ڈال دیا اور دعا کی اے میرے پروردگار یہ آل محمد ہیں پس تو اپنی رحمت اور برکتیں ان پر نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں ہیں اور تو ہے ستودہ اور برگزیدہ۔
(ارجح المطالب - ص ۳۰۲' اخرجہ البیہقی)

(۲۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے تشہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی (رواہ بن عبدالبر)
شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور

ان کی آل پر درود نہ پڑھا اس کو چاہئے کہ نماز کا اعادہ کرے۔(اخرجہ البیہقی)
امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے اور قرآن شریف اس کے لئے نازل کیا ہے تمہارے مرتبہ کی بڑائی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔(جواہر العقدین، ارجح المطالب۔ ص ۳۰۲)

۲۵) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (پس کہہ دے یا رسول اللہ نصاریٰ کو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو، پھر دعا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں (جھوٹوں پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں۔
(اخرجہ مسلم والترمذی ونسائی)
جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ انفسنا سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علی مراد ہیں اور ابناءنا سے حضرات حسنین اور نساءنا سے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔(رواہ الحاکم فی المستدرک)

۲۶) ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ وہ کعبہ شریف کا دروازہ پکڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے اہل بیت سفینہ نوح کی مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو مخالف ہوا ہلاک ہوا۔
(اخرجہ احمد فی مسند الجریری تارحتہ)
عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ بہ تحقیق جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت سفینہ نوح کی مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا سلامت رہا جس نے اسے ترک کیا غرق ہو۔(اخرجہ البزار فی مسند، ارجح المطالب ص ۳۱۴)

۲۷) انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل کو اور علیؑ کو پیار کرو۔ جس نے کہ میرے اہل بیت میں سے کسی ایک سے بغض رکھا بہ تحقیق اس پر میری شفاعت حرام ہو گئی۔
(ارجح المطالب۔ ص ۳۲۹' اخرجہ احمد فی المناقب)

۲۸) زید بن ثابت سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں' خدا کی کتاب اور میری عترت' وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک میرے پاس نہ آئیں۔
(ارجح المطالب ص ۳۱۷' اخرجہ الطبرانی فی مسند زید بن ثابت وفی روایت الی تارک فیکم الثقلین)

۲۹) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں جس میں کہ حضورؐ انتقال فرما گئے' فرمایا اور اس وقت صحابہ سے حجرہ بھرا ہوا تھا کہ اے لوگو گمان کیا جاتا ہے کہ میں بہت جلدی انتقال کرنے والا ہوں اور میں نے عذر کے ساتھ بات تمہیں سنا دی ہے۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ اپنے رب اور بزرگ و برتر کی کتاب اور اپنے خویش اہل بیت' پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جب تک کہ حوض پر نہ پہنچیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔
(ارجح المطالب۔ ص ۳۲۲' اخرجہ ابن عقدہ)

۳۰) عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو طائف کی طرف ہوئے اور اس کا سترہ دن یا انیس دن محاصرہ کیا پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں بے شک حوض کوثر تمہارے وعدے کی جگہ ہے'

مجھے اسی کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور تم نماز پڑھا کرو اور زکواۃ دو ورنہ تمہاری طرف ایسے آدمی بھیجوں گا کہ وہ میرے جیسا ہے وہ تمہاری گردن مارے گا پھر جناب علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ یہ ہے۔ (ارجح المطالب - ص ۴۲۷، اخرجہ ابن ابی شیبہ ابو یعلی والحاکم)

(۳۱) امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (قل لا اسئلکم---الخ) نازل ہوئی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جن کی مودت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فاطمہ اور علی ان کے دونوں بیٹے ہیں۔ (ارجح المطالب - ص ۳۲۸، اخرجہ احمد وابن حاتم والطبرانی والحاکم واحد ملی والثعلبی)

(۳۲) جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں نے ہرگز خدا سے کفر نہیں کیا ہے، مومن الیاس (یعنی حضرت یوشع پر ایمان لانے والا) اور علی بن ابی طالب اور فرعون کی بیوی آسیہ۔ (ارجح المطالب - ص ۳۷۵، اخرجہ ابن عدی وابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور)

(۳۳) حسن بن مدائنی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے بچپن میں ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی اسی وجہ سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے یعنی خدا نے ان کے چہرہ کو بزرگ کیا تھا کہ وہ بتوں کے آگے نہیں جھکے۔ اور یہ لقب ان کے سوا اور کسی اصحاب کے حق میں نہیں بولا جاتا ہے۔ (نزل الابرار علامہ بدخشی، ارجح المطالب۔ ص ۳۷۶، اخرجہ ابن سعد فی طبقات وابن عبد البر فی الاستیعاب و شیخ قاسم بن قطوبغا الحنفی فی المسند المشہورۃ بہ مسند ابی حنیفہ)

(۳۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب علیؑ میں چار ایسی باتیں ہیں کہ ان کے

سوا کسی دوسرے میں نہیں۔ وہ ہر ایک عربی و عجمی سے پہلے حضرت کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے اور ایسے شخص ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ایک جنگ میں حضرت کا علم ان کے پاس تھا اور انھوں نے سختی کے دن اپنی جان سے حضرتؐ کے ساتھ صبر کیا اور انھوں نے حضرتؐ کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۳۷۶ ' اخرجہ الترمذی)

۳۵) عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے روز جب حضرت کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گردا گرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے' ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ دیوتا تھا' حضرت چھڑی کے ساتھ ان کو ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا' پس منہ کے بل وہ بت گرتے تھے یہاں تک کہ سب بت گرا دیئے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت باقی رہ گیا جو صیقل کئے ہوئے اور ڈھلی ہوئی پیتل سے بنا ہوا تھا جناب امیر کو کندھے پر اٹھا کر فرمایا علی اس کو پھینک دو وہ جناب امیرؑ نے چڑھ کر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۳۸۱' تفسیر نیشاپوری فی قولہ تعالےٰ جاء الحق زھق الباطل)

۳۶) زید بن ارقمؓ اور براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں چند نفر کی آمد و رفت کے لئے مسجد میں دروازے تھے' ایک روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کر دو۔ بعض لوگ اس میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔ حضرتؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ علی کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کئے جائیں۔ اور اسی خطبہ میں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا واللہ میں نے کسی کے دروازے کو بند نہیں کیا اور نہ کھولا ہے لیکن جو کچھ ہوا ہے میں نے وہی کیا جس کا مجھے حکم ہوا۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۳۸۵' اخرجہ احمد والنسائی والحاکم)

۳۷) عمر بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان رشتہ برادری (مواخات) قائم کیا' علی سب سے پیچھے رہ گئے ان کا بھائی بنتا ہوا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ حضرتؑ سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ آپ نے رشتہ اخوت ملا دیا ہے اور مجھے یوں ہی چھوڑ دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا تو جانتا ہے ہم نے تجھے کیوں چھوڑ دیا ہے' ہم نے صرف اپنی ذات کے لئے چھوڑ دیا ہے تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ ہم تجھے بتاتے ہیں یوں کہا کر میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے سوا اگر کوئی یہ بات کہے گا تو وہ جھوٹا ہو گا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۳۹۹' اخرجہ احمد)

۳۸) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک نظیر اس کی امت میں ہوتی رہی ہے پس علی میری نظیر ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۲۵' اخرجہ الخطیب والدیلمی)

۳۹) جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری امت کے لوگ تیرے حق میں ایسی بات نہ کہہ گزریں کہ جو نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کہہ رہے ہیں تو البتہ آج میں تیرے حق میں ایک بات کہتا کہ تو کسی مسلمان کے پاس سے ہو کر نہ گزرتا کہ وہ تیرے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں اپنے لئے برکت نہ طلب کرتا۔
(ارجح المطالب۔ ص ۴۲۵' اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

۴۰) حارث الاعور جناب امیر علیہ السلام کے علمدار ناقل ہیں کہ ہم کو خبر لگی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ ارشاد فرمایا میں تمہیں ایسا شخص دکھاؤں کہ اپنے علم میں وہ جناب آدم اور فہم میں جناب نوح اور حکمت میں جناب ابراہیم ہے' کچھ دیر نہ گزری تھی کہ جناب علی علیہ

اسلام تشریف نہ لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ! حضور نے ایسا آدمی بیان فرمایا ہے کہ فضائل میں تینوں نبیوں کے مساوی قیاس کیا جا سکتا ہے' وہ کون ہے؟ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر کیا تم اس کو نہیں جانتے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا خدا اور خدا کا رسول زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔ فرمایا وہ ابوالحسن علی ابن ابی طالب ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے شاباش اے ابوالحسن تیرا مثل کہاں ہے۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۳۶' اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

(اس حدیث کے ذیل میں فخرالدین رازی علیہ الرحمتہ "اربعین فی اصول الدین" میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث دال ہے کہ جناب علیؓ ان صفات میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مساوی تھے اور کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ انبیاء تمام صحابہ کرام سے افضل تھے اور مساوی افضل کا افضل ہوا کرتا ہے' اس لئے جناب علیؓ بھی ان سب سے افضل ٹھہرے)

(۴۱) انسؓ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہیں ویسا ہی اجر ملے جو مجھے ملا ہے اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ مثل میرے حصے کے ہو۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۳۶' اخرجہ الجعی نقلت من ریاض النضرہ)

(۴۲) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے نور کا ایک ٹکڑا نازل فرمایا اور اس کو جناب آدم کی صلب میں ٹھہرایا پھر اس کو آگے چلایا یہاں تک کہ اس کے دو جزو کیے بنائیں اور ایک جزو کو عبداللہ کی صلب میں اور ایک جزو کو ابوطالب کی صلب میں رکھ دیا' پس مجھ کو نبی اور علی کو وصی بنا کر پیدا کیا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۳' اخرجہ فقیہ ابن المغازلی)

(۴۳) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب بھی آنحضرت

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غضب میں ہوتے تو سوا جناب امیر کے کسی کو جرات نہیں تھی کہ حضرتؐ سے بات کر سکتا ہو۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۳۷ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم مجد)

۴۴) شعبیؒ ناقل ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب امیر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے چھ روز بعد حضرتؐ کی قبر اطہر کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ جناب علی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا خلیفۂ رسولؐ آپ آگے بڑھیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ہرگز ایسے شخص پر تقدم نہیں کر سکتا جس کی شان میں میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علیؑ کی منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے کہ میری خدا سے۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۳۸ نقلہ محب الطبری فی ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ)

۴۵) امام احمد فضائل میں لکھتے ہیں کہ صحابہ نے خیبر کے روز آسمان سے ایک تکبیر کی آواز سنی کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے، نہیں ہے ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار۔ اور علیؑ کے سوا بہادر، حسان بن ثابتؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس بارے میں شعر کہنے کا اذن طلب کیا۔ حضرتؐ نے اذن دیا۔ انہوں نے یہ شعر کہے "جبرائیل نے یہ آواز بلند کہا + غبار ابھی کھلا نہ تھا + مسلمان آنحضرتؐ کے گرد گھیرے چلا رہے تھے + کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں + اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں۔"

(ارجح المطالب۔ ص ۴۴۱ تذکرہ خواص الامۃ)

۴۶) عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز ابن حازم، حضرت ابو حازم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سہل بن سعدؓ سے آکر کہا فلاں شخص امیر مدینہ حضرت علیؑ کو بر سر منبر برا کہتا ہے۔ سہل نے کہا وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ ان کو بوتراب کہتا ہے تو سہل ہنسنے لگے اور کہا : خدا کی قسم ان کا یہ نام تو رسول اللہؐ نے رکھا ہے اور جس

قدر ان کو (علیؑ) یہ نام پسند ہے کوئی نہ تھا۔
پھر میں نے پوری حدیث سہل سے دریافت کی۔
میں نے کہا اے ابوالعباس یہ واقعہ کیسے ہوا؟
انہوں نے فرمایا (ایک روز) حضرت فاطمہؑ کے پاس حضرت علیؑ تھوڑی دیر کے لئے گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے۔ حضرت رسول خداؐ نے حضرت فاطمہؑ سے دریافت کیا کہ میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟
انہوں نے کہا مسجد میں پس آپؐ ان کے پاس مسجد میں آئے تو دیکھا (وہ لیٹے ہوئے ہیں اور) ان کی چادر پیٹھ سے سرک گئی ہے اور ان کی پیٹھ پر مٹی لگی ہے۔ آپؐ مٹی پونچھتے جاتے تھے ان کی پشت سے اور فرماتے جاتے تھے "اے ابوتراب اٹھ بیٹھو" دو مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا۔ (بخاری جلد ۲، حدیث ۹۰۰، باب ۳۹۱، صفحہ ۳۰۴)

۳۷) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے یا علیؑ تو بہ منزلہ کعبہ کے ہے، چاہئے کہ لوگ تیرے پاس آئیں نہ کہ تو لوگوں کے پاس جائے۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر امر خلافت کو تیرے سپرد کریں تو اس سے قبول کریو اور اگر نہ آئیں تو تو ان کے پاس مت جائیو یہاں تک کہ وہ خود تیرے پاس آئیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۴۹، اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار و اخرجہ ابن الاثیر عن علی فی اسد الغابہ)

۳۸) حذیفہؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی مثال لوگوں کے درمیان یہی ہے کہ جیسے قل ھو اللہ کی قرآن میں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۵۰، اخرجہ الدیلمی)

۳۹) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے دن عمرو بن عبدود کے ساتھ جناب امیرؑ کے مقابلہ کرنے کی نسبت فرمایا تمام ان اعمال

ہے کہ قیامت تک میری امت کے لوگ کرتے رہیں گے' علیؑ کی یہ ایک ضرب افضل ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۵۰' اخرجہ امد یلمی فی فردوس الاخبار)

۵۰) مطلب بن عبداللہ بن حنطبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب بنی ثقیف کے قاصد سپردگی کے لئے آئے حضرتؐ نے ان سے فرمایا تم باز آجاؤ ورنہ تم پر ایک مجھ ایسا آدمی برانگیختہ کیا جائے گا وہ تمہاری گردن کاٹ ڈالے گا اور تمہارے بچوں کو لونڈی غلام بنائے گا اور تمہارا مال لوٹ لے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے اس دن کے سوا کبھی امیر ہونے کی خواہش نہیں کی' اس امید پر میں نے اپنا سینہ ابھارا کہ شاید حضرتؐ یہ فرما دیں کہ وہ یہ شخص ہے لیکن حضرتؐ جناب علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے وہ یہ شخص ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۶۷' اخرجہ عبدالرزاق وابو عمرو ابن السمان)

۵۱) جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ قباء کے رہنے والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسجد کی بنیاد ڈالنے کے لئے استدعا کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس ناقہ پر سوار ہو۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور ناقہ پر سوار ہوئے مگر اونٹنی نہ اٹھی وہ واپس آکر بیٹھ گئے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اونٹنی پر سوار ہوئے' اونٹنی نے حرکت نہ کی' وہ بھی چلے آئے اور بیٹھ گئے تب حضرتؐ نے پھر ارشاد کیا تم میں سے کوئی اس ناقہ پر سوار ہو۔ اس مرتبہ جناب علیؑ اٹھے اور رکاب میں پاؤں ڈالا ہی تھا کہ اونٹنی کود کر کھڑی ہو گئی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کی باگ چھوڑ دو یہ مامور ہے یعنی جہاں تک خدا کا حکم ہو گا یہ دورہ کرے گی وہاں تک بنیاد رکھو۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۴۶۷' اخرجہ الطبرانی فی الکبیر خلاصۃ الوفا لسمہودی وجذب القلوب الشیخ عبدالحق محدث الدہلوی)

۵۲) عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر علیؑ کا حق ایسا ہے جیسے کہ باپ کا بیٹوں پر۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۰۷، اخرجہ الحاکم)

۵۳) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرغ پکا ہوا لایا گیا، حضرتؐ نے فرمایا اے میرے رب جو شخص کہ سب خلقت سے تجھے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دے کہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کے کھانے میں شریک ہو۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے حضرتؐ نے ان کو لوٹا دیا پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے حضرتؐ نے ان کو بھی لوٹا دیا پھر جناب علی علیہ السلام تشریف لائے، حضرتؐ نے انہیں داخل ہونے کا اذن دیا اور فرمایا آؤ اور کھاؤ۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۷۱، اخرجہ النسائی فی الخصائص والطبرانی فی الکبیر فی مسانید انس بن مالک)

۵۴) نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے اور حاضر ہونے کی اجازت چاہی (وہاں انہوں نے) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو چلاتے ہوئے سنا کہ حضرتؐ سے کہہ رہی تھیں کہ خدا کی قسم میں جانتی ہوں میرے باپ سے آپ کو علیؑ زیادہ عزیز ہیں۔ حضرت ابوبکر نے بڑھ کر قصد کیا کہ ان کو طمانچہ لگائیں اور کہنے لگے اے فلانے کی بیٹی حضرتؐ پر چلاتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو پکڑ لیا۔ ابوبکر خفا ہو کر باہر نکل گئے۔ حضرتؐ نے ام المومنینؓ سے فرمایا کیوں ہم نے اس آدمی سے تجھے کیسا بچایا۔ پھر اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر اجازت مانگی اور حضرتؐ کی ام المومنینؓ سے صلح ہو چکی تھی۔ ابوبکر نے عرض کیا اب آپ مجھ کو صلح میں بھی شامل کریں جس طرح سے کہ میں آپ کے جھگڑے میں دخیل ہوا تھا حضرتؐ نے فرمایا ہم نے آپ کو بھی صلح میں شامل کر لیا ہے۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۷۳، اخرجہ النسائی فی الخصائص)

۵۵) عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ لوگوں نے حضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کس کی آواز کے ساتھ کلام کیا تھا۔ فرمایا علیؑ کی آواز کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار تو مجھ سے باتیں کر رہا ہے یا علی۔ فرمایا اے احمد میں ایک ایسی چیز ہوں کہ کسی چیز کے ساتھ میرا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور میں لوگوں جیسا نہیں اور نہ کوئی شے میرے مشابہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علی کو تیرے نور سے پیدا کیا ہے۔ میں تیرے دل کے بھید سے واقف ہوں کہ تیرے قلب میں علی سے زیادہ کسی کی محبت نہیں پس میں اسی کی آواز سے تیرے ساتھ ہم کلام ہوا تاکہ تیرے دل کی تسلی رہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۷۵ 'اخرجہ الخوارزمی فی المناقب)

۵۶) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب امیر علیہ السلام' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے۔ حضرتؐ ان کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علی آپ کو پیارے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے چچا واللہ خدا کے لئے مجھے یہ نہایت پیارے ہیں۔ پروردگار نے ہر ایک نبی کی اولاد اسی کی صلب سے پیدا کی ہے اور میری اولاد اس کی صلب سے پیدا کی ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۷۶ 'اخرجہ ابوالخیر الحاکمی)

۵۷) ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ علی میرے لئے علم کا دروازہ ہے اور اس بات کو کہ جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں میری امت پر ظاہر کرنے والا ہے۔ اس کی محبت ایمان ہے اور اس کا بغض نفاق اور اس کی دوستی عبادت ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۷۸ 'اخرجہ الدیلمی)

۵۸) بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کی شان گھٹائی اس نے میری شان گھٹائی۔

(ارجح المطالب۔ ص ۴۸۰، اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

۵۹) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی جس نے علی کی اطاعت کی میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۸۱، اخرجہ الحاکم)

۶۰) معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کی محبت ایک ایسی نیکی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی برائی ضرر نہیں دیتی اور ان کا بغض ایک ایسی برائی ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔
(ارجح المطالب۔ ص ۴۸۸، اخرجہ الدیلمی)

۶۱) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی بن ابی طالب کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۴۹۰، اخرجہ الدیلمی)

۶۲) عطا رحمتہ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ میں نے جناب ام المومنین عائشہؓ سے علیؑ کی نسبت پوچھا وہ فرمانے لگیں وہ تمام خلقت سے بہترین ہیں سوا کافر کے اس میں کوئی شخص شک نہیں لا سکتا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۵۵، اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

۶۳) سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سب لوگوں سے جنہیں میں اپنے پیچھے چھوڑے جاتا ہوں علیؑ ابن ابی طالب سب سے بہتر ہیں۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۵۵، اخرجہ ابن مردویہ)

۶۲) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت (ترجمہ : بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں) نازل ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا "علی وہ تم ہو" (ارجح المطالب - ص ۵۵۷، اخرجہ الدیلمی)

۶۳) انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے روز جناب علیؑ کو بلا کر سرگوشی فرمائی لوگ کہنے لگے آپ کی اپنے ابن عم سے گہری سرگوشی ہو رہی ہے، جب اس کا چرچا حضرتؐ تک پہنچا، فرمایا جس نے علیؑ سے حسد کیا مجھ سے حسد کیا، جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔
(ارجح المطالب - ص ۵۶۰، اخرجہ ابن مردویہ)

۶۴) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ جناب علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے قریب العہد ہیں۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حضرتؐ کی بیبیاں حضرتؐ کی عیادت کے لئے جایا کرتی تھیں، حضرت نے کئی بار فرمایا، علیؑ آئے، حضرتؐ کا خیال تھا حضرتؐ نے ان کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا ہوا تھا وہ اب آگئے ہوں گے۔ اتنے میں علیؑ آفتاب نکلنے سے پہلے آگئے۔ ہم نے خیال کیا کہ حضرتؐ کو ان سے کوئی ضروری بات فرمانا ہے۔ ہم حجرے سے نکل کر باہر بیٹھ گئیں۔ میں ان سب سے دروازے کے قریب تھی پس علیؑ حضرتؐ پر جھک گئے اور سرگوشی کرنے لگے، پھر اسی روز رحلت فرما گئے، پس وہ سب لوگوں سے زیادہ حضرتؐ سے قریب العہد تھے۔
(ارجح المطالب - ص ۵۶۱، اخرجہ احمد)

۶۵) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الموت میں ارشاد فرماتے تھے اور صحابہ کرام سے

حجرہ بھرا ہوا تھا "اے لوگو خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب میں اس دار فانی سے رحلت کر جاؤں' میں پہلے تم کو کہہ چکا ہوں کہ میں دو بھاری چیزیں تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتا ہوں' خدا کی کتاب اور میری عترت" پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا یہ قرآن کے ساتھ ہے' قرآن اس کے ساتھ' جب تک حوض پر وارد نہ ہوں یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ میں ان دونوں سے پوچھوں گا کہ تم نے اس کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۶۴' اخرجہ عقدہ)

۶۶) کہتے ہیں جب جمل کے روز زید بن صوحان زخمی ہو گئے' ابھی ان میں رمق جان باقی تھی کہ جناب امیرؑ ان کے سرپر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے اے زید خدا تجھ پر رحم کرے ہم نے تجھ کو نہیں دیکھا مگر مدد کرنے میں سب کی اور جلدی کرنے والا اور اہل و عیال کے نفقہ میں کثرت سے رنج برداشت کرنے والا۔ زید نے یہ سن کر سر اٹھایا اور جواب دیا آپ پر بھی اللہ رحم کرے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا مگر اللہ کے ساتھ زیادہ علم والا اور خدا کی آیت کو زیادہ پہچاننے والا۔ میں نے آپ کی معیت میں ناواقفیت سے جنگ نہیں کی بلکہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ نیکوکاروں کے سردار اور بدکاروں کے قاتل ہیں۔ خدا سے مدد پائی اس نے جس نے ان کی مدد کی اور خوار ہوا وہ شخص کہ جس نے ان کو چھوڑا' بے شک حق ان کے ساتھ ہے اور ان کے اتباع میں ہے اور تمہیں ان ہی کی طرف میل کرتا ہے۔ (ارجح مطالب ص ۵۶۴' اخرجہ ابن مردویہ)

۶۷) علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ جب ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے ہم ان کے ملنے کو گئے ہم نے ان سے کہا اے ابو ایوب بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر کرم کیا ہے' آپ کے گھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فروکش ہوئے اور یہ خدا کی مہربانی خاص آپ کے لئے تھی کہ حضرتؐ کی اونٹنی اور لوگوں کے سوا آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ گئی۔ اب آپ اپنے کندھے پر شمشیر رکھ کر تشریف لائے ہیں

کہ اس سے لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو قتل کریں گے۔ ابو ایوبؓ کہنے لگے بہ تحقیق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو جناب امیرؑ کی معیت میں تین گروہوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا تھا وہ لوگ ناکثین اور قاسطین اور مارقین ہیں۔ ناکثین اہل جمل یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ تھے اور قاسطین یہ لوگ ہیں جہاں سے کہ ہم واپس آ رہے ہیں' یعنی معاویہ اور عمرو بن العاص اور مارقین اہل طرفاء الثعلبات و اہل نہروان ہیں۔ واللہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ اب وہ کہاں ہیں' لیکن انشاء اللہ ان کے ساتھ بھی لڑنا ہوگا۔ (ارجح المطالب۔ ص ۵۷۹' اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ)

۶۸) اسماء بنت عمیس اور ام المومنین ام سلمہؓ اور جابر بن عبداللہ الانصاری اور ابو سعید خدری اور جناب امام حسینؑ سے روایت ہے کہ ایک روز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانے میں تھے اور جناب امیرؑ حضورؐ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ناگہاں جبرائیل خدا کی طرف سے کچھ راز بیان کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرتؐ بے ہوش ہو گئے اور جناب امیرؑ کے زانو پر اپنا سر اقدس رکھ کر لیٹ گئے اور آفتاب کے غروب ہونے تک آپؐ بے ہوش رہے۔ جناب امیرؑ نے عصر کی نماز کو بیٹھے بیٹھے اشاروں سے ادا کیا۔ جب حضرتؐ کو افاقہ ہوا تو علیؑ سے فرمایا شاید تمہاری عصر کی نماز فوت ہو گئی۔ انہوں نے عرض کیا میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے ادا کر لی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں تھے تم دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ تمہارے لئے آفتاب کو لوٹا دے' تاکہ تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو۔ جناب امیرؑ نے دعا کی آفتاب پلٹ آیا یہاں تک کہ آسمان پر عصر کے وقت کی جگہ قائم ہو گیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے عصر کی نماز کو وقت پر ادا کیا' پھر آفتاب غروب ہو گیا۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ہے ہم نے اس غروب ہونے کے وقت آرا کے چلنے کی سی آواز سنی۔ (ارجح المطالب۔ ص ۶۲۸' اخرجہ الدولابی و ابن شاہین و ابن مندہ و ابن مردویہ)

۶۹) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ یمن میں غزوہ کرنے کو گیا تھا ان سے مجھے شکر رنجی ہو گئی۔ جب میں واپس آیا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شکایت کرنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا ہے پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا "اے بریدہ کیا میں تمام مومنوں کی جان سے اولیٰ نہیں ہوں" میں نے عرض کیا بے شبہ حضورؐ اولیٰ ہیں پھر فرمایا "جس کا میں مولا ہوں پس علی اس کا مولا ہے۔" (ارجح المطالب۔ ص ۵۲۸، اخرجہ احمد فی المسند وابن قب والترمذی والنسائی والطبرانی وابن جریر وابو نعیم و بن حبان والحاکم والحافظ ابی بشر اسمعیل بن عبداللہ اصبہانی المشہور بابن سمویہ وابن عقبہ بن مغازلی والسیوطی فی جامع الصغیر والمتقی فی کنز العمال)

۷۰) جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو کھڑا کر کے ارشاد کیا جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے اے میرے پروردگار دوست رکھ اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اسے دشمن رکھے اور چھوڑ دے اسے جو اسے چھوڑے اور نصرت کر اس کی جو اس کی نصرت کرے۔ اے میرے پروردگار تو میرا ان پر گواہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پہلو میں ایک نوجوان خوبصورت سوندھی خوشبو والا کھڑا تھا مجھے کہنے لگا اے عمر البتہ سرور دین پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی گرہ لگائی ہے کہ منافق کے سوا کوئی اس کو نہیں کھولے گا پس تو اس کے کھولنے سے ڈرتا رہ۔ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ جب کہ حضورؐ نے علیؑ کے حق میں ارشاد کیا تھا میرے پہلو میں ایک نوجوان خوبصورت سوندھی خوشبو والا موجود تھا۔ اس نے مجھ سے ایسے ایسے کہا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے عمر وہ شخص آدم کی اولاد میں سے نہیں تھا، وہ جبرئیل تھے اور میرے کہنے کی تم کو تاکید کرنے کے لئے آئے تھے جو کچھ کہ میں نے تم سے علیؑ کی نسبت کہا تھا۔ (ارجح المطالب ص ۵۳۳، اخرجہ علی بن شہاب الدین الہمدانی فی کتابہ مودۃ القربیٰ)

۷۱) عمر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع سے واپس ہوئے وادی خم میں درختوں کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا' جب آدھا دن ڈھل گیا تو حضرت نے لوگوں کو خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا "اما بعد اے لوگو میں جان بحق تسلیم کرنے والا ہوں' گمان کیا جاتا ہے کہ بلایا جاؤں گا پس میں قبول کروں گا۔ پس تم کیا کہو گے"۔ حاضرین نے عرض کیا ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے رسالت کو پہنچا دیا ہے اور نصیحت کا حق ادا کیا ہے اور خدا کے فرض کو پورا کیا ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا "میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے اس سے تمسک کیا تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے' وہ خدا کی کتاب اور میرے قریبی اہل بیت ہیں بے شک وہ دونوں جب تک میرے پاس حوض پر نہ آ اتریں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے دیکھو تم میرے بعد اس سے کیا سلوک کرو گے؟" (ارجح المطالب - ص ۵۳۱' ۵۳۲' اخرجہ ابن عقدۃ فی الموالاۃ والسمہودی فی جواہر العقدین)

۷۲) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب سورہ برات کی دس آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں' آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو وہ آیتیں دے کر مکہ والوں کی طرف روانہ کیا کہ وہ جا کر سورہ برات ان کو سنائیں۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھے بلوا کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ' ابو بکر جہاں پر ہوں ان سے کاغذ لے لو مکہ جا کر یہ سورت سناؤ۔ میں ان سے جحفہ میں جا کر ملا اور ان سے خط لے لیا۔ ابو بکر جب واپس آئے' عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا مگر یا تو خود آپ یا کہ وہ آدمی جو آپ کا ہے۔ (ارجح المطالب - ص ۴۶۳' اخرجہ احمد و نسائی)

۷۳) قرطبی اپنی کتاب "اعلام" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جناب

ابوطالب کی بچی محبت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابوجہل ملعون نے کہا کوئی ہے ان کی نماز کو فاسد کرے' یہ سن کر عبداللہ بن زبعری نے اٹھ کر لید اور خون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک پر مل دیا۔ حضرتؐ وہاں سے نماز کو ترک کر کے اپنے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور کہا اے چچا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ ابوطالب نے پوچھا یہ گستاخی کس نے کی ہے آپؐ نے فرمایا عبداللہ بن زبعری نے پس جناب ابوطالب اپنے کاندھے پر تلوار رکھ کر لوگوں کے پاس آئے۔ جب لوگوں نے ابوطالب کو اپنی طرف متوجہ پایا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جناب ابوطالب نے کہا واللہ اگر تم میں سے کوئی اٹھے گا تو میں اس تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا بعدہ آنحضرتؐ سے پوچھا اے میرے بیٹے کس نے تم سے یہ گستاخی کی ہے' آپؐ نے عبداللہ بن زبعری کا نام لیا' جناب ابوطالب نے لید اور خون لے کر اس کے چہرے اور داڑھی اور کپڑے پر مل دیا اور سخت وسست باتیں کہیں۔

حضرت ابوطالب کے اسلام کے بارے میں علامہ علی بن برہان دین شافعی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں "مقاتل سے روایت ہے کہ جناب ابوطالب نے وقت وفات بنی ہاشم کو وصیت کی تھی کہ اے گروہ بنی ہاشم تم آنحضرتؐ کی اطاعت کرو اور ان کو سچا جانو ہدایت پکڑو رستگاری پاؤ گے۔"

ابن عساکر اپنی تاریخ میں جناب ابوطالب کے ایمان سے صاف طور پر قائل ہیں کہ خود جناب ابوطالب کے بعض اشعار "بہ ترجمہ ذیل" سے ان کا اسلام ثابت ہوتا ہے۔

"یعنی ہدایت کی تو نے مجھ کو اور میں نے جان لیا کہ تو سچا ہے اور بے شک تو نے سچ کہا ہے اور تو پہلے سے امین ہے اور جان لیا میں نے کہ دین محمدی تمام خلقت کے دینوں سے بہتر ہے۔" (ارجح المطالب۔ ص ۳۲۶/۳۲۷)

۷۴) جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا آپؐ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو حضرتؐ نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا اور تکیہ پر سر رکھ دیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ' میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا' آپؐ نے سر اٹھا کر ان کو بھی دیکھا اور تکیہ پر سر رکھ دیا اور فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے لوگوں کو کہہ دیا کہ افسوس ہے تم پر جناب علیؑ کو بلاؤ' حضرتؐ ان کے سوا اور کسی کو طلب نہیں فرماتے۔ جب حضرتؐ نے ان کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپؐ اوڑھے ہوئے تھے' اسے آپؐ نے اٹھا دیا اور علیؑ کو اس میں لے لیا اور علیؑ حضرتؐ سے بغل گیر رہے یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہو گیا۔ (ارجح المطالب - ص ۵۶۱' اخرجہ الدار قطنی والرازی)

۷۵) عبداللہ مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک روز صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بڑا گہرا سانس بھرا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کیوں گہری سانس بھرتے ہیں فرمایا' اے ابن مسعود ہم کو ہمارے عنقریب انتقال کر جانے پر مطلع کیا گیا ہے' میں نے عرض کیا آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ بنا کر جائیں' آپؐ نے فرمایا کس کو بنا جائیں میں نے عرض کیا ابوبکرؓ کو' آپؐ خاموش ہو گئے پھر آپؐ نے گہرا سانس بھرا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کیوں گہری سانس بھرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ابن مسعود ہم کو ہمارے انتقال کر جانے پر مطلع کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا آپؐ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ مقرر کریں' آپؐ نے فرمایا کس کو' میں نے عرض کیا عمرؓ کو' آپؐ خاموش ہو گئے پھر ایک ساعت کے بعد آپؐ نے گہرا سانس بھرا' میں نے عرض کیا آپؐ کیوں گہری سانس بھرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ہمیں اپنے انتقال کی خبر ملی ہے۔ میں نے عرض کیا آپؐ کسی کو خلیفہ بنا جائیں' آپؐ نے فرمایا کس کو۔ میں نے عرض کیا علی بن ابی طالب کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم اگر تم نے اس کی بیعت کی تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریں گے۔ (ارجح المطالب۔ ص ۱۴۰' اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ والخوارزمی فی المناقب والطبرانی فی الکبیر فی مسند عبداللہ بن مسعود)

۷۶) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص کے جنازے پر تشریف لے جاتے تو اس کے اعمال کی نسبت کبھی سوال نہ فرماتے' بلکہ اس کے قرض کی نسبت پوچھتے اگر عرض کیا جاتا کہ اس شخص پر قرض ہے تو آپؐ خود نماز نہ پڑھتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو آپؐ خود اس کی نماز پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضورؐ ایک جنازے پر تشریف لے گئے جب آپؐ تکبیر کے ارادے سے اٹھے تو لوگوں سے پوچھا تمہارے اس دوست پر قرض تو نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا دو دینار قرض ہے حضورؐ خود بدولت بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا تم اپنے دوست کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ اتنے میں جناب علی علیہ السلام نے کہا ان دونوں دیناروں کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے' اور یہ ان سے بری الذمہ ہے۔ حضورؐ نے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی اور جناب علیؑ سے فرمایا خدا تجھے نیک اجر دے اور تیرا قرض چھڑائے جیسے کہ تو نے اپنے بھائی کا قرض چھڑایا۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۱۲۶' اخرجہ الدار قطنی)

۷۷) براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو یمن بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ میں بھی انہیں کے ساتھ تھا وہ چھ مہینے تک دعوت اسلام کرتے رہے لیکن ان لوگوں نے کوئی بات قبول نہیں کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف علی بن ابی طالبؑ کو روانہ کیا۔ جب آپ حدود یمن پر پہنچے سب لوگ ان کی خدمت میں مجتمع ہو گئے۔ جناب علیؑ نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہونے تو ہم ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ ہمارے سامنے تشریف لائے اور خدا کی صفت وثناء کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا۔ ہمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور لکھ کر بھیجی گئی۔ آپؐ سجدہ شکر بجا لائے۔ (ارجح المطالب ۔ ص ۱۷۱'

اخرجہ ابو عمرو الحافظ ابن عبد البرنی الاستعاب)

۷۸) اسد الغابہ ابن اثیر حذری اور احیاء العلوم غزالی اور تاریخ خمیس میں ہے کہ جب حضرت علیؑ (وقت ہجرت) بستر نبویؐ پر سوئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کی جانب وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا ہے اور تم میں سے ہر ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے طویل' پس تم دونوں میں کون ایسا ہے جو اپنے ساتھی پر اپنی جان نثار کرے یہ خطاب الٰہی سن کر جبرائیل و میکائیل نے اپنی اپنی زندگانی کو عزیز سمجھا اور ایثار بہ ایثار کو گوارا نہ کیا۔ پروردگار عالم نے پھر ان کی جانب وحی فرمائی کہ کیا تم دونوں علی بن ابی طالبؑ کی طرح نہیں ہو سکتے۔ دیکھو میں نے محمدؐ اور علیؑ میں مواخات قائم کی اور علیؑ اس وقت بستر نبیؐ پر اس غرض سے لیٹے ہیں کہ ایثار با ایثار کر کے اپنی جان کو اپنے بھائی پر فدا کریں اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور شرِ اعداء سے علیؑ کی حفاظت کرو ہیں بہ حکم الٰہی دونوں ملک مقرب نے نازل ہو کر بستر علی کے بالیں و پائیں قرار لیا اور جبرئیل فرماتے تھے کہ مرحبا مرحبا کون ہے مثل تیرے اے ابو طالب کے بیٹے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب کہ وہ مدینے جا رہے تھے علی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترجمہ : یعنی لوگوں میں سے ایسے نیک بندے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک دے دیتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر بڑا شفقت فرمانے والا ہے۔)

۷۹) مدارج النبوۃ محدث دہلوی میں ہے کہ غزوہ احد میں لشکر مخالف نے ایسی شدید جنگ کی کہ مسلمان رسول مقبولؐ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اس وقت بہ وجہ شدت غضب آنحضرت کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپک رہا تھا ناگہاں آپؐ کی نظر علیؑ پر پڑی جو آپؐ کے پہلوئے مبارک میں کھڑے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ کیا ایمان لانے بعد کافر ہو

جاؤں۔ میں تو حضورؐ کا فرمانبردار ہوں مجھ کو یاران مفرور سے کیا سروکار۔ اس اثناء میں پیغمبرؐ کی جانب کفار کی ایک جماعت نے رخ کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی یہ وقت نصرت کا ہے اس گروہ کے شر سے مجھ کو بچا کر حق خدمت ادا کرو۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ نے مشرکین کا ایسا قلع قمع کیا کہ ان کی جماعت کثیر داخل جہنم ہوئی اور باقی ماندہ تتر بتر ہو گئے۔ مروی ہے کہ اس دن حضرت علیؑ کے بدن پر سولہ زخم لگے جن میں چار زخم ایسے کاری تھے کہ ہر زخم کے پہنچنے پر وہ گھوڑے سے زمین پر گرے اور چار بار جبرئیل نے ان کو زمین سے اٹھا گھوڑے پر سوار کیا اور کہا اے علیؑ خوب جنگ کرو کہ خدا و رسول تم سے راضی ہیں بعدہ جبرئیل امین نے حضرت کی جانفشانی کا حال پیغمبرؐ کے حضور میں عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا علی کیوں نہ جانفشانی کرے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، جبرئیل نے کہا اور میں آپ دونوں سے ہوں۔ منقول ہے کہ اسی جنگ میں رضوان جنت حضرت علی کی منقبت میں یہ ندا دے رہے تھا۔ "لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی الکرار" ونیز محدث دہلوی موصوف کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ "اور مزید بہ یقین تصد نادعلیا مظہر العجائب کا وقوع بھی اسی معرکے میں ہوا۔"

۸۰) حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے نکلے یہاں تک کہ غدیر خم میں پہنچے اس وقت رسول اللہؐ نے منادی سے ندا کروائی پس ہم لوگ جب اکٹھے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا میں تم لوگوں پر تمہارے نفسوں سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں!

ہم لوگوں نے کہا "کیوں نہیں"

پھر آپ نے فرمایا "میں تم لوگوں پر تمہاری ماؤں سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ ہم نے جواب دیا "کیوں نہیں" پھر آنحضرتؐ نے فرمایا "کیا میں تمہارے باپوں سے زیادہ بااختیار نہیں"

ہم نے کہا "کیوں نہیں" اس کے بعد حضرت اسی طرح "الست الست" فرماتے رہے اور ہم "کیوں نہیں کیوں نہیں" کہتے رہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا:

"جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ بار الہا اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔" راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا مبارک ہو اے علی آج سے آپ ہر مومن کے ولی ہو گئے۔"

(بدایہ و نہایہ۔ ص ۸۔ ص ۳۹۴)

۸) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب بھی حضرت علیؑ ہمارے پاس آتے تھے اور اس وقت میرے والد موجود ہوتے تھے تو وہ علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنے سے نہ تھکتے تھے۔ میں نے ان سے کہا "بابا آپ علی ابن ابی طالب کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتے ہیں انہوں نے کہا "اے بیٹی! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے"

(ریاض نضرہ۔ ج ۲۔ ص ۲۹)

۸۲) حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ کس کو دوست رکھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "فاطمہ کو" پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں کس کو؟ کہا کہ "ان کے شوہر کو' اور جہاں تک میں جانتی ہوں تو وہ بڑے روزہ رکھنے والے اور بہت نمازیں پڑھنے والے تھے۔" (صحیح ترمذی۔ ج ۲۔ ص ۲۷۵' ریاض نضرہ۔ ج ۲۔ ص ۲۱۳)

۸۳) حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "خداوند عالم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ جو بھی علیؑ پر خروج کرے گا وہ کافر اور جہنمی ہے۔" یہ سن کر کسی نے کہا تو پھر آپ نے ان پر خروج کیوں کیا۔ فرمایا "میں اس حدیث کو بھول گئی تھی' یہاں تک کہ بصرہ پہنچ کر یاد آ گئی اور اب میں استغفار کرتی ہوں۔" (ینابیع المودۃ۔ ج ۲۔ ص ۷۱' ط بیروت)

۸۴) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؑ کا تو ذکر ہی جانے دو۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ان میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ ان میں سے صرف ایک اگر تمام آل خطاب کے حصہ میں آجاتی تو میں اس کو اپنے لئے تمام ان چیزوں سے زیادہ پسند کرتا جن پر سورج ضو فگن ہے۔ ایک وقعہ کا ذکر ہے کہ میں اور ابوبکر اور ابو عبیدہ اور دیگر اصحاب رسولؐ آنحضرتؐ سے ملاقات کی غرض سے جناب ام سلمہؓ کے گھر تک آئے وہاں ہم نے دیکھا کہ علی ابن ابی طالبؑ دروازہ کی کارنس سے تکیہ دیئے کھڑے ہیں ہم نے ان سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا چاہتے ہیں، حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں ہیں اور ابھی باہر تشریف لاتے ہیں، اتنے میں آنحضرتؐ باہر تشریف لائے اور ہم سب آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ اس وقت آنحضرتؐ علی ابن ابی طالبؑ پر تکیہ کر کے کھڑے ہوئے اور ان کے شانہ پر ہاتھ مار کر فرمایا:

"اے علیؑ! تم کو بشارت ہو کہ لوگ تمہارا مقابلہ کرنا چاہیں گے مگر ان پر سات ایسی فضیلتوں میں غالب آجاؤ گے جن میں سے ایک میں بھی کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔"

اس کے بعد آپ وہ سات فضیلتیں گنواتے ہیں:

۱ - تمام لوگوں میں اسلام کے اعتبار سے اول ہو۔

۲ - اللہ کی نعمتوں (یعنی احکام الٰہی) کے سب سے زیادہ عالم ہو۔

۳ - اللہ کے عہد کو سب سے بڑھ کر پورا کرنے والے ہو۔

۴ - مال خدا کو عدل و انصاف کے ساتھ برابر تقسیم کرنے میں اور رعیت پر مہربانی کرنے میں سب پر ممتاز ہو۔

۵ - حسب نسب بھی تمہارے سب سے سوا ہیں۔

۶ - تم میرے بازو ہو۔ میرا دفن و کفن کرنے والے ہو، اور ہر شدت و آفت میں میرے آگے رہنے والے ہو۔

۷ - تم ہی وہ ہو جو لواء حمد لے کر میرے آگے چلو گے اور نا اہلوں کو حوض کوثر سے بھگاؤ گے۔

ابن عباس نے جب اس حدیث کی روایت کی تو انہوں نے فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ علی سربلند ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کی وجہ سے قبیلہ میں کمال پیدا کرنے کی وجہ سے اپنے جود عطا کی وجہ سے عالم تنزیل ہونے کی وجہ سے تاویل قرآن کو جاننے کی وجہ سے اور اپنے مقابل آنے والوں پر بخشش کرنے کی وجہ سے۔ (کنز العمال - ج ٦ - ص ٣٩٣، رسالہ عثمانیہ تالیف جاحظ - ص ٢١)

٨٥) حضرت عمرؓ ابن خطاب نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تمام لوگ علیؑ کی محبت پر اتفاق کر لیتے تو خداوند عالم آتش جہنم کو پیدا نہ فرماتا" (ینابیع المودۃ - ج ٢ - ص ٧٥، طبع بیروت)

٨٦) قیس بن ابی حاتم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے راہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؑ کو دیکھ کر مسکرائے، حضرت علیؑ نے ان سے پوچھا کہ کس بات پر مسکرائے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے اس وقت تک گزر نہیں سکتا جب تک کہ علی اس کے لئے گزرنامہ نہ تحریر کر دیں۔ (ذخائر عقبیٰ تالیف محب طبری شافعی - ص ٧١ - ط مصر، مناقب خوارزمی (ف ٩) مقتل الحسین خوارزمی)

٨٧) امام خوارزمی حنفی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ جو ایسے انسان کو دیکھنا چاہتا ہو جو تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر ہے، سب سے زیادہ باعزت ہے، جو خدا کی نگاہ میں بھی سب سے زیادہ رحمت کش وبامرتبہ ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے۔ یہ کہہ کر حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ "یہی ہیں جو لوگوں پر رؤف و رحیم ہیں اور یہی ہیں جو خوف خدا سے بڑی آہ و زاری کرنے والے ہیں۔" (ریاض نضرہ - ج ٢ - ص ٢١٥، صواعق محرقہ

-ص ۱۷۵، مناقب خوارزمی- ص ۹۷)

۸۸) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اشراف کی محبت پیدا کرو- پست لوگوں سے اپنی عزت بچاؤ اور جان لو کہ شرافت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ علیؑ کی ولایت حاصل نہ ہو- (صواعق محرقہ- ص ۱۷۶، ط مصر (قاہرہ)

۸۹) حضرت عمرؓ نے فرمایا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قرار دیا تو حضرت علیؑ کے متعلق ارشاد فرمایا "یہ علیؑ دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں اور میرے اہل میں میرے خلیفہ ہیں اور میری امت میں بھی میرے وصی ہیں اور میرے علم کے وارث و رہبر ہیں اور میرے قرضے کے ادا کرنے والے ہیں، ان کو مجھ سے وہی خصوصیت حاصل ہے جو مجھ کو ان سے، ان کا فائدہ میرا فائدہ اور ان کا نقصان میرا نقصان ہے جس نے ان کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان کو دشمن رکھا اس نے مجھ سے دشمنی کی- (ینابیع المودۃ- ص ۲۵۹، طبع بیروت، صواعق محرقہ- ص ۸۵)

۹۰) حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص نے وہ فضل حاصل نہیں کیا جو علیؑ نے حاصل کیا- علیؑ ہی وہ ہیں جو اپنے ساتھ چلنے والے کو ہدایت کی طرف لے جائیں گے اور تباہی سے بچائیں گے- (ینابیع المودۃ- ج ۲ - ص ۲۸، طبع بیروت، ذخائر العقبی- ص ۶، طبع مصر)

۹۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ سے کوئی منافق محبت نہیں رکھے گا اور کوئی مومن علیؑ سے بغض و حسد نہیں رکھے گا- (مسند احمد بن حنبل- ج ۶- ص ۲۹۲)

۹۲) حضرت ابو سعید خدری حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے علی قیامت کے دن جنت کا ایک عصا تمہارے پاس ہو گا جس سے تم منافقوں کو میرے حوض سے بھگاؤ گے۔" (معجم الصغیر الطبرانی - ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۲ھ، علامہ ابی القاسم ابن احمد بن ایوب طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، المعروف بہ امام طبرانی)

۹۳) حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ "جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر ایمان رکھتا ہے درآنحالیکہ وہ علیؑ سے بغض رکھتا ہے، تو یہ شخص جھوٹا ہے ہرگز مومن نہیں ہے۔ (مناقب خوارزمی - ص ۳۵، مطبوعہ تبریز ۱۳۱۳ھ، ارجح المطالب ص ۴۸۹، خطیب خوارزم موفق بن احمد مکی - متوفی ۵۶۸ھ)

۹۴) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا وہ شہید مرا، آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا وہ مغفور مرا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ تائب مرا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ کامل الایمان مومن مرا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا ملک الموت اور منکر نکیر اسے جنت کی بشارت دیں گے۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا وہ جنت میں دلہن کی طرح آراستہ جائے گا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا اس کی قبر سے دو دروازے جنت کی طرف کھول دیئے جائیں گے۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کی محبت میں مرا وہ سنت و جماعت پر مرا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؑ کے بغض میں مرا وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے، آگاہ ہو کہ جو آل محمد کی دشمنی اور عداوت میں مرا، وہ کافر مرا، آگاہ ہو کہ جو آل محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ (تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۳ - ص ۴۰۳، آیہ مودۃ۔ مطبوعہ : مطبعۃ مصطفےٰ محمد، مصر ۱۳۵۴ھ، علامہ محمود بن عمر الزمخشری

المعروف بہ علامہ زمخشری متوفی ۵۲۸ھ)

۹۵) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اپنے بھائی اور اپنے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب سے محبت کرنے کی' کیونکہ علی ابن ابی طالب سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں رکھے گا اور علی بن ابی طالب سے کوئی بغض نہیں رکھے گا سوا منافق کے۔" (ذخائر العقبی - ص ۹۱' مطبوعہ' مطبعۃ السعادۃ مصر-۱۳۵۶ھ' علامہ محب طبری متوفی ۶۹۴ھ)

۹۶) حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہاری عداوت نفاق ہے تم سے محبت کرنے والا سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا اور تم سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے جہنم رسید ہو گا۔" (فصول المہمہ ص ۱۲۷' مطبوعہ تہران ۱۳۰۳ھ' علامہ نورالدین علی بن محمد احمد المالکی مکی متوفی ۸۵۵ھ' المعروف بہ ابن صباغ مالکی)

۹۷) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں اور میرے بعد میری امت کے لئے روشن ترجمان ہیں۔ علیؑ کی محبت ایمان ہے علیؑ سے بغض وعداوت نفاق ہے علی کی طرف نگاہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔" (کنز العمال - ج ۶ - ص ۱۵۶' حدیث نمبر ۲۵۹۹' مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۳ھ علامہ علی المتقی متوفی ۹۷۵ھ)

۹۸) ابی عبداللہ الجدلی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی نوجوانی کی عمر میں حج کے ارادہ سے گیا تھا بعد ازاں میں مدینے بھی گیا لوگ ام المومنین جناب ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضری کے لئے جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب وہ لوگ وہاں پہنچ گئے تو میں نے ام المومنین کو فرماتے ہوئے سنا "اے شبیب بن ربعی تو ان میں سے کسی فتیح و

مسموم شخص نے جواب دیا، میں حاضر ہوں اے ماں تو ام المومنین نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اپنی محفلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتے ہو تو اس نے کہا "ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ اب ام المومنین نے پوچھا اور علی ابن ابی طالب کو؟ تو اس نے جواب دیا "ہاں" ان کے بارے میں ہم کچھ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جن سے دنیا کے فوائد مقصود ہیں۔ یہ سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جس نے علی کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔" (مستدرک۔ ج ۳۔ ص ۱۲۱، علامہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ مطبعہ دائرہ معارف النظامیہ۔ حیدر آباد دکن ۱۳۴۲ھ)

۹۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ ("الاستیعاب" ج ۲۔ ص ۴۶۱، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۶ھ حافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ المعروف بہ عبدالبر قطبین متوفی ۴۶۳ھ)

۱۰۰) (صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہے) جب معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا اور پوچھا کہ تمہیں علیؑ کو گالیاں دینے سے کون سی چیز روکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک مجھے علیؑ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ تین فضیلتیں یاد ہیں، میں ہرگز ہرگز علیؑ کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا، جبکہ ان فضیلتوں میں سے ہر ایک فضیلت مجھے سرخ اونٹوں کی قطار سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

۱ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود فرماتے سنا جبکہ وہ بعض مغازی میں انہیں اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے تو علیؑ نے "آنحضرتؐ" سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ

مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑے جاتے ہیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبوت ختم ہے۔"

۲۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر کے دن یہ فرماتے سنا ہے کہ "کل میں علم اس مرد کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہو گا اور خدا و رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا "علی کو بلاؤ"" علیؑ آئے اور ان کی آنکھیں بہت دکھ رہی تھیں آنحضرتؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا' اور انہیں علم عنایت فرمایا پھر اللہ تعالے نے علی کے ہاتھوں فتح نصیب کی۔

۳۔ اور جب آیت نازل ہوئی "قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم۔۔۔" (آیت مباہلہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا اور فرمایا "اللھم ھولاءِ اھلی" (اے خدا یہی میرے اہل بیت ہیں) ("ازالۃ الخفاء" مقصد دوم ص ۲۶۰' مطبوعہ مطبع صدیقی دہلی ۱۲۸۶ھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ' صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث موجود ہے)

(۱۰۱) حضرت ابو سعید خدری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کی شکایت کی تو جناب رسالتمآبؐ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا "اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو قسم بخدا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت ڈرنے والے اور سخت ترین انسان ہیں۔" (حلیۃ الاولیاء ج ۱۔ ص ۶۸' مطبعۃ السعادۃ مصر' ۱۳۵۱ھ' علامہ حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی۔ متوفی ۴۳۰ھ)

(۱۰۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالے کو گالی دی اور

جس نے اللہ کو گالی دی اسے اللہ تعالے اوندھے منہ دوزخ میں جھونک دے گا۔(ذخائر العقبیٰ۔ص ۶۲)

اسی کتاب میں یہ بھی تحریر ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔(صفحہ ۳۶)

اور اسی صفحہ پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ حدیث رسولؐ تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ "اے علی جس نے آپ کی فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے میری فرمانبرداری کی اس نے خدا کی فرمانبرداری کی اور اے علی جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔(صفحہ ۳۶)

اور اسی صفحہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی تحریر ہے کہ "اے علی جس نے مجھ سے دوری اختیار کی اس نے اللہ سے دوری اختیار کی اور جس نے آپ سے دوری اختیار کی اس نے مجھ سے دوری اختیار کی۔(علامہ محب طبری نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو اپنی کتاب المناقب میں تحریر کیا ہے)

(کتاب "ذخائر العقبیٰ" صفحات ۳۶، ۶۲ ۔مکتبہ القدسی قاہرہ مصر ۱۳۵۶ھ، ابی جعفر احمد بن عبداللہ المعروف بہ علامہ محب طبری، متوفی ۶۹۴ھ)

۰۳) قتیبہ، یعقوب بن عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری، ابی حازم، سہیل ابن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جنگ خیبر میں فرمایا میں کل اس شخص کے ہاتھ میں پرچم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالی فتح نصیب کرے گا۔وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول، اس کو دوست رکھتے ہیں، چنانچہ لوگ رات بھر انتظار کرتے رہے کہ کل یہ پرچم کس کو مرحمت ہوتا ہے صبح کو جب لوگ اس کے امیدوار تھے کہ آپؐ نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھ

رہی ہیں، چنانچہ (ان کو طلب کر کے) ان کی آنکھوں میں آپؐ نے لعاب دہن لگا کر دعائے صحت کی اور وہ اچھے ہو گئے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کی آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف تھی ہی نہیں اور آپؐ نے پرچم حضرت علیؑ کو مرحمت فرمایا، جس پر حضرت علیؑ نے کہا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں تو آپؐ نے فرمایا ذرا صبر سے کام لو جب تم ان کے میدان میں جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور منجانب اللہ جو کچھ ان پر واجب ہے اس کی اطلاع پہنچا دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر تمہارے ذریعے کسی آدمی کو ہدایت دے تو تمہارا یہ فعل تمہارے لئے سرخ اونٹوں کے گلے سے زیادہ بہتر ہے۔ (صحیح بخاری شریف ج ۲ مترجم اردو، باب ۱۸۶، حدیث ۲۶۴)

۱۰۴) محدث جلیل حافظ ابن عقدہ متوفی ۳۳۰ھ اپنی کتاب "موالاۃ" میں باسناد جید سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہراؑ سے راوی ہیں کہ ایام علالت میں میرے باپ اور میرے رسولؐ نے مجمع صحابہ میں کہا اے لوگو! میں تم سے جدا ہو رہا ہوں تم میں دو ثقلین ایک کتاب اللہ اور دوسری میری آل چھوڑے جا رہا ہوں پھر ابوالحسن کا ہاتھ پکڑ کا بلند کیا اور فرمایا یہی علیؑ ہے جس کے ساتھ قرآن ہے اور جو قرآن کے ساتھ ہے علی و قرآن حوض کوثر پر آنے تک جدا نہ ہو سکیں گے۔ میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان دونوں کے حقوق کیسے ادا کئے۔

۱۰۵) حضرات ابن عباس و ابن مسعود و ابوذر کا متفقہ بیان ہے کہ علی کی شان میں جس کثرت سے آیتیں نازل ہوئیں کسی اور کی شان میں نہ آئی ہیں (کنزالعمال۔ ج ۶۔ صفحہ ۱۵۳، ص ۳۹۱ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۲،) نیز حضرت ابی بن کعب و حذیفہ و ابن عباس آنحضرت سے ناقل ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی یاایھاالمومنین ہو کا خطاب وارد ہے علی اس گروہ کے سردار اور رئیس ہیں اور حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت کی شان میں ۳۰۰ آیتیں نازل ہوئی ہیں (صواعق محرقہ ۷۲)

۱۰۶) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ بعثت کے چوتھے سال آیت "انذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بنو عبدالمطلب کی دعوت کا سامان، روٹی گوشت دودھ پنیر اور شہد وغیرہ مہیا کروں اور برادری کو دعوت دوں۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کر دی تقریباً چالیس اشخاص جن میں ہمارے چچا ابولہب، عباس، حمزہ، زبیر و حارث، اور میرے باپ ابوطالب بھی تھے، بعد طعام حضور آنحضرتؐ نے فرمایا خدا نے عموماً سارے بنی آدم پر اور خصوصاً تم پر مجھے مبعوث فرمایا ہے تم میں سے کون شخص میری تصدیق کرے گا اور میرا بھائی وصی، وزیر اور میرا خلیفہ بنے گا۔ تین تین مرتبہ کے استفسار کا جب جواب نہ ملا تو میں نے کھڑے ہو کے عرض کیا اگرچہ میں کم سن کمزور اور بے زر ہوں مگر آپ کا ساتھ دوں گا اور تادم زیست آپؐ کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ اس پر آنحضرتؐ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا وزیر اور تم میں میرا خلیفہ ہے اسکی سنو اور اسکی اطاعت کرو۔

ہماری برادری نے اس کا خوب مضحکہ اڑایا اور میرے باپ کو طعنے دینے لگے کہ حضرت اب سے اپنے بیٹے کا کہا مانا کرو اور اسکی فرمانبرداری میں لگے رہو۔ (ابوالفداء۔ ج ۱۔ ص ۱۱۸، ۱۱۹، کامل ابن اثیر۔ ج ۲۔ ص ۲۲، ۲۸، ولباب التاویل خازن۔ ج ۵۔ ص ۱۰۶، تاریخ طبری جرمن۔ ص ۱۱۷۳، مصری۔ ج ۱۔ ص ۲۱۷، ومسند احمد بن حنبل مصری۔ ج۔ ص ۱۱، کنزالعمال۔ ج ۲۔ ص ۳۵۷) (یہ واقعہ بہ اختلاف الفاظ بے شمار مورخین و مفسرین کے علاوہ یورپ کے مورخین ڈیون پورٹ کارلائل اور اروِن نے بھی اس کو بالتفصیل بیان کیا ہے)

۱۰۷) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ میری طرح جئے اور میری موت مرے اور خلد بریں میں رہے جس کا مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ کیا ہے اسے چاہئے کہ علی ابن ابی طالب کا دوست بن جائے کیونکہ علی تمہیں کبھی ہدایت کے دائرہ سے خارج نہ کریں گے اور نہ کبھی گمراہی کے دائرے میں داخل کریں گے۔" (مستدرک حاکم۔ ج ۳۔ ص ۱۲۸،

طبرانی، معجم کبیر)

۱۰۸) جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلہ بان ابی سلیمانؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب معراج پروردگار عالم جل جلالہ نے مجھ سے ارشاد کیا یا محمدؐ تم اپنی امت میں اپنی جگہ کس کو چھوڑ آئے ہو، میں نے عرض کیا ان کے بہتر اور برتر کو، فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کو، میں نے عرض کیا ہاں اسی کو۔ پروردگار نے فرمایا محمد میں نے زمین والوں کو اچھی طرح دیکھ کر تم کو برگزیدہ کیا اور اپنے ناموں میں سے ایک نام تمہارے لئے مشتق کیا، پس میں محمود ہوں اور آپ محمد ہیں۔ پھر میں نے دوبارہ زمین کے لوگوں کو دیکھا اور علی ابن ابی طالب کا انتخاب کیا اور ان کے لئے بھی ایک نام اپنے ناموں میں مشتق کیا، پس میں اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہے۔ یا محمد میں نے تم کو اور علی کو اپنے اصلی نور سے مخلوق کیا ہے اور تم دونوں کی ولایت کو آسمان اور زمین والوں کے سامنے پیش کیا، پس جس نے اس کو قبول کیا وہ میرے نزدیک مومن ٹھہرا، اور جس نے اس سے انکار کیا کفار کے گروہ میں سے بن گیا۔ (ارجح المطالب، باب اول۔ اخرجہ الخوارزمی)

۱۰۹) طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ حق تعالے نے مجھے حکم دیا کہ علی کا نکاح فاطمہ سے کر دوں۔ نیز طبرانی نے جابر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول مبارک روایت کیا ہے کہ ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں قرار دی گئی ہے اور میری ذریت علی ابن ابی طالبؑ کے صلب میں ودیعت کی گئی ہے اور ریاض مستطابہ میں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء العالمین کی تزویج حضرت علیؑ کے ساتھ مخصوص فرما کر خبر دی کہ یہ تزویج حسب حکم ایزدی ہے اور پروردگار عالم نے اپنے نبی کی ذریت کو علی بن ابی طالب کے صلب میں ودیعت فرمایا اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ ۲ھ کے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسی سال جناب فاطمہؑ کا عقد

نکاح حضرت علیؑ سے ہوا۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں پیغمبرؐ کے حضور میں حاضر تھا کہ ناگہاں آثار نزول وحی آنحضرتؐ پر ظاہر ہوئے اور جب وہ حالت برطرف ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے انس اس وقت جبرئیل امین نے نازل ہو کر مجھے حق تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا ہے کہ فاطمہ کا عقد نکاح علی سے کردوں۔

۱۱) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع سے واپس آتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"جبرئیل نے مجھے میرے پروردگار کا یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اس مجمع میں کھڑے ہو کر ہر گورے اور کالے کے سامنے یہ اعلان کردوں کہ علی ابن ابی طالب میرے بھائی، میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں اور وہی میرے بعد امت کے امام ہوں گے۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ متقی کم اور منافق زیادہ ہیں اور لوگ مجھ پر نکتہ چینی بھی کرتے تھے کہ میں زیادہ وقت علی کے ساتھ گزارتا ہوں اور ان کو پسند کرتا ہوں اور اسی وجہ سے انہوں نے میرا نام اذن (کانوں کا کچا) رکھ دیا تھا۔ اگر چاہوں تو میں ان لوگوں کے نام بھی بتلا سکتا ہوں مگر میں نے اپنی فراخدلی سے ان کے ناموں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ ان وجوہ سے میں نے جبرئیل سے کہا کہ میرے پروردگار سے کہہ دیں کہ مجھے اس فرض کی بجاآوری سے معافی دے دے مگر اللہ تعالیٰ نے میری معذرت قبول نہ کی اور کہا کہ یہ پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ پس لوگو سنو! اللہ تعالیٰ نے تمہارا ایک ولی اور امام مقرر کردیا ہے اور اس کی اطاعت تم میں سے ہر ایک پر فرض کردی ہے ----" (یہ مکمل خطبہ طبری نے کتاب "لولایہ" میں نقل کیا ہے۔ سیوطی نے بھی اسے تفسیر در منثور میں جلد ۲ میں ملتے جلتے الفاظ سے نقل کیا ہے)

پھر آپؐ نے ایک تقریب تبریک منعقد کی۔ خود آنحضرتؐ ایک خیمہ میں رونق افروز ہوئے اور علی کو اپنے برابر بٹھایا اور سب مسلمانوں کو حکم دیا، ان میں آپ کی ازواج، امہات المومنین بھی شامل تھیں کہ گروہ در گروہ علی کے پاس جاکر انھیں امامت کی مبارکباد دیں اور امیرالمومنین کی حیثیت سے انھیں سلام پیش کریں۔ چنانچہ سب نے

ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو مبارکباد دینے والوں میں حضرات ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی شامل تھے۔ وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ "مبارک ہو اے ابن ابی طالب کہ آپ آج سے ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہو گئے۔" اس موقع پر شاعر رسول حسان بن ثابت نے تہنیتی اشعار بھی کہے۔ (یہ تمام واقعہ امام ابو حامد غزالی نے اپنی کتاب "سر العالمین" صفحہ ۶ پر بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جلد ۴ کے صفحہ ۲۸۱ پر اور طبری نے اپنی تفسیر کی جلد ۳ کے صفحہ ۴۲۸ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ نیز بیہقی، ثعلبی، دار قطنی، فخرالدین رازی اور ابن کثیر وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے)

حضرت شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ

در صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود
تا نقش زمین بود و زماں بود علیؑ بود

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؑ بود

ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ
ہم یونسؑ و ہم یوسفؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود

ہارون ولایت کہ پس از موسیٰؑ عمران
در دست علی بود عصا بود عصا علیؑ بود

آں شاہ سرفراز کہ اندر شب معراج
با احمد مختار یکے بود علیؑ بود

عیسیٰ بوجود آمد و فی الحال سخن گفت
آں نطق و فصاحت کہ در او بود علیؑ بود

اقوال وارشادات مولا علیؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے' جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں' نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں' نہ اس کی ابتداء کے لئے کوئی وقت ہے' جسے شمار میں لایا جا سکے' نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا' اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا' تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے کمال معرفت اس کی تصدیق ہے' کمال تصدیق توحید ہے' کمال توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمال تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے' اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے' لہٰذا جس نے ذات الٰہی کے علاوہ صفات مانے' اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا' اس نے دوئی پیدا کی' جس نے دوئی پیدا کی' اس نے اس کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزاء کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا' اور جو اس سے بے خبر رہا' اس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اسے محدود سمجھ وہ اسے دوسری چیزوں کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر ہے اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے' ہوا نہیں'

موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ یگانہ ہے، اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربے کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے جسے اس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولے اور جوش کے جس سے وہ بے تاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا اور طبیعتوں کے لئے مناسب صورتیں قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے انہیں جانتا تھا۔ ان کی حدود نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اس نے کشادہ فضاء وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں۔ (۱، ۳-۷۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲) اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے، اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کے لئے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے۔ جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے، اسے کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا۔ جس کا وہ کفیل ہو، وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہ حمد اور طلب امداد وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاجواب ہے۔ ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبہ کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے۔ زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے۔ یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسن عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان

کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں جنہیں شہرت یافتہ دین ماثور نشان، لکھی ہوئی کتاب، ضوفشاں نور، چمکتی ہوئی اور روشن و فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ ہو اور دلائل کے زور سے حجت تمام کی جائے۔ آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے۔ (۸۵/۲)

۳) جس کے پیش نظر دوزخ و جنت ہو، اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی۔ جو تیز قدم دوڑنے والا ہے، وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلب گار ہو مگر سست رفتار ہے، اسے بھی توقع ہو سکتی ہے مگر جو ارادہ کوتاہی کرنے والا ہو، اسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب، اور نبوت کے آثار ہیں اسی سے شریعت کا نفاذ و اجراء ہوا۔ اور اسی کی طرف آخر کار بازگشت ہے جس نے غلط ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افتراء باندھا وہ ناکام و نامراد رہا۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ وہ اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے۔ وہ اصل و اساس جو تقویٰ پر ہو، برباد نہیں ہوتی اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو۔ توبہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا برا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔
(۱۲۱-۱۲۰/۱۶)

۴) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالہ کر دیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہواخواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے

برگشتہ ہے وہ تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو ادھر ادھر سے بٹور لیا ہے وہ امت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اسے عالم کا لقب دے رکھا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی بے سود باتیں سمیٹنے کے لئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر کوئی الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اسکے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے اس طرح وہ شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو، تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو، اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو، وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلاپن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں، اور نہ وہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے۔ جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ قابل اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خون اس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا

جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مر جاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا کہ پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔ اس وقت جب کہ اسکی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی نہیں اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔ (۱۴۲/۱۷-۱۴۳)

۵) جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ اور مضطرب ہو جاتے اور حق کی بات سنتے اور اس پر عمل کرتے۔ لیکن جو انہوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشم بینا و گوش شنوا رکھتے ہو تو تمہیں سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے' در حقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے۔
(۱۳۱/۲۰)

۶) دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو اس کی احتیاج کو اس امداد سے دور کرنے میں پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے یہ کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہو گی' جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے تو اس کا ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اس کی مدد سے رک جاتے ہیں۔ جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے۔
(۱۳۵/۲۳)

۷) شبہہ کو شبہہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے' تو جو دوستان خدا

ہوتے ہیں ان کے لئے شبہات کے اندھیروں میں "یقین" اجالے کا اور ہدایت کی سمت "رہنما" کا کام دیتی ہے۔ اور جو دشمنان خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں اور کوری و بے بصری ان کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔ (۳۸/۱۴۳)

۸) وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں۔ جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے اور جاہلوں نے ان کی چالوں کو حسن تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انہیں غارت کرے انہیں کیا ہو گیا ہے وہ شخص جو زمانے کی اونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اسکے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ بھی کوئی تدبیر اپنے لئے دیکھتا ہے، مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سد راہ نہیں ہے وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا لے جاتا ہے۔ (۴۱/۱۴۵)

۹) اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں کچھ باقی نہیں رہ گیا مگر اتنا کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے اور آخرت ادھر کا رخ لئے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا اور آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں تو تم فرزند آخرت ہو اور ابنائے دنیا نہ ہو اس لئے ہر بیٹا روز قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہو گا عمل نہ ہو سکے گا۔

(۳۲/۱۲۵-۱۲۶)

۱۰) تمام حمد اس اللہ کے لئے جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جسکی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں، نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے اور نہ اس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے اور نہ اس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا طے شدہ امر ہے اور اسکے بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہرصورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے۔ جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے، اسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔ (۴۵/۱۲۷-۱۲۹)

۱۱) تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدود نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے ان کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ زبان سے انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ (۴۹/۱۷۱)

۱۲) خدا اس شخص پر رحم کرے، جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح رہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہروقت نظروں میں رکھا اور گناہوں سے خوف کھایا۔ عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد پا لیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنا لیا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی راہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔ (۷۴/۱۹۳)

۱۳) اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے اگر دامن امید سمیٹنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آجائے اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔ (۷۹/۱۹۸)

۱۴) اے چشم و گوش رکھنے والے اور صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانہ ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو اور کدھر کا رخ کئے ہوئے ہو، یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد برابر ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا ہو گا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت اور از سر نو اختیار سے

کام لینے کے مواقع اور توبہ کی گنجائش اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اسے جکڑ لے۔ (۸۱/۲۰۸)

۱۵) اے لوگو! خاتم النبین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے جو بظاہر مر کر بوسیدہ ہو جاتا ہے، وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا جو باتیں تم نہیں جانتے، ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو۔ اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو۔ جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو اور تمہاری کوئی حجت اس پر تمام نہ ہو، اسے معذور سمجھو، اور وہ میں ہوں۔ کیا میں نے تمہارے سامنے ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا، اور ثقل اصغر (اہل بیت) کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا۔ حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حسن سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے، اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں، اس میں اپنی رائے کو کارفرما نہ کرو۔ (۸۵/۲۱۵-۲۱۶)

۱۶) اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے، اگر تجھ سے آس لگائی جائے تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے امیدیں باندھی جائیں تو تو بہترین سرچشمہ امید ہے۔ تو نے مجھے ایک قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو ناامیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کا مقامات ہیں۔ تو نے میری زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے۔ بارالہا! ہر ثنا گستر کے لئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور عطا و بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا

ہے۔ خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دست طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۸۹ ۲۳۵، ۲۳۶)

۱۷) اس نے انبیاء کو بہترین سونپے جانے کی جگہ پر رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا' دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا' یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں' پیدا کیا اسی شجرہ سے کہ جس سے بہت سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عترت بہترین عترت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے' جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔ وہ پرہیزگاروں کے امام' ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے سرچشمہ بصیرت ہیں وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیاپاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے ان کا کلام حق اور باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا' بد عملی پھیلی ہوئی اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو' راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقعہ ہے' چونکہ اعمال نامے

کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں۔ بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے' توبہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔ (۹۳، ۲۲۴-۲۲۵)

۱۸) جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اسکی راہ میں تم اسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اسکے لئے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و آبرو پائی لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے ان کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے اور تم رہ جاتے ہو' اس سے عبرت حاصل کرو۔ (۳۸۵/۱۱۵)

۱۹) جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں انہیں چاہئے کہ وہ گنہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے' ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اچھالنے سے مانع رہے چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے۔ یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اس کی برائی کرتا ہے جب کہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم! اگر اس نے گناہ کبیرہ نہیں کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا' تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ (۳۱۹/۱۳۸)

۲۰) اے لوگو! اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو پھر اس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر

چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہوگی وہ خود ہی نیست و نابود ہو جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ (جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے دیکھا۔) (۱۳۹/۳۲۲۔۳۲۳)

۲۱) جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک برتتا ہے اور نااہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے' اس کے پلے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا رہتا ہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے حالانکہ اللہ کے معاملے میں وہ بخل کرتا ہے۔ چاہیے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے۔ محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس پر برداشت کرے۔ اس لئے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرف یاب ہونا اور آخرت کی فضیلتوں کو پا لینا ہے انشاء اللہ۔ (۱۴۰/۳۲۳)

۲۲) اللہ نے تمہیں اسلام کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کے لئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام ہے اور عزت انسان کا سرمایہ ہے اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لئے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی بارش اور تاریکیوں کے لئے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے

روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کے لئے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لئے اس میں بے نیازی ہے۔
(۱۵۰/۳۳۹-۳۴۰)

۴۳) (حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا) یا رسول اللہؐ یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپؐ نے فرمایا اے علی! میرے بعد میری امت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ احد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپؐ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ شہادت تمہیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ یوں ہی ہو کر رہے گا (یہ کہو) کہ اس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہو گی تو میں نے کہا تھا یا رسول اللہؐ یہ صبر کا موقع نہیں ہے، یہ تو میرے لئے مژدہ اور شکر کا مقام ہو گا تو آپؐ نے فرمایا کہ یا علی حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اس کی رحمت کی تمنائیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غضب (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کریں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کو ہدیہ کا نام دے کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں؟ اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر۔ (۱۵۴/۳۴۹)

۴۴) اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ (۱۵۵/ ۳۵۲)

(۲۵) انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے' اس لئے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم میں نے کسی پرہیزگار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کے لئے مفید ثابت ہوا ہو جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے۔ اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری بات ہوتی ہے تو اسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے اور منافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے' اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی بات اس کے حق میں مفید ہے اور کون سی بات مضر ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک صاف اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ (۱۷۴/ ۳۹۳ - ۳۹۴)

(۲۶) دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا' تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا اور اسکی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ خدا اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ وہ ظلم جو بخش دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے اور وہ ظلم کہ جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔ وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس کے مقابلے میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ دین خدا میں رنگ بدلنے سے بچو کیونکہ تمہارا حق پر

ایسا کر دینا جسے تم ناپسند کرتے ہو' باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا محبوب مشغلہ ہے' بہتر ہے۔ بے شک اللہ سبحانہ نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔ (۳۹۵,۱۲۳)

۲۷) اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے اور اس کی جانب کھنچتا ہے وہ اسے انجام کار فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہش مند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے وہ اس پر قابو پا لے گی۔ خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تروتازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں' یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے۔ کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور یہ نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں۔ صدق نیت و رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔ مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا۔ میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت اور سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا تمہاری گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے۔ (۳۹۸-۳۹۷/۷۶)

۲۸) اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہیں لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامان معیشت تمہارے لئے مہیا کیا اگر کوئی دنیوی بقاء کی بلندیوں پر چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پا سکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد علیہما السلام ہوتے کہ جن کے لئے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی لیکن جب وہ اپنا آب و دانہ پورا اور اپنی مدت حیات ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا۔ گھر ان سے خالی ہو

گئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔ تمہارے لئے گزشتہ دوروں کے ہر دور میں عبرتیں ہی عبرتیں ہیں۔ ذرا سوچو تو کہ کہاں ہیں عمالقہ اور ان کے بیٹے اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں، کہاں ہیں اصحاب الرس کے شہروں کے باشندے جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبروں کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے، ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔ (۱۸۰/ ۲۰۴-۲۰۵)

۲۹) خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے۔ زمین سے چمٹے رہو۔ بلاؤ سختی کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہل بیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اور جس عمل خیر کی نیت اس نے کی ہے، اس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے بے شک ہر چیز کی ایک مدت اور میعاد ہوا کرتی ہے۔
(۱۸۸/ ۴۴۳)

۳۰) جس طرح تم زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو اسی طرح مغرور و سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو۔ اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر و رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء کو اس کی اجازت دیتا۔ لیکن اس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا اور ان کے لئے عجز و مسکنت ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلودہ رکھے اور مومنین کے آگے تواضع و انکسار سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں کمزور و بے بس تھے جنہیں اللہ نے بھوک سے آزمایا، تعب و مشقت میں مبتلا کیا۔

خوف و خطر کے موقعوں سے انہیں تہہ و بال کیا۔ لہٰذا خدا کی خوشنودی اور ناخوشنودی کا معیار، اولاد و مال کو قرار نہ دو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اولاد سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں۔ مگر جو اصل واقعہ ہے اسے یہ لوگ سمجھتے نہیں" اسی طرح واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کا جو بجائے خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں، امتحان لیتا ہے، اپنے ان دوستوں کے ذریعہ سے جو ان کی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں۔ (۱۹۰/۳۴۱)

۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے تم جانتے ہی ہو کہ میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسول اللہ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے پہلے آپ کسی چیز کو چباتے تھے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا اور میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چاردیواری میں اسلام نہ تھا۔ البتہ تیسرا ان میں، میں تھا۔ میں وحی رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

(۱۹۰/۳۵۱)

۴) جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر

میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ آواز کیسی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو' فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپؐ کے پاس آئی اور انہوں نے آپؐ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپؐ کے باپ دادا نے کیا نہ آپؐ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپؐ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں' اگر آپؐ نے اسے پورا کر کے ہمیں دکھا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپؐ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپؐ جادوگر اور جھوٹے ہیں حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارا مطالبہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ ہمارے لئے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اکھڑ آئے اور آپؐ کے سامنے آکر ٹھہر جائے آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایسا کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ اور حق کی گواہی دو گے انہوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو (جنگ) احزاب میں جتھہ بندی کریں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ آ یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آکر ٹھہر جائے۔ (رسولؐ کا یہ فرمانا تھا کہ) اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ لچکتا جھومتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آکر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں ان پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں اور میں آپؐ کے دائیں جانب کھڑا تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپؐ کے پاس آئے اور

آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے یہی حکم دیا تو اسکا آدھا حصہ آپؐ کی طرف بڑھ آیا اس طرح کہ اس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) عجیب صورت سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب کے وہ قریب تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے لپٹ جائے اب انہوں نے کفر و سرکشی سے کہا اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجئے کہ یہ اپنے دوسرے حصے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپؐ نے حکم دیا کہ وہ پلٹ گیا میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ لا الہ الا اللہ اے اللہ کے رسولؐ میں آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس درخت نے بحکم خدا آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپؐ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ امر واقعی ہے (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں) یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ (پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابکدست اس امر پر آپؐ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں ملامت اثر انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے نیکوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے' وہ شب زندہ داروں کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں' نہ سربلندی دکھاتے ہیں' نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔ (۱۹۰/ ۳۵۲۔ ۳۵۳)

۳۳) پیغمبرؐ کے وہ اصحاب جو احکام شریعت کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لئے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی اور میں نے اس جوانمردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبرؐ کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی جن موقعوں سے بہادر جی چرا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور قدم آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر اقدس میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت فرمائی تو میں نے تبرکا اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا' اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ آپ کی رحلت سے گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے اور ایک گروہ چڑھتا تھا' وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آرہی تھیں یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زیادہ کون ان کا حقدار ہو سکتا ہے۔ (۱۹۵، ۲۹۷، ۴۶۸)

(۲۳) اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے کو پہچنوانے کے لئے پسند کیا' اپنی نظروں کے سامنے اس کی دیکھ بھال کی۔ اس کی تبلیغ کے لئے بہترین خلق کا انتخاب فرمایا۔ اپنی محبت پر اس کے ستون کھڑے کئے' اس کی برتری کی وجہ سے تمام دینوں کو سرنگوں کیا اور اس کی بلندی کے سامنے سب ملتوں کو پست کیا۔ اس کی عزت و بزرگی کے ذریعے دشمنوں کو ذلیل اور اس کی نصرت و تائید سے مخالفوں کو رسوا کیا۔ اس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا۔ پیاسوں کو اس کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی الچنے والوں کے ذریعے حوضوں کو بھر دیا۔ پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبوط کیا کہ اس کے بندھنوں کے لئے شکست و ریخت نہیں' نہ اس کے حلقے کی کڑیاں الگ الگ ہو سکتی ہیں' نہ اس کی بنیاد گر سکتی ہے' نہ اس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں' نہ اس کا درخت اکھڑ سکتا ہے' نہ اس کی مدت ختم ہو سکتی ہے' نہ اس کے قوانین محو ہوتے ہیں' نہ اس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں' نہ اس کی راہیں تنگ' نہ اس کی آسانیاں دشوار ہیں' نہ اس کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ' نہ اس کی استقامت میں پیچ و خم' نہ اس کی لکڑی میں کجی' نہ اس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے' نہ اس کے چراغ گل ہوتے ہیں' نہ اس کی خوشگواریوں میں تلخیوں کا گزر ہوتا ہے۔ اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس کے پائے اللہ نے حق کی سرزمین میں قائم کئے ہیں اور اس کی اساس و بنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے

ہیں جن کے چشمے پانی سے بھرپور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لوئیں ضیاء بار ہیں۔ ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مسافر قدم بڑھاتے ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اترنے والے ان سے سیراب ہوتے ہیں۔ (۱۹۶/ ۳۷۱-۳۷۲)

۳۵) اللہ سبحانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو سراپا نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں۔ ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی' ایسا دریا ہے جس میں راہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی۔ ایسی کرن ہے جسکی چھوٹ مدہم نہیں پڑتی وہ ایسا حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کئے جا سکتے۔ وہ سراسر شفا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی بیماریوں کا کھٹکا نہیں' وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے' وہ سراپا حق ہے جس کے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے۔ وہ ایمان کا معدن و مرکز ہے اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں۔ وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے' وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی الچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے' وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا' وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والوں کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی' فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار اور نیکوں کی راہ گزر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے۔ یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں' ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں' ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو اس کے لئے پیغام صلح و امن ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اس کے

لئے ہدایت ہے' جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کے لئے حجت ہے جو اسکی رو سے بات کرے' اس کے لئے دلیل برہان ہے' جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لئے گواہ ہے' جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لئے فتح و کامرانی ہے۔ جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے' جو اسے اپنا دستور العمل بنائے یہ اس کے لئے مرکب تیز گام ہے۔ یہ حقیقت شناس کے لئے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے ٹکرانے کے لئے) سلاح بند ہو اس کے لئے سپر ہے' جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کے لئے علم و دانش ہے۔ بیان کرنے والے کے لئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لئے قطعی حکم ہے۔ (۱۹۹ / ۴۷۴)

۳۶) حضرت نے اپنے اصحاب کو نماز کی پابندی کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے دروازے پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا امید کی جا سکتی ہے کہ اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گا۔" نماز کا حق تو وہی مردان باخدا پہچانتے ہیں جنہیں متاع دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرور دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ' ایسے ہیں کہ جنہیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے' نہ خرید و فروخت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی بہ کثرت نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو' چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت سے بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے۔ (۱۹۷, ۴۷۴۔ ۴۷۵)

۳۷) سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے' حکمران کا رعیت اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے ایک کے لئے فریضہ بنا کر

عائد کیا ہے اور اسے ان میں رابطہ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور و طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیت فرماں روا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیت کے حقوق پورے سے عہدہ برآ ہو تو ان میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کی توقعات پیدا ہو جائیں گی اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہو گا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے دین میں مفسدے بڑھ جائیں گے شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی خواہشوں پر عمل در آمد ہو گا شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے نفسانی بیماریوں میں اضافہ ہو گا اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقع پر نیکوکار ذلیل اور بدکردار باعزت ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا بجھانا اور ایک دوسرے سے تعاون کرنا، تمہارے لئے ضروری ہے اس لئے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے کے لئے کتنا ہی حریص ہو اور اس کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں، پھر بھی اس نے بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پند و نصیحت کریں اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔

(۲۱۴/۵۰۱ - ۵۰۲)

۳۸) بخدا میں نے اپنے بھائی عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا

جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے۔ گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں' وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا' میں نے ان کی باتوں کو کان دھر کے سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا مگر میں نے یہ کیا کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ عبرت حاصل کریں' چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے۔ پھر میں نے ان سے کہا اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت سے) تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔ (۲۲۱، ۵۱۸)

(۳۹) خدایا! میری آبرو کو غنا و تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے میری عزت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح و ثناء کرنے لگوں اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۲۲/۵۱۹)

(۴۰) معلوم ہونا چاہیئے کہ زبان انسان کے بدن کا ایک ٹکڑا ہے جب انسان کا ذہن رک جائے تو پھر کلام اس کا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اس کی معلومات میں وسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رکنے کی مہلت نہیں دیا کرتا اور ہم اہل بیت اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں وہ ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے اور اس کی شاخیں ہم پر جھکی ہوئی ہیں۔

خدایا تم پر رحم کرے اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں حق گو کم'

زبانیں صدق بیانی سے کند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں اور ظاہرداری و نفاق کی بنا پر ایک دوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں۔ ان کے جوان بدخو' ان کے بوڑھے گنہگار' ان کے عالم منافق اور ان کے واعظ چاپلوس ہیں' نہ چھوٹے بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مال دار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔ (۵۲۹/۲۳۰)

(۴۱) رسول اللہؐ کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا :

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت' خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا جو کسی اور نبی کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے اس مصیبت میں اپنے اہل بیت کو مخصوص کیا' یہاں تک کہ آپ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دی اور اس غم کو بھی عام کر دیا کہ سب لوگ آپؐ کے سوگ میں برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپؐ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپؐ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا' پھر بھی یہ گریہ و بکا اور اندوہ و حزن آپؐ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتے۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جسکا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں' ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد رکھئے گا۔ (۵۳۲-۵۳۱/۲۳۲)

(۴۲) دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت :

جب تک وہ پہل نہ کریں' تم ان سے جنگ نہ کرنا' کیونکہ تم بحمد اللہ دلیل و حجت رکھتے ہو اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ "وہی پہل کریں" یہ ان پر دوسری حجت ہو گی۔ خبردار جب دشمن منہ کی کھا کر میدان چھوڑ بھاگے تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا' چاہے وہ تمہاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے

افسروں کو گالیاں دیں کیونکہ ان کی قوتیں، ان کی جانیں اور ان کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ہم پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں، حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر جاہلیت میں بھی کوئی شخص کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو اس کو اور اس کے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔ (ت ۱۴، ۵۵۶)

(۲۳) انسان کو کبھی ایسی چیز کا پا لینا خوش کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں سے جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اسے غمگین کر دیتا ہے جو اسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہے۔ تمہاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر ہونا چاہئے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے تو اس پر رنج ہونا چاہئے۔ اور جو چیز دنیا سے پا لو، اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو چیز اس سے جاتی رہے اس پر بے قرار ہو کر افسوس کرنے نہ لگو بلکہ تمہیں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہئے۔ (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے کیا ہے، اتنا پیغمبر خداؐ کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا)
(ت ۲۲/۵۴۹)

(۲۴) اپنے ایک گورنر کو ہدایت : لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا، ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا، کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا تاکہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرفداری کی امید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمہارے عدل و انصاف سے ان بڑے لوگوں کے مقابلہ میں ناامید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے، بڑے، کھلے، ڈھکے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا اور اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے اور اگر وہ معاف کر دے تو وہ اس کے کرم کا تقاضہ ہے۔ (ت ۲۷، ۵۷۲)

(۲۵) فرزند کو نصیحت : اپنے اور دوسرے کے درمیان معاملہ میں اپنی ذات کو میزان

قرار دو۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو، اور جو اپنے لئے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لئے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو، یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک ہو، یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو برا سمجھتے ہو اسے اپنے میں بھی پاؤ تو برا سمجھو اور لوگوں کے ساتھ تمہارا جو رویہ ہو اسی رویہ کو اپنے لئے بھی درست سمجھو۔ جو بات نہیں جانتے اس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ، اگرچہ تمہاری معلومات کم ہوں۔ دوسروں کے لئے وہ بات نہ کہو جو اپنے لئے سننا گوارا نہیں کرتے۔ یاد رکھو! کہ خود پسندی صحیح طریقہ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے۔ روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور دوسروں کے خزانچی نہ ہو، اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق تمہارے شامل حال ہو جائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے پروردگار کے سامنے تذلل اختیار کرو۔ دیکھو تمہارے سامنے ایک دشوار گزار اور دور دراز راستہ ہے جس کے لئے بہترین زاد کی تلاش کرو اور بقدر کفایت توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ سبکباری ضروری ہے لہٰذا اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پیٹھ پر بوجھ نہ لادو کہ اس کا بار تمہارے لئے وبال جان بن جائے گا۔ (ت ۳۱، ۵۹۱)

(۴۶) تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر انہیں حاصل کرنے کے لئے اونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ، تو وہ اسی قابل ہوں گی۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شئے سے خوف نہ کھائے اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں نہ شرمائے اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔ (۸۲/ ۷۹۴)

(۴۷) آپ نے فرمایا "ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل و جہاد" پھر صبر کی

چار شاخیں ہیں۔ اشتیاق' خوف' دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔ اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہو گا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہو گا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔ اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی' حقیقت رسی' عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لئے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہو گا اور جو عبرت سے آشنا ہو گا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں۔ تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری' چنانچہ جس نے غور و فکر کیا' وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی' اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں۔ امربالمعروف' نہی عن المنکر' تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امربالمعروف کیا' اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا' اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کے لئے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کے لئے دوسروں پر غضبناک ہو گا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا۔ (۳۰، ۶۸۱ – ۶۸۳)

(۳۸) کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش' جھگڑالوپن' کج روی اور اختلاف۔ تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑا کرتا ہے وہ عقل سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے اور وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشے میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے' اس کے راستے

بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ نکلنے کی راہ اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے شک کی بھی چار شاخیں ہیں۔ کٹ حجتی خوف سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا' اس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا' وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک و شبہ میں سرگرداں رہتا ہے اسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا' وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔(۳۱/ ۶۸۴-۶۸۳)

۴۹) امیر المومنین سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا تو وہ آپ کو دیکھ کر پیادہ پا ہو گئے اور آپؑ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا! انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا' البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو۔ وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اخروی ہو اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔
(۳۷/ ۶۸۴)

۵۰) اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا' مجھ سے چار اور پھر چار باتیں یاد رکھو' ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا۔ سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حسن اخلاق ہے۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچائے گا' اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہو گی وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا' ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول

بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لیے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔ (۳۸ / ۶۸۴)

۵۱) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا۔ اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح پتے جھڑتے ہیں ہاں! ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاک دامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔ (۴۱ / ۶۸۵)

۵۲) اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے، تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اے علی کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔" (۴۵ / ۶۸۷)

۵۳) جب ضرار ابن ضمرۃ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپؑ کو دیکھا جب کہ رات اپنے دامن ظلمت کو پھیلا چکی تھی کہ آپؑ محراب عبادت میں استادہ ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مارگزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

"اے دنیا! اے دنیا دور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آئی ہے تیرا وہ وقت نہ آئے کہ تو مجھے فریب دے سکے بھلا یہ کیونکر

ہو سکتا ہے جا اور کسی اور کو جل دے، مجھے تیری خواہش نہیں ہے، میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے۔ افسوس زادِ راہ تھوڑی اور راستہ طویل، سفر دور دراز اور منزل سخت ہے۔ (۷۷/۶۹۲)

۵۴) خوشا نصیب اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا، سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرشِ خاک پر پڑ رہا کہ جن کی آنکھیں خوفِ حشر سے بیدار، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں اور کثرتِ استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے اور بے شک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے۔ (۴۵/۶۱۵)

۵۵) امیر المومنینؑ نے فرمایا: دنیا میں عذابِ خدا سے دو چیزیں باعثِ امان تھیں۔ ایک ان میں سے اٹھ گئی مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے لہٰذا اسے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھا لی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور جو امان باقی رہ گئی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: "اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان لوگوں میں موجود ہو۔" اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا جب کہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے۔ (۸۸/۶۹۵)

۵۶) تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چیں بہ جبیں ہے

اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اس لئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔ (۹۳/۶۹۶)

۵۷) آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کیا چیز ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا :
"نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجا لاؤ اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرو تو توبہ و استغفار کرو' اور دنیا میں صرف دو شخصوں کے لئے بھلائی ہے۔ ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرے اور دوسرا وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔" (۹۴/۶۹۷)

۵۸) انبیاء سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہیں (پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی' جو ان کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے' اگرچہ ان سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو' اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے' اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔ (۹۶/۶۹۷)

۵۹) کچھ لوگوں نے آپؑ کے روبرو آپؑ کی مدح و ستائش کی تو فرمایا' اے اللہ تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے' اور ان لوگوں سے زیادہ میں اپنے نفس کو پہچانتا ہوں۔ اے اللہ جو ان لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان لغزشوں کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔ (۱۰۰/۶۹۸)

۶۰) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا' جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہو گا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو' اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا' صدقہ کو لوگ خسارہ' اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لئے ہو گی۔ ایسے زمانے میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے' نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہو گا۔ (۱۰۲/ ۶۹۸)

۶۱) آپؑ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا تو آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپؑ نے فرمایا! اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناسازگار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا' وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا۔ وہ دونوں بہ منزلہ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہو گا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔ (۱۰۳/ ۶۹۹)

۶۲) نوف ابن فضالہ بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے۔ ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا یا امیرالمومنینؑ جاگ رہا ہوں۔ فرمایا! اے نوف! خوش نصیب ان کے جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو فرش' مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا اور دعا کو سپر بنایا۔ پھر حضرت مسیحؑ کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ

گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہو گی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا' یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا' یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔ (۱۰۴/ ۶۹۹)

۶۳) حکمت کی بات جہاں کہیں ہو' اسے حاصل کرو' کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے' لیکن جب تک اس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ مل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے۔ (۷۹/ ۶۹۳)

۶۴) اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں اگر اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کے لئے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ ماتقدم کو بھول جاتا ہے اور اگر اس پر اچانک خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسرے قسم کے تصورات سے اسے روک دیتا ہے اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اسے رسوا کر دیتی ہے اگر فقر و فاقہ میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے تو ناتوانی اسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پری اس کے لئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ کوتاہی اس کے لئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔ (۱۰۸/ ۷۰۱)

۶۵) خوشا نصیب اس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک

وہ پاکیزہ نیت نیک اور خصلت وعادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا' بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا' مردم آزاری سے کنارہ کشی اختیار کی 'سنت' سے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔(۲۳/۷۰۳)

۶۶) حضرتؑ ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپؑ نے فرمایا۔ "گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کے لئے لکھی گئی ہے اور گویا یہ حق (موت) دوسروں پر ہی لازم ہے اور گویا جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں اتارتے ہیں ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے پند و نصیحت کرنے والے کو' وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔" (۱۲۲/۷۰۳)

۶۷) مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقرو ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اسکی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوشحالی کا طالب ہوتا ہے وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولتمندوں کا سا ان سے محاسبہ ہوگا اور مجھے تعجب ہوتا ہے متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا اور کل مردار ہوگا اور مجھے تعجب ہے اس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے اور تعجب ہے اس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر کہ جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔ (۱۲۶/۷۰۶)

۶۸) جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا' جو دعا

کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں رہتا جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا جسے استغفار نصیب ہو وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے چنانچہ دعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے "تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا "جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا" اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا" اور توبہ کے لئے ارشاد فرمایا ہے "اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بناء پر کوئی بری حرکت کر بیٹھیں پھر جلدی سے توبہ کریں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(۳۵ / ۷۹۔۸۰)

۶۹) دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے' جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اس وقت نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور اس کی عمر کا یک دن نہیں آتا جب تک کہ ایک دن اس کی عمر کا کم نہ ہو جائے۔ ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں' تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں جب کہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اسے گراتے اور جو یکجا ہے اسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔(۱۹۱ ,۲۳)

۷۰) بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا : یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر ان کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے! آپؑ نے فرمایا کہ پیشہ ور اپنے اپنے

کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی زیر تعمیر عمارت کی طرف' جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔ (۱۹۹ / ۷۳۵)

۷۱) کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنا دے اس لئے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدرداں کی قدردانی حاصل کر لو گے اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۲۰۴ / ۷۳۹)

۷۲) سخاوت' عزت و آبرو کی پاسبان ہے' بردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے' درگزر کرنا کامیابی کی زکواۃ ہے' جو غداری کرے اس کا بھول جانا اس کا بدل ہے' مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ صبر مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے بیتابی و بے قراری زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا ہے بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بارے میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی و محبت اکتسابی قرابت ہے۔ جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔ (۲۱۱ / ۷۴۷ - ۷۴۸)

۷۳) جو دنیا کے لئے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولت مندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہو گا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو

جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں' ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایک امید جو بر نہیں آتی۔ (۲۲۸/۷۳۰۔ ۷۳۱)

۷۴) خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا' شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے اور نماز کو فرض کیا' رعونت سے بچانے کے لئے اور زکواۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لئے روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لئے اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کے لئے اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لئے' اور امر بالمعروف کو اصلاح خلائق کے لئے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لئے اور حقوق قرابت کے ادا کرنے کے لئے (یو روانصار کی) گنتی بڑھانے کے لئے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لئے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لئے اور شراب خوری کے ترک کرنے کو عقل کی حفاظت کے لئے اور چوری سے پرہیز کو پاکبازی کا باعث ہونے کے لئے اور زناکاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لئے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لئے اور گواہی کو انکار حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لئے اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لئے اور قیام امن کو خطروں سے تحفظ کے لئے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لئے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے۔

(۲۵۲/۷۳۵۔ ۷۳۶)

۷۵) جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا اس نے اپنے کو سبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھا اس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔ (۲/۶۷۴)

۷۶) بخل ننگ و عار ہے اور بزدلی نقص و عیب ہے اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو

وسائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و درماندگی مصیبت ہے اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔ (۳/ ۶۷۴-۶۷۵)

۷۷) زیادہ خاموشی، رعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے لطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے۔ جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازما سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے اور سرپھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہو جاتے ہیں۔ (۷۳۰،۲۲۴)

۷۸) جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے۔ (۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ محسوس کرتا ہو، (۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو، (۴) فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا تو جاہل اس کے سیکھنے میں عار محسوس کرے گا اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی، لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کے لئے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہو گا وہ انہیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔
(۳۷۲،۷۷۲)

عہد نامہ

یہ عہد نامہ جسے اسلام کا دستور اساسی کہا جا سکتا ہے۔ اسے امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے ۳۸ھ میں مالک ابن اشتر رحمۃ اللہ علیہ کو مصر کا گورنر نامزد کرتے ہوئے قلمبند فرمایا تھا جس کی ہر دفعہ مفاد عموی کی نگہبانی اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے یہاں اس عہد نامہ کے اقتباسات پیش کرنے کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔

(ت ۵۳/۴۲۶-۴۳۶)

۹۷) انہیں حکم ہے کہ وہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہیں کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامن گیر ہوتی ہے اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا وہ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کی حمایت کے لئے کھڑا ہو گا وہ اسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔ اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اسے روکیں، کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے، مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

۹۸) یاد رکھو کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو اور جو مشاغل تمہارے لئے حلال نہیں ہیں ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو کیونکہ اپنے نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا کے لئے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو ان کے لئے پھاڑ

کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔

۸) رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہاری جیسی مخلوق خدا۔ ان کی لغزشیں بھی ہوں گی۔ خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور ان کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی' تم ان سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا' جس طرح اللہ سے اپنے لئے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم ان پر حاکم ہو اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے اور جس امام نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے اور دیکھو خبردار! اللہ سے مقابلہ کے لئے نہ اترنا' اس لئے کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اس کے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمہیں کسی کو معاف کر دینے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہئے۔

۸۲) تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہئے جو حق کے اعتبار سے بہترین' انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظرانداز کی جا سکتی ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا' انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا' طلب و سوال کے موقعہ پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا' بخشش پر کم شکرگزار ہونے والا' محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا' مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامان دفاع یہی امت کے عوام ہوتے ہیں لہذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ انہی کی جانب ہونا چاہئے۔

۸۳) تمہارے نزدیک زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہئے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لئے ناپسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں پرہیز گاروں اور راست بازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا' پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامے کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اس لئے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایہ پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہئے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو اس کے بس میں نہ ہوں تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ حسن سلوک سے تم رعیت کا پورا اعتماد حاصل کر سکو کیونکہ یہ اعتماد تمہاری تمام الجھنوں کو ختم کر دے گا۔

۸۴) دیکھو! اس اچھے طور طریقہ کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یکجہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں۔ اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا' مگر انہیں ختم کرنے کا گناہ تمہاری گردن پر ہو گا اور اپنے شہروں کے اسلامی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

۸۵) اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رعایہ میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود

ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے' تیسرا انصاف قائم کرنے والے قضاۃ کا ہے' چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن و انصاف قائم ہوتا ہے' پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا' چھٹا تجارت پیشہ اہل حرفہ کا ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ مکمل (دستور) ہمارے پاس محفوظ ہے۔

۸۶) فوجی دستے بہ حکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ ' فرماں رواؤں کی زینت' دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لئے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے ہیں اور اپنی حالت کو درست بناتے ہیں اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کے لئے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ ' عمال اور منشیٰ دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خرج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریت کو مہیا کر کے انہیں آسودہ کر دیتے ہیں' اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لئے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے حضور ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے

اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار' بہرحال اس کو برداشت کرے۔

۸۷) فوج کا سردار اس کو بنایا جائے جو اللہ کا اور اپنے رسولؐ کا اور تمہارے امامؑ کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو' سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آجاتا ہو' عذر و معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو' کمزوروں پر رحم کھاتا ہو اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو' نہ بدخوئی سے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو۔

۸۸) بلند خاندانوں' نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں' پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا' جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہو گا اور اس خیال سے کہ تم نے ان کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند کر لینا' کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں۔

۸۹) حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لئے گھیرا ڈالے رہیں' ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لئے گھڑیاں گنیں' لہٰذا

ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا' انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا' اس لئے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے انشاء اللہ۔ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی اور رفعت کی وجہ سے اس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

۹۰) لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو' جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو' اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آجاتا ہو' نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑتا ہو' نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو' نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو' اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک و شبہ کے موقع پر قدم روک لیتا ہو اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو۔ فریقین کی بحث کشی سے اکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور ناٹنا جنبہ داری پر آمادہ نہ کرے۔ اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں پھر یہ کہ تم خود ان کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا۔ دل کھول کر اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے' اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبے پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں' تاکہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازش سے محفوظ رہیں۔ اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔

۹۱) اپنے عہدے داروں کے بارے میں نظر رکھنا' ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب

دینا، کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بنا پر انہیں منصب عطا نہ کرنا، اس لئے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہوں۔ ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلے میں پہلے سے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں، حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جو ان کے ہاتھوں میں بطور امانت ہو گا۔ اس کے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت ان پر قائم ہو گی، پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہو گی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کے لئے بس اسے کافی سمجھنا، اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

۵۳) مالگزاری کے معاملہ میں مالگزاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باجگزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جا سکتے ہیں سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں چل سکتی۔ اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم

ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کردو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو، اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے۔ اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین و عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے، اور رحم و رافت کے جو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنا دیا ہے، اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا اور اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے۔

۹۳) اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور مملکت کے رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت سے ان کے حوالہ کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں۔ جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پرواہ نہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں۔

۹۴) تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار

کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں' تریوں' میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا۔

۹۵) یہ بھی یاد رکھو کہ ان (تاجروں اور صناعوں) میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لئے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں یہ چیز عوام کے لئے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے' لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہئے کہ نہ بیچنے والوں کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔ اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا۔

۹۶) پسماندہ و افتادہ طبقہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا وہ مسکینوں' محتاجوں' فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوالی ہوتی ہے اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں ان کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ ان کے لئے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو' کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے۔۔۔۔ اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں

سکتے' جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہیت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے تم ان کے لئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو مقرر کر دینا جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو۔ کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔

۹۷) دیکھو یتیموں و سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا کہ جو کوئی سہارا نہیں رکھتے اور نہ سوال کے لئے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گزرتا ہے ہاں خدا ان لوگوں کے لئے جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں ان کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے' وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

۹۸) تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لئے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لئے مخصوص ہو جانا اور ان کے لئے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لئے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں' نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا کہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کئی موقع پر فرماتے سنا ہے کہ : "اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا" پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلے پر پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا اور اپنی فرمانبرداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

۹۹) پھر کچھ امور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ ایک ان میں سے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں' دوسرے یہ کہ لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملے کے ارکان ان سے

ہی چاہئیں تو خود انہیں انجام دینا ہے روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو' کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر اور افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لئے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کے لئے ہیں جب نیت بخیر ہو اور ان سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

۱۰۰) دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو' اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے' اس لئے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں تو فرمایا کہ جیسی ان میں سے سب زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے' اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہئے۔

۱۰۱) خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا اس لئے کہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور سے مطلع ہونے پر روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی' اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے' اور حق باطل کے ساتھ مل جل جاتا ہے اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے کہ جس کے ذریعہ جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے۔

۱۰۲) دیکھو! اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور نہ اسے تم سے توقع باندھنی چاہئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لئے ضرر کا باعث ہو' یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے

اس صورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے ہوں گے نہ تمہارے لئے مگر اس کا مدتمادح بہ دنیا اور آخرت میں تمہارے دامن میں رہ جائے گا اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہے' اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہئے' وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہئے۔

۱۰۳) اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور پر پیش کرو' اور عذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو' اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہو گی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہو گی اور اس عذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا تمہارا مقصد پورا ہو گا۔

۱۰۴) اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضامندی ہو تو اسے ٹھکرا نہ دینا۔ کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لئے آرام و راحت خود تمہارے لئے فکروں سے نجات اور شہروں کے لئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے۔ لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو اور اس بارے میں حسن ظن سے کام نہ لو اور اگر اپنے دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو' یا اسے اپنے دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو' وعدہ کا لحاظ رکھو' اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو سپر بنا دو۔

۱۰۵) دیکھو ناحق خون ریزی سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خون ریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا' وہ انہیں خونوں کا جو بندگان خدا نے ایک دوسرے کا بہائے ہیں' لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور

اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہ چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے۔

۱۰۶) دیکھو! خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں ان میں یہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکو کاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

۱۰۷) رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ نہ سمجھنا اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے "خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اسے کرو نہیں۔"

۱۰۸) دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا۔ مطلب یہ کہ ہر چیز کو اس کی جگہ رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

۱۰۹) دیکھو! جن چیزوں پر سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی داد خواہی کی جائے گی۔ دیکھو! غضب کی تندی،

سرکشی کے جوش، ہاتھ کی جنبش اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پالو اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

۱۱۰) تمہیں لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو، یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہو یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

(ماخذ "نہج البلاغہ" مترجمہ مولانا مفتی جعفر حسین صاحب) ❑❊❑

قطعہ

روز یکہ بہ کعبہ مرتضیٰ پیدا شد سبحان اللہ
در کون و مکاں قبلہ نما پیدا شد صلوات اللہ
جبرئیل ـ تہنیت فرود آمد و گفتہ اے ختم رسل
فرزند بخانہ خدا پیدا شد واللہ باللہ

(خواجہ معین الدین سجزی چشتی اجمیری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خُطْبَۂ مُؤْنِقَہ

(حضرت علیؑ کے بغیر الف خطبہ کا بلا الف ترجمہ)

یہ خطبہ علم الخطابت کا ایک معجزہ ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے امام الکلام ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ اس امیرِ نطق پناہ نے فی البدیہہ اس خطبہ کو نشار کرکے کہ جس میں حرفِ "الف" کہ جس کے ہوئے بغیر کوئی گفتگو مکمل نہیں ہو پاتی اور کوئی کلام فصاحت و بلاغت کا درجہ نہیں پاتا، آسمانِ خطابت کی ایک نئی کہکشاں ایجاد کی کہ جس نے بعد میں آنے والے دور کے لیے کلامِ عرب کے صنائعِ بدائع کی بنیاد رکھی۔

(۱) — حَمِدْتُ مَنْ عَظُمَتْ مِنَّتُهُ — میں نے (رب کی) حمد کی کہ جس کی جود و بخشش (مجھ پر) عظیم تر ہو گئی

(۲) — وَسَبَغَتْ نِعْمَتُهُ — نیز (میرے معبود کی) نعمتیں بھی مجھ پر بھرپور ہیں۔

(۳) — وَسَبَقَتْ غَضَبَهُ رَحْمَتُهُ — جس کی رحمت جس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔

(۴) — وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ — نیز کلمۂ (رب کی) تکمیل شدہ ہے

(۵) — وَنَفَذَتْ مَشِيَّتُهُ — نیز (رب) کی مشیت مصروف عمل ہو گئی

(۶) — بَلَغَتْ قَضِيَّتُهُ — (امر مسبب کی) جیسے (انجام تک) پہنچ چکے ہیں۔

(۷) — حَمِدْتُهُ حَمْدَ مُقِرٍّ بِرُبُوبِيَّتِهِ — میں نے (رب کی) حمد یوں کی کہ جیسے کوئی ربوبیت
تسلیم کرنے کے بعد کرے۔

(۸) — مُتَخَضِّعٍ لِعُبُودِيَّتِهِ — نیز بندگی کے لیے ہمیشہ سر تسلیم خم رکھے ہو۔

(۹) — مُتَنَصِّلٍ مِنْ خَطِيئَتِهِ — (رب محشر کی) پُر ہیبت تنبیہ سے گریز کرے۔

(۱۰) — مُعْتَرِفٍ بِتَوْحِيدِهِ — (نیز یہ بھی کہ) معترف توحید ہوں۔

(۱۱) — مُسْتَعِيذٍ مِنْ وَعِيدِهِ — (اُسکی) سرزنش سے بچتے ہوئے گوشۂ رحمت
کی طلب میں مصروف رہوں۔

(۱۲) — مُؤَمِّلٍ مِنْهُ مَغْفِرَةً تُنْجِيهِ — (جیسے کہ کوئی بندہ) رحمت رب پر تکیہ کیے ہوئے
ہو کہ جس سے حصول جنت ممکن ہو۔

(۱۳) — يَوْمَ يُشْغَلُ عَنْ فَصِيلَتِهِ وَبَنِيهِ — وہ رحمت کریم کی طرف سے بندے کو حشر کے دن
کہ لوگ جس روز بے شیوں، فرزندوں سے چھوٹے
ہوئے ہوں گے چین و سکون دے گی۔

(۱۴) — وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَرْشِدُهُ وَنَسْتَهْدِيهِ — ہم (رب کریم) سے مدد لیتے ہیں۔ وہ منبع رشد و تلقین ہے
وہی ہے جس سے رشد کی طلب رہتی ہے

(۱۵) — وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ — (معبودا) ہم تیری عظیم مرتبہ ہستی پر یقین رکھتے ہیں۔
(جبکہ) تیری جلیلہ ہستی پر توکل بھی کرتے ہیں۔

(۱۶) — وَشَهِدْتُ لَهُ شُهُودَ مُخْلِصٍ مُوقِنٍ — (جبکہ) میں معروف تشہد ہوں کسی مخلص [illegible]
کی طرح رہا۔

(۱۷) — وَفَرَّدْتُهُ تَفْرِيدَ مُؤْمِنٍ مُتَيَقِّنٍ — (نیز) کسی مومن و متقی کی طرح میں محو رب کی
منفرد ہستی کو منفرد ہی تسلیم کیے ہوئے ہوں۔

(۱۸) — وَوَحَّدْتُهُ تَوْحِيدَ عَبْدٍ مُذْعِنٍ — (جبکہ) توحید عزّ و جلّ پر میں مطیع بندے کی طرح
سر تسلیم خم کیے ہوئے ہوں۔

(١٩) — لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ فِي مُلْكِهِ — ربّ تعالیٰ کے ملک میں کوئی شریک نہیں۔

(٢٠) — وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ فِي صُنْعِهِ — (جبکہ) وہ مصروف صنعت گری میں کسی قسم کی مدد کے لیے ضرورت مند نہیں ہے۔

(٢١) — جَلَّ عَنْ مُشِيرٍ وَوَزِيرٍ — ربّ عزّ وجلّ وزیر و مشیر کے مشوروں سے بلند تر ہے۔

(٢٢) — وَعَنْ عَوْنٍ مُعِينٍ وَنَصِيرٍ وَنَظِيرٍ — جبکہ ہر شریک و معین و نصیر و نظیر سے بری ہے

(٢٣) عَلِمَ فَسَتَرَ — علم رکھنے کے بعد بھی پردہ پوشی ہے۔

(٢٤) — وَبَطَنَ فَخَبَرَ — چھپی ہوئی چیزوں سے متعلق خبر دہندہ بھی ہے

(٢٥) — وَمَلَكَ فَقَهَرَ — ربّ عزّ وجلّ کی ہر چیز (ہمیشہ سے) ملکیت میں ہے پھر قہر کی جلوہ گری بھی ہے

(٢٦) — وَعُصِيَ فَغَفَرَ وَعُبِدَ فَشَكَرَ — جب (اللہ کی) معصیت کی گئی تو مغفرت کر دی، جب بندگی کی گئی تو ربّ شکور نے قدر بھی کی۔

(٢٧) — وَحَكَمَ فَعَدَلَ — جب فیصلے کیے تو عدل سے۔

(٢٨) — لَمْ يَزَلْ وَلَنْ يَزُولَ — ہمیشہ کے لیے ہے نیز ہمیشہ سے ہے

(٢٩) — لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ — کوئی چیز مثلِ ربّ ہرگز نہیں ہو سکتی۔

(٣٠) — وَهُوَ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ — نیز وہ ہر شے سے پہلے ہے۔

(٣١) — وَبَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ — نیز ہر شے کے بعد (بھی) ہے

(٣٢) رَبٌّ مُتَعَزِّزٌ بِعِزَّتِهِ — وہ ربّ جو خود عزت کے سبب معزز ہے

(٣٣) — مُتَمَكِّنٌ بِقُوَّتِهِ — جس کی تمکنت جس کی قدرت کے ذریعہ ہے۔

(٣٤) — مُتَقَدِّسٌ بِعُلُوِّهِ — نیز وہ مرکز تقدس ہے بلندی کی وجہ سے۔

(٣٥) مُتَكَبِّرٌ بِسُمُوِّهِ — متکبر بھی ہے تسمو کے سبب

(٣٦) — لَيْسَ يُدْرِكُهُ بَصَرٌ — جسے دیدہ وری بھی چھو نہیں سکتی۔

(٣٧) وَلَمْ يُحِطْ بِهِ نَظَرٌ — نیز جسے نظر محیط نہیں کر سکتی

(٣٨) قَوِيٌّ مَنِيعٌ بَصِيرٌ سَمِيعٌ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ — قوی، منیع، بصیر، سمیع، رؤوف و رحیم ہے۔

(۳۹) — عَجَزَ عَنْ وَصْفِهِ مَنْ يَنْعَتُهُ — جو وصفِ ربّ میں تعلیل کرے وہ حق گفتگو میں بدل کرنے سے معذور ہے

(۴۰) — وَضَلَّ عَنْ نَعْتِهِ مَنْ يَعْرِفُهُ — معرفت رکھنے کے بعد بھی اگر کوئی نعت کرے تو تو معذور بھلے۔

(۴۱) — قَرُبَ فَبَعُدَ — قریب تر بھی دور بھی ہے۔

(۴۲) — وَبَعُدَ فَقَرُبَ — وہ دور بھی ہے مگر قریب تر بھی۔

(۴۳) — يُجِيبُ دَعْوَةَ مَنْ يَدْعُوهُ — ہر شخص کی طلب ہمیشہ قبول کرے۔

(۴۴) — وَيَرْزُقُهُ وَيَحْبُوهُ — نیز بندے کے رزق میں کفیل ہے۔

(۴۵) — ذُو لُطْفٍ خَفِيٍّ وَبَطْشٍ قَوِيٍّ — لطفِ ربّ خفی ہے نیز دستِ قدرت قوی (بھی) ہے۔

(۴۶) — وَرَحْمَةٍ مُوسِعَةٍ — جبکہ رحمتِ ربّ بہت (ہی) وسیع ہے

(۴۷) — وَعُقُوبَةٍ مُوجِعَةٍ — جبکہ تعزیرِ ربّ سوز و درد سے پُر ہے

(۴۸) — رَحْمَتُهُ جَنَّةٌ عَرِيضَةٌ مُونِقَةٌ — نیز رحمتِ (معبود، وسیع و عریض جنت کی شکل میں ... ہے۔

(۴۹) — وَعُقُوبَتُهُ جَحِيمٌ مَمْدُودَةٌ مُوبِقَةٌ — جبکہ سرزنشِ ربّ ہمیشہ کی ... ہے۔

(۵۰) — وَشَهِدْتُ بِبَعْثِ مُحَمَّدٍ — میں تصدیق کنندہ ہوں بعثت محمدؐ کا۔

(۵۱) — رَسُولِهِ وَعَبْدِهِ وَصَفِيِّهِ وَنَبِيِّهِ وَنَجِيِّهِ وَحَبِيبِهِ وَخَلِيلِهِ — جو رسولؐ ہیں، بندے ہیں، مصطفیٰ ہیں، نبی ہیں نجی ہیں، حبیب ہیں نیز خلیل (بھی) ہیں۔

(۵۲) — بَعَثَهُ فِي خَيْرِ عَصْرٍ — نیز ان کی بعثت بہترین وقت پر ہوئی۔

(۵۳) — وَحِينَ فَتْرَةٍ وَكُفْرٍ — کہ جس وقت رسولوں کی بعثت رکی ہوئی تھی جبکہ کفر درحقیقت ... (بھی) ہیں

(۵۴) — رَحْمَةً لِعَبِيدِهِ وَمِنَّةً لِمَزِيدِهِ — وہ ایسی ہستی ہے جو بندوں کے لیے رحمت ہے نیز (ربّ کی نعمتوں کے لیے (خود بھی) نعمت ہے۔

(۵۵) — خَتَمَ بِهِ نُبُوَّتَهُ — جن کے ذریعہ نبوت ختم ہوگئی۔

۸۶ — وَشَيَّدَ بِهِ حُجَّتَهُ — نیز وجود حضرت سے حجت (معبود) قوی تر ہو گئی۔

۸۷ — فَوَعَظَ وَنَصَحَ وَبَلَّغَ وَكَدَحَ — پس حضور نے وعظ و نصیحت بھی کی نیز تبلیغ و مشقت نفس بھی کی۔

۸۸ — رَؤُوفٌ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ — نیز کل مومنین پر رؤف ہیں۔

۸۹ — رَحِيمٌ سَخِيٌّ رَضِيٌّ وَلِيٌّ زَكِيٌّ — حضرت رحیم بھی ہیں سخی بھی ہیں، ولی بھی ہیں زکی بھی۔

۹۰ — عَلَيْهِ رَحْمَةٌ وَتَسْلِيمٌ — نیز حضور پر رب کی رحمت بھی ہے تسلیم بھی ہے۔

۹۱ — وَبَرَكَةٌ وَتَكْرِيمٌ مِنْ رَبٍّ غَفُورٍ رَحِيمٍ قَرِيبٍ مُجِيبٍ — نیز رب غفور و رحیم کی طرف سے برکت بھی ہے و تکریم بھی (وہ رب) جو قریب بھی ہے و مجیب بھی۔

۹۲ — وَصَّيْتُكُمْ مَعْشَرَ مَنْ حَضَرَنِي بِوَصِيَّةِ رَبِّكُمْ — لوگو! وہ جو میرے نزدیک موجود ہو میں نے تم کو رب عز وجل سے خوف رکھنے کی نصیحت کی

۹۳ — وَذَكَّرْتُكُمْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ — نیز تم کو نبی کی سنت کی طرف توجہ دینے کی سرزنش بھی کی۔

۹۴ — فَعَلَيْكُمْ بِرَهْبَةٍ تُسَكِّنُ قُلُوبَكُمْ — ضروری ہے کہ تم خوف زدہ رہو کہ دلوں کو سکون ہو

۹۵ — وَخَشْيَةٍ تُذْرِي دُمُوعَكُمْ — نیز تم پر وہ خشیت معبود بھی ضروری ہے جو چشم کو ہر وقت تر رکھے

۹۶ — وَتَقِيَّةٍ تُنْجِيكُمْ قَبْلَ يَوْمٍ تُبْلِيكُمْ وَتُذْهِلُكُمْ يَوْمَ يَفُوزُ فِيهِ مَنْ ثَقُلَ وَزْنُ حَسَنَتِهِ — پھر وہ ڈر بھی جو پر ہول دن (پرسش) کے روز تم کو چین و سکون دے یعنی جس دن فوز عظیم نیکی کا وزن رکھے ہوئے شخص ہی کے لیے ہوگی پھر

۹۷ — وَخَفَّ وَزْنُ سَيِّئَتِهِ — جس کی بدی میں وزن کی کمی (بھی) ہو گی۔

۹۸ — وَلْتَكُنْ مَسْأَلَتُكُمْ وَتَمَلُّقُكُمْ مَسْأَلَةَ ذُلٍّ وَخُضُوعٍ وَشُكْرٍ وَخُشُوعٍ بِتَوْبَةٍ وَنُزُوعٍ وَنَدَمٍ وَرُجُوعٍ — پس تم لوگوں کی (رب سے) طلب وہ طلب ہو جو کسی ذلیل، قصوروار، شکر گزار، مصروف خشوع و مشغول توبہ، تڑپتے ہوئے شخص شرمندہ و رجوع کنندہ کی ہوتی ہے۔

(٥٩) — وَلْيَغْتَنِمْ كُلُّ مُغْتَنِمٍ مِنْكُمْ صِحَّتَهُ قَبْلَ سُقْمِهِ — تم میں سے ہر غنیمت پسند شخص صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانے۔

(٦٠) — وَشَبِيبَتَهُ قَبْلَ هَرَمِهِ — نیز جوانی کو ضعیفی سے پہلے۔

(٦١) — وَسَعَتَهُ قَبْلَ فَقْرِهِ — نیز وسعتِ رزق کو غربت سے قبل۔

(٦٢) — وَفَرْغَتَهُ قَبْلَ شُغُلِهِ — نیز فرصت کو مشغولیت سے پہلے

(٦٣) — وَحَضَرَهُ قَبْلَ سَفَرِهِ — پھر سکونت کو سفر سے قبل

(٦٤) — قَبْلَ تَكَبُّرٍ وَتَهَرُّمٍ وَتَسَقُّمٍ — بچو کہ ... ضعیفی گھیرے، نیز کوئی مرض تنگ کرے

(٦٥) — يَمَلُّهُ طَبِيبُهُ وَيُعْرِضُ عَنْهُ حَبِيبُهُ — طبیب دل تنگ ہو جائے نیز رفیق (بھی) منہ موڑ لیں۔

(٦٦) — وَيَنْقَطِعُ عُمُدُهُ وَيَتَغَيَّرُ عَقْلُهُ — نیز فرزند بھی منقطع ہو چکیں جبکہ عقل متغیر ہو چکے۔

(٦٧) — ثُمَّ قِيلَ هُوَ مَوْعُوكٌ وَجِسْمُهُ مَنْهُوكٌ — پھر کہا ہونے لگے کہ وہ (کوئی شخص ہے) جو شکستہ دل ہے نیز دیکھو کہ جسم بھی نحیف ہے۔

(٦٨) — ثُمَّ جَدَّ فِي نَزْعٍ شَدِيدٍ — پھر (جس نے) موت سے شدید جنگ (بھی) کی ہے۔

(٦٩) — وَحَضَرَهُ كُلُّ قَرِيبٍ وَبَعِيدٍ — نیز عزیز قریب و دور سے گرد جمع ہو گئے

(٧٠) — فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ وَطَمَحَ بِنَظَرِهِ — اس کی چشم (بھی) منجمد ہو گئی نیز نظریں چڑھ گئیں۔

(٧١) — وَرَشَحَ جَبِينُهُ وَعُطِفَ عِرْنِينُهُ — اس کی جبین پسینے سے تر ہے جس کی رگیں تنے سے کھینچ لی گئی ہے۔

(٧٢) — وَسَكَنَ حَنِينُهُ — نیز شوق سب شکست ہو گئے

(٧٣) — وَحَزَنَتْهُ نَفْسُهُ — خود نفس بھی اس کو فکر و دکھ ہوئے ہے۔

(٧٤) — وَبَكَتْهُ عِرْسُهُ وَحُفِرَ رَمْسُهُ — نیز زوجہ رونے لگی، دامن رشتہ کی جگہ قبر کھودی گئی

(٧٥) — وَيُتِّمَ مِنْهُ وَلَدُهُ — فرزند و دختر بھی (مرنے کے) باپ سے محروم ہو گئے۔

(٨٦) — وَتَفَرَّقَ عَنْهُ عَدَدُهُ وَقُسِّمَ جَمْعُهُ — کہ جس سے لوگ برگشتہ ہو گئے نیز جمع کردہ دولت تقسیم ہونے لگی

(٨٧) — وَذَهَبَ بَصَرُهُ وَسَمْعُهُ — پھر سننے دیکھنے کی سب قوتیں سلب ہو گئیں۔

(٨٨) — وَجُرِّدَ وَعُرِّيَ — پھر اس کا جسم کو دوست رکھتے ہوئے نیز چہرہ قبلہ کی سمت میں مجرد ہے۔

(٨٩) — وَغُسِّلَ وَنُشِّفَ وَسُجِّيَ — غسل کی منزل (کے قریب) (مردے کی) پرسش کی گئی بدن خشک کرنے کی نوبت آئی پھر کپڑوں سے عزت دی گئی

(٩٠) — وَبُسِطَ لَهُ وَهُيِّئَ — مردے کے لیے پلنگ کھول دیے گئے

(٩١) — وَنُشِرَ عَلَيْهِ كَفَنُهُ — پھر کفن پوشی بھی کی گئی

(٩٢) — وَشُدَّ مِنْهُ ذَقَنُهُ — پھر ٹھوڑی تک اسی، لپیٹ دی گئی

(٩٣) — وَقُمِّصَ وَعُمِّمَ — پھر قمیص و پگڑی سے زینت دی گئی۔

(٩٤) — وَوُدِّعَ وَسُلِّمَ — پھر رخصتی ہوئی نیز تسلیم کی۔

(٩٥) — وَحُمِلَ فَوْقَ سَرِيرٍ — پھر پلنگ کو کندھوں پہ لے گئے

(٩٦) — وَصُلِّيَ عَلَيْهِ بِتَكْبِيرٍ بِغَيْرِ سُجُودٍ وَتَعْفِيرٍ — مردے پر تکبیروں کے ساتھ جس پر لیکے نماز دین میں سب سے مقدم رکن کی تکبیریں ہوئیں

(٩٧) — وَنُقِلَ مِنْ دُورٍ مُزَخْرَفَةٍ وَقُصُورٍ مُشَيَّدَةٍ وَحُجَرٍ مُنَضَّدَةٍ — پھر (مردے کی) جگہ تبدیل ہو گئی، سجے ہوئے گھروں سے بلند محلوں سے، انھیں سجے ہوئے حجروں سے۔

(٩٨) — وَجُعِلَ فِي ضَرِيحٍ مَلْحُودٍ — نیز پھر (مردے کی) سکونت لحد کے گڑھے میں ہوئی

(٩٩) — وَضِيقٍ مَرْصُودٍ بِلَبِنٍ مَنْضُودٍ — کسی پوشیدہ دور میں کہ جس پر چونے کی سفید لیپ کر دی گئی

(١٠٠) — مُسَقَّفٍ بِجُلْمُودٍ — نیز جس کی چھت پتھر سے مضبوط کی گئی

١٠١ — وَهِيلَ عَلَيْهِ عَفَرُهُ — زمین پر قبر ہی کی مٹی بکھیر دی گئی

١٠٢ — وَحُثِيَ عَلَيْهِ مَدَرُهُ — پھر جس پر لحد قبر بھی کھڑی کر دی گئی۔

١٠٣ — وَتَحَقَّقَ حَذَرُهُ وَنُسِيَ خَبَرُهُ — (دیکھو) اور قبر قطعی محفوظ ہے جبکہ مرنے کی خبر گیری مفقود ہے۔

١٠٤ — وَرَجَعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ وَصَفِيُّهُ وَنَدِيمُهُ وَنَسِيبُهُ — پھر لوٹ گئے (مرنے کے) سب دوست، مخلص رفیق و عزیز۔

١٠٥ — وَتَبَدَّلَ بِهِ قَرِينُهُ وَحَبِيبُهُ فَهُوَ حَشْوُ قَبْرٍ وَرَهِينُ قَفْرٍ — مرنے کے سب قریبی لوگ محبوب سب بدل گئے جبکہ وہ مردہ اندر قبر و زمین ہوتا د بوجھ (زمین) ہے۔

١٠٦ — يَسْعَىٰ بِجِسْمِهِ دُودُ قَبْرِهِ — نیز جسم میں قبر کے کیڑے گردش کر رہے ہیں۔

١٠٧ — وَيَسِيلُ صَدِيدُهُ مِنْ مَنْخِرِهِ — پھر مرنے کی گردن سے پیپ بہہ رہی ہے۔

١٠٨ — يَسْحَقُ تُرْبُهُ لَحْمَهُ وَيُنَشِّفُ دَمَهُ — جبکہ قبر (مرنے کے) گوشت کو پیس پیس رہی ہے نیز مرنے کے خون کو پی رہی ہے

١٠٩ — وَيَرِمُّ عَظْمُهُ حَتَّىٰ يَوْمِ حَشْرِهِ — نیز مرنے کی ہڈیوں کو حشر کے دن تک پیستی ہی رہے گی۔

١١٠ — فَنُشِرَ مِنْ قَبْرِهِ حِينَ يُنْفَخُ فِي صُورٍ — پھر وہ قبر سے روزِ محشر صور پھونکنے کے وقت نکلیں گے۔

١١١ — وَدُعِيَ بِحَشْرٍ وَنُشُورٍ — پھر حشر و نشر کے لیے رو برو ہوں گے۔

١١٢ — فَثَمَّ بُعْثِرَتْ قُبُورٌ — پھر قبریں شق ہوں گی۔

١١٣ — وَحُصِّلَتْ سَرِيرَةُ صُدُورٍ — پھر سینوں کے بھید کھلیں گے۔

١١٤ — وَجِيءَ بِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِدِّيقٍ وَشَهِيدٍ — پھر ہر نبی و صدیق و شہید موجود ہوں گے۔

١١٥ — وَتَوَحَّدَ لِلْفَصْلِ رَبٌّ قَدِيرٌ بِعَبْدِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ — نیز فیصلے کے لیے ربِ کریم کے حضور جو بندوں پر خبیر و بصیر ہے (اُس) وحشت کی کیفیت میں کھڑے ہوں۔

۱۱۶ — فَكَمْ مِنْ زَفْرَةٍ تُقَطِّعُهُ — پھر روزِ حشر اُس کی کس قدر گریہ وزاریاں ہوں گے جو مُردے کو مزید درد و رنج دیں گے۔

۱۱۷ — وَحَسْرَةٍ تُنْضِيهِ — نیز کتنی حسرتیں ہوں گی جو اس کو پوسیدہ کر دیں گی

۱۱۸ — فِي مَوْقِفٍ مَهُولٍ وَمَشْهَدٍ جَلِيلٍ بَيْنَ يَدَيْ مَلِكٍ عَظِيمٍ — یہ کیفیت روزِ ہول میں نیز محشرِ جلیل پر ملکِ عظیم کے حضور میں ہوگی

۱۱۹ — وَبِكُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ عَلِيمٍ — کہ جو ہر چھوٹے بڑے پر علیم ہے

۱۲۰ — فَحِينَئِذٍ يُلْجِمُهُ عَرَقُهُ — پس پسینے کی بہتی ہوئی نہریں منہ بند کر دیں گی

۱۲۱ — وَيَحْصُرُهُ قَلَقُهُ — بے چینی مُردے کو گھیرے گی

۱۲۲ — عَبْرَتُهُ غَيْرُ مَرْحُومَةٍ — نیز مُردے کی مسلسل غیر مستحقِ رحم و کرم ہوگی

۱۲۳ — وَصَرْخَتُهُ غَيْرُ مَسْمُوعَةٍ — نیز مُردے کی چیخیں سننے کے درجے تک نہیں پہنچیں گی۔

۱۲۴ — وَحُجَّتُهُ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ — نیز مُردے کی حجت قبولیت کے درجے سے بھی دُور ہوگی

۱۲۵ — وَتَئُولُ جَرِيدَتُهُ — نیز مُردے کی فہرستِ عمل بہت دور چلی گی

۱۲۶ — وَتُنْشَرُ صَحِيفَتُهُ حَيْثُ تَنْظُرُ فِي سُوءِ عَمَلِهِ — صحیفۂ عمل پیش ہونے کے بعد بُرے عمل پر نظر پڑے گی

۱۲۷ — وَشَهِدَتْ عَلَيْهِ عَيْنُهُ بِنَظَرِهِ — نیز بندے کی نظر کے متعلق چشمِ بینی تصدیق کرے گی

۱۲۸ — وَيَدُهُ بِبَطْشِهِ وَرِجْلُهُ بِخَطْوِهِ وَفَرْجُهُ بِلَمْسِهِ وَجِلْدُهُ بِمَسِّهِ — نیز بندے کے دست درازی کے متعلق ہاتھ کہیں گے نیز پیروں کو چلنے کے متعلق بولیں گے نیز مخفی عضو مس کے متعلق جلد بدن کے مس کرنے کے متعلق بولے گی۔

۱۲۹ — فَسُلْسِلَ جِيدُهُ وَغُلَّتْ يَدُهُ — پھر بندے کی گردن شکنجے میں ہوگی اور دست ہتھکڑی میں۔

۱۳۰ — وَسِيقَ يُسْحَبُ وَحْدَهُ — پھر اُس کو گھسیٹتے ہوئے لے چلیں گے۔

۱۳۱ — فَوَرَدَ جَهَنَّمَ بِكَرْبٍ وَشِدَّةٍ — پس بندے کی دوزخ میں بہ کرب و شدت آمد ہوگی

(١٣٢) — فَظَلَّ يُعَذَّبُ فِي جَحِيمٍ — پھر بندے کی جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سکونت ہوگی

(١٣٣) — وَيُسْقَى شَرْبَةً مِنْ حَمِيمٍ تَشْوِي وَجْهَهُ وَتَسْلَخُ جِلْدَهُ — پھر پینے میں گرم مشروب سے جس سے چہرہ بھی جھلسے نیز جلد بھی جلے گی

(١٣٤) — وَتَضْرِبُهُ زَبِينِيَةٌ بِمَقْمَعٍ مِنْ حَدِيدٍ — نیز زبانیہ کی جگہ لوہے کے گرز سے چوٹ پڑے گی۔

(١٣٥) — وَيُعِيدُ جِلْدَهُ بَعْدَ نُضْجِهِ كَجِلْدٍ جَدِيدٍ۔ — پھر جلد جلنے کے بعد نئی جلد میں تبدیل ہوتی رہے گی۔

(١٣٦) — يَسْتَغِيثُ فَتُعْرِضُ عَنْهُ خَزَنَةُ جَهَنَّمَ — گر وہ بندہ کسی سے بھی فریاد کرے تو جہنم کے داروغے منہ موڑتے ہیں۔

(١٣٧) — وَيَسْتَصْرِخُ فَيَلْبَثُ حِقْبَةً يَنْدَمُ۔ — نیز پھر وہ شور و واویلا کرنے کے بعد بھی کم سے کم ایک حقبہ (اسی برس) ملتی ہیں پر پشیمان رہے

(١٣٨) — نَعُوذُ بِرَبٍّ قَدِيرٍ مِنْ شَرِّ كُلِّ مَصِيرٍ — ہم رب قدیر سے گوشۂ رحمت طلب کرتے ہیں ہر انجام کے شر سے

(١٣٩) — وَنَسْأَلُهُ عَفْوَ مَنْ رَضِيَ عَنْهُ وَمَغْفِرَةَ مَنْ قَبِلَهُ — نیز وہ عفو و درگزر طلب کرتے ہیں جو خوشنودی رب کا پیش خیمہ بسبب مغفرت ہو نیز وہ مغفرت بھی جو قبول کر لی گئی ہو۔

(١٤٠) — فَهُوَ وَلِيُّ مَسْأَلَتِي وَمُنْجِحُ طَلِبَتِي — پس وہ رب عرض و طلب میں ولی ہے نیز میری ضرورت پوری کرنے کی سبیل (وسیلہ) ہے۔

(١٤١) — فَمَنْ زُحْزِحَ عَنْ تَعْذِيبِ رَبِّهِ جُعِلَ فِي جَنَّتِهِ بِقُرْبِهِ — پس جو تعذیب رب سے دور ہے وہ (رب کی) جنت و قربت میں ہے۔

(١٤٢) — وَخُلِّدَ فِي قُصُورٍ مُشَيَّدَةٍ — نیز (بندے کی) جنت کے مضبوط محلوں میں سکونت ہوگی ہمیشگی کی

(١٤٣) — وَمُلِّكَ بِحُورٍ عِينٍ وَحَفَدَةٍ — نیز حور عین و نوکروں کی ملکیت ملی۔

(١٤٤) — وَطِيفَ عَلَيْهِ بِكُؤُوسٍ — نیز بندے کے گرد (کوزے) کوزے گردش کر رہے ہیں۔

(۱۴۵) — وَسَكَنَ فِي حَظِيرَةِ قُدُّوسٍ — پھر بندہ کی ہمیشہ کے لیے مقدس منزل میں سکونت پذیری ہے۔

(۱۴۶) — وَتَقَلَّبَ فِي نَعِيمٍ وَسُقِيَ مِنْ تَسْنِيمٍ — نیز نعمتوں میں زندگی گزارتی رہی نیز تسنیم (بہشتی) چشمے میں سے پیتی رہی۔

(۱۴۷) — وَشَرِبَ مِنْ عَيْنٍ سَلْسَبِيلٍ وَقَدْ مُزِجَ لَهُ بِزَنْجَبِيلٍ مُخْتَتَمٍ بِمِسْكٍ وَعَبِيرٍ — نیز سلسبیل کے چشمے سے پیتی رہی وہ مشروب کہ جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی طرح مزہ ہے جو مشک و عبیر سے مہر شدہ بھی ہے۔

(۱۴۸) — مُسْتَدِيمٍ لِلْمُلْكِ مُسْتَشْعِرٍ لِلسُّرُورِ — جس کے لیے (بندے کی) ملکیت مستقل نیز لذت و سرور بھی دولت ہمیشہ

(۱۴۹) — يَشْرَبُ مِنْ خُمُورٍ فِي رَوْضٍ مُغْدِقٍ — یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کے چمن میں مختلف مشروب پی رہے ہوں گے۔

(۱۵۰) — لَيْسَ يَصْدَعُ مَنْ شَرِبَهُ وَلَيْسَ يُنْزَفُ — کہ جو اس کو پیے وہ کبھی درد سر میں نہ پڑے نیز ذہنی کسی کمزوری میں

(۱۵۱) — هٰذِهِ مَنْزِلَةُ مَنْ خَشِيَ رَبَّهُ — یہ منزلت رب سے ڈرنے والوں کی ہے۔

(۱۵۲) — وَحَذَّرَ نَفْسَهُ مَعْصِيَتَهُ — کہ جو نفس کو رب کی معصیت سے محفوظ رکھے۔

(۱۵۳) — وَتِلْكَ عُقُوبَةُ مَنْ جَحَدَ مَشِيئَتَهُ — نیز دوسری قسم کی حدود منکر مشیت رب کے لیے ہیں

(۱۵۴) — وَسَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ مَعْصِيَتَهُ — کہ جس نے معصیت کو نفس میں زینت دے دی۔

(۱۵۵) — هُوَ قَوْلٌ فَصْلٌ وَحُكْمٌ عَدْلٌ — پس وہ صحیفہ قول فیصل و حکم عدل ہے۔

(۱۵۶) — وَخَيْرُ قَصَصٍ قَصَّ وَوَعْظٍ نَصَّ — نیز وہ بہترین قصے ہیں جو بیان ہیں، وہ بہترین وعظ ہیں کہ جس کی تلقین کی گئی ہے۔

(۱۵۷) — تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ — جو حکیم و حمید کی طرف سے تنزیل ہے

(۱۵۸) — نَزَلَ بِهِ رُوحُ قُدُسٍ مُبِينٍ — کہ جس کو لے کر روح قدس جو مبین ہے نزول کرتی رہی۔

(۱۵۹) عَلیٰ قَلْبِ نَبِیٍّ مُهْتَدٍ رَشِیْدٍ — رشد و ہدایت والے نبی کے قلب پر ہے

(۱۶۰) — صَلَّتْ عَلَیْهِ رُسُلٌ سَفَرَةٌ مُکْرَمُوْنَ بَرَرَةٌ — جس پر گزشتہ شریعتوں کے پیغمبروں نے جو مکرم و نیک تھے درود بھیجے۔

(۱۶۱) — عُذْتُ بِرَبٍّ عَلِیْمٍ رَحِیْمٍ کَرِیْمٍ مِنْ شَرِّ کُلِّ عَدُوٍّ لَعِیْنٍ رَجِیْمٍ — میں نے رب علیم و رحیم سے جو کریم بھی ہے گوشۂ سکون کی طلب کی ہر دشمن لعین و رجیم کے شر سے بچتے ہوئے

(۱۶۲) — فَلْیَتَضَرَّعْ مُتَضَرِّعُکُمْ — پس تم میں ہر روتے ہوئے بندے کو ضروری ہے کہ وہ رب سے گریہ کرے۔

(۱۶۳) — وَلْیَبْتَهِلْ مُبْتَهِلُکُمْ — نیز تم میں سے ہر بین شخص کو ضروری ہے کہ وہ رب سے بین کرے۔

(۱۶۴) — وَلْیَسْتَغْفِرْ کُلُّ مَرْبُوْبٍ مِنْکُمْ لِیْ وَلَکُمْ — نیز تم میں سے رزق پر ہر پرورش شدہ کو میرے لیے نیز تم سب کے لیے مغفرت طلب کرنا ضروری ہے۔

(۱۶۵) — وَحَسْبِیْ رَبِّیْ وَحْدَهٗ — میرے لیے رب کفیل ہے جو وجود و صفات کے سبب منفرد ہے۔

*

ماخذ : ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۵۔
اردو ترجمہ : کتاب "خطب موقف" شائع کردہ مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور)

یہی ہے پیروی فکر مصطفیٰ لوگو
چراغ علم جلاتے رہو علی کی طرح
(امیر فیض آبادی)

اسد اللہ کا کلام

حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ (غیر منقوط)

الحمد لله الملك المحمود المالك الودود مصور كل مولود ومآل كل مطرود ساطح المهاد وموطد الأطواد ومرسل الأمطار ومسهل الأوطار عالم الأسرار ومدركها ومدمر الأملاك ومهلكها ومكور الدهور ومكررها ومورد الأمور ومصدرها عم سماحه وكمل ركامه وهمل وطاوع السؤال والأمل وأوسع الرمل وأرمل أحمده حمدا ممدودا وأوحده كما وحد الأواه وهو الله لا إله للأمم سواه ولا صادع لما عدله وسواه أرسل محمدا علما للإسلام وإماما للحكام مسددا للرعاع ومعطل أحكام ود وسواع أعلم وعلم وحكم وأحكم وأصل الأصول ومهد وأكد الموعود وأوعد أوصل الله له الإكرام وأودع روحه السلام ورحم آله وأهله الكرام ما لمع رائل وملع دال وطلع هلال وسمع إهلال اعملوا رعاكم الله أصلح الأعمال واسلكوا مسالك الحلال واطرحوا الحرام ودعوه واسمعوا أمر الله وعوه وصلوا الأرحام وراعوها وعاصوا الأهواء واردعوها وصاهروا أهل الصلاح والورع وصارموا رهط اللهو والطمع ومصاهركم أطهر الأحرار مولدا وأسراهم سؤددا وأحلاهم موردا وها هو أمكم وحل حرمكم مملكا عروسكم المكرمة وماهر لها كما مهر رسول الله أم سلمة وهو أكرم صهر أودع الأولاد وملك ما أراد وما سها مملكه ولا وهم ولا وكس ملاحمه ولا وصم اسأل الله لكم أحماد وصاله ودوام إسعاده وألهم كلا إصلاح حاله والأعداد لمآله ومعاده

وله الحمد السرمد والمدح لرسوله أحمد

ترجمہ خطبہ غیر منقوط

(مترجم جناب مولانا محمد صادق صاحب قبلہ)

تمام تعریفیں اس معبود حقیقی کے لئے سزاوار ہیں جو قابل ستائش بادشاہ، (اپنے بندوں سے) محبت کرنے والا آقا، ہر پیدا ہونے والے کو بہترین صورت سے آراستہ کرنے والا، ہر دور افتادہ کی جائے پناہ صحراؤں کو ہموار بنانے والا، پہاڑوں کو ثبات و استحکام بخشنے والا، بارشوں کو (زمین کو سیرابی کے لئے) بھیجنے والا، مرادوں کا آسان کرنے والا، رازوں سے واقف و مطلع، (سرکش) فرماں رواؤں کو تباہ و برباد کرنے والا، زمانوں کو ختم کرنے اور نہیں پھر دوبارہ حادث کرنے والا، تمام امور کا منتہا اور ان کا مبدء ہے، اس کی سخاوت عام اور اس کی عظیم بخشش کامل و پائندہ ہے وہ مرادوں اور آرزوں کو (کسی مجبوری کی بنا پر نہیں) بخوشی عطا فرماتا ہے اس نے صحراؤں کو وسعت بخشی اور نہیں ریگستان قرار دیا ہے میں اس کی وہ حمد و ثنا کرتا ہوں جس کی مدت دراز ہے اور جس طرح کوئی اور مند اقرار یکتائی کرے اسی طرح اس کی توحید کا اقرار کرتا ہوں، وہ اللہ ہے اس کے سوا امتوں کا کوئی اللہ نہیں ہے اس نے جس چیز کو درست اور ٹھیک کر دیا ہے اس میں کوئی رخنہ ڈالنے والا نہیں، اس نے حضرت محمد مصطفےٰ کو اسلام کا نشان، فرماں روایان زمانہ کا امام، عوام کے امور کا مصلح اور دوسواع کے احکام کا محو کرنے والا قرار دیا، انہوں نے لوگوں کو حقائق سے آگاہ کیا، انہیں شریعت کے سبق سکھائے فرمان جاری کئے اور اسے محکم بنایا، اصول کا سنگ بنیاد رکھا، جزا کے وعدوں کو تاکید کے ساتھ پیش کیا، نیز اس کے عذاب سے ڈرایا، اللہ ان کی بارگاہ تک اعزاز کے تحفے پہنچائے، ان کی روح کو ودیعت گاہ سلامتی قرار دے اور ان کے محترم اہل بیت پر جب

تک نقطہ عروج مہر کی شعاعوں میں چمک ' اور شتر مرغ کے بچے کی رفتار میں تیزی رہے اور جب تک چاند روشن رہے اور تکبیر کی آوازیں سنی جاتی رہیں اس وقت تک اپنی رحمت نازل کرے ' اللہ تمہاری حفاظت فرمائے ' تم ایسے کام کرو جو بہترین اعمال ہوں اور حلال کے راستوں پر چلو اور حرام کی راہوں کو چھوڑ دو اور انہیں نظر انداز کر دو ' خدا کے فرمان کو توجہ سے سنو اور اس کی حفاظت کرو قرابت داروں کے حقوق کا لحاظ کرو اور ان کی مراعات کرتے رہو ' خواہشات نفس کی نافرمانی کرو اور انہیں جھڑک دو ان لوگوں سے سببی ربط و ضبط قائم کرو جو نیک کردار اور پرہیزگار ہیں اور جو لوگ غفلت شعار اور ساچی ہیں ان سے قطع تعلق کر لو تم سے سببی ارتباط قائم کرنے والے کو ایسا ہونا چاہئے جو شرفا میں سب سے زائد یک نسل اور باعتبار بزرگی سب سے زائد کامل تر ہو کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس نے تم سے سببی رشتہ قائم کرنے کا قصد کیا ہے اور تمہاری حریم عزت میں اس نے تمہارے خانہ شرافت کی نوعروس کا مالک بن کر اپنی منزل قرار دی ہے اس کے لئے زیبا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کا مہر اتنا قرار دے جتنا کہ پیغمبر اسلامؐ نے ام سلمہ کا مہر قرار دیا ' حالانکہ وہ ایسے بہترین داماد تھے جنہیں ودیعت گاہ اولاد قرار دیا گیا تھا ' اور ان کی ہر خواہش پر انہیں قبضہ دے دیا گیا تھا بلاشبہ ان کو ان کے ہر ارادے پر متصرف بنانے والے کو نہ تو بھول چوک عارض ہوئی اور نہ ان سے رشتہ قائم کرنے والے کو نقصان اور عیب سے متصف کیا گیا ' میں تم سب کے لئے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے تقرب کی پسندیدہ حالت اور ہمیشہ باقی رہنے والی سعادت بخشی کے فیض سے سرفراز فرمائے اور اسے اس کے اصلاح حال اور آخرت کے لئے توشہ فراہم کرنے کی توفیق دے بے شک ازلی اور ابدی حمد اللہ کا اور مدح و ثنا اس کے رسولؐ کا ہی حق ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ

جو صوتِ ناقوس کے نام سے مشہور ہے

ترجمہ جناب حجۃ الاسلام مفتی سید محمد علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ حَقًّا حَقًّا   اِنَّ الْمَوْلٰی صَمَدٌ یَبْقٰی

پاک ہے اللہ اور خالق سب کا   برحق ہے، میرا کہنا
بیشک ہے وہ، سب کا آقا   سارا جہاں محتاج ہے اس کا
تا بہ ابد وہ باقی رہے گا

حَقًّا حَقًّا، صِدْقًا صِدْقًا   یَحْلُمُ عَنَّا رِفْقًا رِفْقًا
لَوْلَا حِلْمُہٗ کُنَّا نَفْنٰی

برحق سمجھو، میرا کہنا   کلمہ کلمہ سب ہے سچا
حلم ہے وہ ہم سب پر کرتا   اور بہ نرمی سب سے پیش آتا
حلم جو اس کا ہم پہ نہ ہوتا   رہتے ہم بدبخت ہمیشہ

اِنَّ الْمَوْلٰی یَسْئَلُنَا
وَبِمَا اَنْفَقْنَا وَیُحَاسِبُنَا

حشر کے دن وہ کُل کا آقا جانچے گا، سب کام ہمارا
پوچھے گا وہ سارا قصہ (جو ہے اس کا چاہنے والا)
اس پر ہوگی لطف و دارا

یَا مَوْلٰینَا لَا تُهْمِلْنَا وَتَدَارَكْنَا وَاسْتَخْدِمْنَا

لطف و کرم سے، اپنے مولا، ہم کو تو برباد نہ کرنا،
ہر آفت سے ہم کو بچانا اپنی خدمت ہی میں رکھنا

حِلْمُكَ عَنَّا قَدْ جَرَّاَنَا یَا مَوْلٰینَا عَفْوُكَ عَنَّا

حلم نے تیرے، ہم کو آقا تیرے آگے، ڈھیٹ بنایا
بخش دے ہم کو بار الٰہا

اِنَّ الدُّنْیَا قَدْ غَرَّتْنَا وَاشْتَغَلَتْنَا وَاسْتَهْوَتْنَا
وَاسْتَغْوَتْنَا وَاسْتَفْوَتْنَا

جب تک دنیا نے اے مولا! دھوکا دے کر ہم کو پچھاڑا
اپنی ہوس میں ہم کو ڈالا مارا دین سے بھٹکایا
دونوں جہاں سے ہم کو مٹایا

یَا ابْنَ الدُّنْیَا جَمْعًا جَمْعًا
یَا ابْنَ الدُّنْیَا مَهْلًا مَهْلًا

دنیا والے، چونک خدارا! نیک عمل کا کرلے ذخیرہ
دنیا والے! تھم جا، تھم جا! کام کوئی جلدی میں نہ کرنا
سوچ سمجھ لے اپنا نتیجہ

یَا ابْنَ الدُّنْیَا دَقًّا دَقًّا یَا ابْنَ الدُّنْیَا وَزْنًا وَزْنًا

دنیا والے! کھٹکا سے جا اس کی رحمت کا دروازہ
کوئی عمل ہو تیرا نہ بیجا کام وہ ہے سب تولا تایا

تَفْنَى الدُّنْیَا قَرْنًا قَرْنًا مَا مِنْ یَوْمٍ یَمْضِیْ عَنَّا
اِلَّا اَهْوٰی مِنَّا رُکْنًا

مٹتی جاتی ہے سب دنیا دن نہیں کوئی ایسا گزرتا
ایک نہ اک ہو جس میں نہ مرتا

قد ضيعنا دارًا تبقى ... واستوطنّا دارًا تفنى

باقی گھر کو ہم نے چھوڑا ... فانی گھر کو ہم نے بسایا

تفنى الدنيا قرنًا قرنًا ... كلًّا موتى، كلًّا موتى

كلًّا موتى ... كلًّا دفنا

مٹتی جاتی ہے سب دنیا ... موت ہے سب کو موت ہے سب

خاک میں سب کا ہوگا بسیرا ... قبر میں ہر اک جا کے بسے گا

يا ابن الدنيا مهلًا مهلًا ... زن ما يأتي وزنًا وزنا

دنیا والے! جلدی نہ کرنا ... سوچ سمجھ لے کام سب اپنا

وزن میں ہر اک فعل ہے پورا

لولا جهلي ما إن عاينت ... عندي الدنيا إلا سجنا

گر میں جاہل، ایسا نہ ہوتا ... قید کا گھر دنیا کو سمجھتا

خَيْرٌ خَيْرًا شَرٌّ شَرًّا شَيْئًا شَيْئًا جَزَاءٌ جَزَاءً

خیر کرو گے "خیر" سے ملے گا — بد کاموں کا بد ہے نتیجہ
(نیک عمل سے ہوگی مسرت) — شر کے کاموں سے غم ہوگا
جو کہ عمل دنیا میں کرو گے — پاؤ گے ہر چیز کا بدلہ

يَا دَارَ مَنْ دَارُكُمْ دَارُ هٰذَا
لَسْتُمْ تَرْجِعُوا تَنْجُوا تَخْشَى

ہاں وہ دنیا دار بتا تو — کیسی ہے دنیا کیا ہے دنیا
کیا ہے دنیا ایسی حد ہ — جس پہ تو ہے یوں للچایا
ڈر ہے ہم کو نار سقر کا — کیونکر پائیں گے چھٹکارا

عَجِّلْ قَبْلَ الْمَوْتِ الْوَزْنَ مَا مِنْ يَوْمٍ يَمْضِي عَنَّا
إِلَّا أَوْهَنَ مِنَّا رُكْنًا

اپنے مرنے ہی کے پہلے — کرلے جلدی وزن عمل کا
دن نہیں کوئی ایسا گزرتا
ایک نہ اک ہو جس میں نہ مرتا

إن الأولىٰ قد أيدت بنا
إن تجد شر عيون لا تجد بها

ہم کو مولانے ہے ڈرایا حشر کے دن ہم ہوں گے ننگے
کوئی نہ ہم کو پہچانے گا

نفسِ نبی، خدائے نصیری، امامِ خلق،
آں منتِ عظیم کہ حق بر جہاں نہاد
یزداں کہ رازِ خویش نبی را بلب سپرد
یزداں کہ سوزِ خویش علی را بجاں نہاد
شمعے ز آتشِ شجرِ طور برفروخت
واں را بجلوتِ اسد اللٰہیاں نہاد

غالب مرحوم

ہیرو غلفی

(از جناب شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری)

دنیا کی تاریخ اور حالات ماضی کی تدوین کا کام سب سے پہلے یونانی مورخ ہیرو ڈولس نے کیا جو ۴۰۶ سال قبل حضرت مسیح گزرا ہے جس کو شیخ الشعرا کہتے ہیں اس نے بہت سے حالات نظم کئے ہیں اس سے پہلے نہ کسی کو تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی نہ کسی نے کوئی ایسی یاداشت چھوڑی جس سے تاریخ کی تدوین ہو سکتی منجملہ تمام علوم و فنون و حالات کے خطوط و خطاطی کا بھی یہی حال ہے کہ ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ خطوط کی ابتدا کب سے اور کیونکر ہوئی ماہرین آثار قدیمہ اور دیگر اہل علم نے ہر علم و فن کی تاریخ اور تدریجی ترقی میں بہت کچھ سراغ رسی کی اور وادی مکاتیب اور دیگر مقامات سے کچھ کتبے ڈھونڈ نکالے ور ان سے پتہ لگایا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کے ابتدائی دور میں جس طرح انسان نے تمدن میں ترقی کی اور اظہار خیالیں اور ان کے تحفظ و نشر کی ضرورت پیدا ہوتی گئی تو کتبے کی صورت میں جو خطوط سب سے پہلے دماغ انسانی میں آئے وہ خط تصویری تھا جس کو آج ماہرین فن ہیرو گلفی یا ہیرو غلفی کہتے ہیں یہی خط ہیرو غلفی تمام دنیا کے خطوط کا سرچشمہ ہے۔

اس کے جاننے والے حضرت براہیمؑ کے بعد نہیں ملتے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت علیؑ کے زمانہ میں بہت بڑا تفاوت ہے اور نہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں کوئی صاحب ایسے گزرے جنہوں نے کوئی تاریخ چھوڑی ہو۔

ہیرو غلفی کے متعلق حضرت علی کے نو سو برس بعد جو تحقیقات اور سراغ رسی کی گئی در مصر اور دیگر مقامات سے ۳۰ سال کی مسلسل سعی اور جانفشانی سے جو کچھ ہیرو غلفی کے سمجھے اور جاننے کے باب میں پتہ لگایا گیا۔ وہ فرانسیسی عالم ڈاکٹر شمپلون تھا' اس نے نہ تو دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات۔ اور ۲۳ سال جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھانی' ہزاروں کتبے لاکھوں تصاویر کو ملا کر اور بعض ایسے کتبوں سے جو ہیرو غلفی

اور بعض اور خطوط میں لکھے تھے' مقابلہ کر کے اور خدا جانے کیا کیا دقتیں اور زحمتیں اٹھا ئیں کہ آج دو جلدوں میں ایک مبسوط کتاب فرانسیسی زبان میں "ہیرو غلفی" پر تحریر کر کے یادگار کے طور پر چھوڑ گیا اس کی تصنیف سے ہیرو غلفی کے سمجھنے میں اور اس کے کتبوں کے جاننے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

یہ انکشاف اور یہ تصنیف حضرت علیؑ کے ۹ سو برس بعد کی ہے اب دیکھنا تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں ہیرو غلفی کا جاننے والا بھی کوئی تھا اور کوئی تاریخ تدوین ہوئی تھی یا نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد جب نہ ہیرو غلفی کے جاننے والے رہ گئے تھے نہ یہ خط تھا نہ اسکا چرچا تھا نہ اسکا کوئی نشان تھا' تو پھر حضرت علیؑ کے زمانے کا ذکر ہی کیا کہ جب ہیرو غلفی کے نام تک کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اب اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں ہیرو غلفی کے متعلق کچھ فرمایا یا کسی کتبہ کو جو ہیرو غلفی میں تھا پڑھ دیا ہو یا اسکے متعلق حالات بتا دیئے ہوں اور اس کی تصدیق نو سو برس بعد ہوئی تو یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ حضرت علیؑ کو خدا کی طرف سے کوئی ایسی قوت یا علم ملا کہ جس علم کو انہوں نے کسی دنیاوی دارالعلوم میں پڑھا نہ ہو اور اسکے حالات اس طرح بتا دیں جس طرح اسکے عالم جانتے ہیں اور اسکی تصدیق ایک مدت مدید کے بعد غیر مذہب اور غیر سرزمین کے عالم کی تحقیق اور انکشافات جدیدہ سے ہو تو اسکے سوا کہ اسکو عالم علم لدنی یا علم غیب کا جاننے والا کہا جائے اور کیا ہے۔

جب کسی کے سامنے حضرت علیؑ کو عالم علم لدنی کہا جاتا ہے تو غیر اقوام کا کیا ذکر خود اپنے ہم عقیدہ اسکا ثبوت مانگتے ہیں۔ ہم یہ جبر نہیں کرتے کہ اس کو عقیدتاً مانا جائے کہ حضرت علی عالم علم لدنی تھے اسکا علمی اور عملی ثبوت پیش کرتے ہیں۔

صاحب غیاث اللغات جو حنفی المذہب تھے اہرام مصر کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے کسی نے سوال کیا کہ اہرام مصر کی بنا سب ہوئی آپؑ نے فرمایا کہ اس پر کوئی کتبہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں' آپؑ نے فرمایا کوئی تصویر ہے؟ سائل نے کہا ہاں یک گدھ کی تصویر ہے جو پنجے میں لکڑا دبائے ہوئے ہے یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا

معاملہ صاف ہے۔ "بنی الهرمان وکان النسر فی السرطان" اہرام مصر کی بنا اس وقت ہوئی ہے جب نسر برج سرطان میں تھا' نسر دو ہزار برس میں ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا ہے اور آجکل برج جدی میں ہے تو یوں سمجھو کہ بارہ ہزار سال پہلے اس عمارت کی بنیاد رکھی گئی تھی اور ٹھیک زمانہ معلوم ہو گیا جس کا پتہ دینے کے لئے ہیرو غلفی خط میں یہ تصویر اس زمانہ کے ماہرین نے بنائی تھی اسکا پتہ دینے والا ہزار ہا سال کے بعد دنیا میں ایک ایسا عالم آیا جس کے زمانہ میں کوئی اور روئے زمین پر ہیرو غلفی جاننے والا باقی نہ رہ گیا تھا جس نے اسے پڑھا ہو اگر نو سو برس کے بعد ہیرو غلفی کے متعلق تحقیقات و انکشافات کر کے فرانسیسی عالم ڈاکٹر شاپلون نے کتاب نہ لکھی ہوتی تو اس قول کی تصدیق نہ ہو سکتی۔

اگر کوئی مسلمان محقق ایسی کتاب لکھتا تو یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ ہیرو غلفی کے متعلق قول حضرت علی علیہ السلام کے لئے ایک بات بنائی گئی ہے قول نہ تو ڈاکٹر شاپلون کو معلوم تھا نہ اسکے سامنے اسکا ذکر تھا ورنہ شاید صراحت سے وہ مخصوص طور پر اس پر روشنی ڈالتا لیکن جس طرح تصاویر سے مطالب سے اس میں بحث کی گئی ہے اور جو طریقہ اس وقت اظہار خیال کا تھا اور جس جس عنوان سے خیالات کے ادا کرنے میں تصویروں سے مدد لی جاتی تھی ان سب کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؑ نے جس طرح اس ہیرو غلفی کے عقدے کو فوراً اپنے زمانہ میں حل کیا وہ وہی طریقہ ہے جس کو ڈاکٹر شاپلون نے سالہا سال کی محنت و جانفشانی اور کتبوں کے میلان کرنے اور نتیجہ نکالنے سے پیدا کیا ہے اس لئے یہ بے محل نہ ہو گا اگر ہم بطور استدلال ڈاکٹر شاپلون کی جانکاویوں سے مدد لیں اور دکھائیں کہ جس وقت ہیرو غلفی کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا اس وقت ایسے سوال کا جواب اور ایسا صحیح حضرت علیؑ کی جانب سے (اتنا جلد) دیا جاتا جو علمی اور انکشافی حیثیت سے ان کے صدیوں بعد غور کرنے سے درست اور ٹھیک اترے وہ جواب وہی دے سکتا ہے جو عالم علم لدنی ہو اور جس نے درسگاہ نبوی میں تعلیم پائی ہو۔

ناو کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔

اس کے باوجود

علیؑ نے بڑی سادہ زندگی بسر کی نہ کبھی پیٹ بھر کے کھایا نہ کبھی جی بھر کے آرام کیا۔

نہ تو نرم بستر پر لیٹے اور نہ اعلیٰ درجے کا لباس پہنا۔

سی روش کی بنا پر،

عام طور پر لوگ یہ سمجھنے لگے کہ علیؑ غریب تھے، بے مایہ تھے، مزدور تھے، نادار تھے، مسکین تھے، ان کے پاس کچھ تھا ہی نہیں کہ وہ سے استعمال کرتے یا دکھاتے، ان کے لئے اچھی زندگی گزارنا ممکن ہی نہ تھی۔

حالانکہ،

بات اس کے بالکل برعکس ہے۔

علیؑ کو:

بہت کچھ تو اپنے باپ سے ورثہ ملا تھا، اس سے زیادہ انہوں نے اپنے زور بازو سے کمایا تھا۔ جو کچھ ان کو جنگوں کے بعد ان کی بہادری اور جنگی وظائف کی ادائگی کے صدر اور نعام کے طور پر ملتا تھا وہ سب ان کے لئے اوپر کی آمدنی کی حیثیت رکھتا تھا۔

اس کے باوجود،

وہ اپنی اس آمدنی پر قناعت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی درآمد بڑھانے کی خاطر نئے سے نئے راستوں کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ درآمد و برآمد کی تجارت تو ان کے آباؤ اجداد نے ان کی گھٹی میں ڈالی تھی مویشی پروری اور کھالوں کی تجارت میں وہ

رسولؐ کے شاگرد اور شریک کار تھے۔ کھالوں سے کاغذ بنا کر اس کو علم کے فروغ کے لئے دنیا جہان میں بھیجنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

لیکن،

ان سب سے بڑھ کر وہ کھیتی باڑی اور باغبانی میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اس میدان میں بھی ان کی معلومات اور تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع اور تجربہ گہرا تھا وہ مٹی سونگھ کر یہ پہچان لیتے تھے کہ یہ زمین کس کام کے لئے مفید ہے، یہاں کنواں کھودا جائے، باغ لگایا جائے، کھیت لگایا جائے یا گھر بسا دیئے جائیں۔۔۔!؟

جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہاں علیؑ کی نظر رکی وہیں لوگوں کے قدم جم گئے۔۔۔! علیؑ نے باغ لگائے لوگوں نے پھل کھائے۔ علیؑ نے نخلستان کی طرح ڈالی لوگوں نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ علیؑ نے کھیت لگائے لوگ فصلیں کاٹ کاٹ کر سال سال بھر کا آذوقہ جمع کرنے لگ گئے۔ علیؑ نے کنوئیں کھودے لوگوں نے اپنی کشتی حیات کے لئے اسے سمندر کا کنارہ سمجھ لیا۔۔۔ علیؑ نے پہاڑ کاٹ کر میدان بنائے لوگوں کے گھر بن گئے۔۔۔!

علیؑ کی محنتوں سے دیکھتے ہی دیکھتے بڑے بڑے ریگستان لہلہاتے کھیت، مہکتے ہوئے باغ، سوتی زندگی کو جگا دینے والی موسیقی کی لے بجانے والی نہروں، بلبلوں کے نغموں، چڑیوں کے چہچہوں پھولوں کی رنگینیوں اور مسکار سبزے کی خنکی اور ہادب کی لطافت کے سایہ میں محروم انسانوں کی زندگی کے لئے شادابی کا پیغام بن کر بھرپور آبادیوں میں تبدیل ہو گئے۔

ان سب باتوں کے باوجود، علیؑ نہ خود باغ میں رکے۔۔ نہ نخلستان میں ٹھہرے، نہ کھیت میں ٹھنڈی سانس لی، نہ کنوئیں سے سیراب ہوئے، نہ نغموں اور چہچہوں سے لطف اندوز ہوئے اور نہ ہی اپنے بسائے ہوئے شہروں میں بسے۔

اس لئے۔۔۔!

جن لوگوں نے علیؑ کو دیکھا وہ یہ سمجھنے لگے کہ علیؑ نادار ہیں، مفلس ہیں، قلاش ہیں، غریب ہیں، تنگدست ہیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔!

وہ لوگ کیا سمجھیں جنہوں نے نہ علیؑ کو دیکھا اور نہ ہی علیؑ کے بارے میں سب کچھ

سنا؟!

علیؑ نے سوچا' کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنی اس نادانی اور جہل کے سبب گمراہ ہو جائیں' اس لئے علیؑ نے ایک منی سے تحریر لکھ کے اس کاغذ کی ایک ناؤ بنائی پھر اس ناؤ کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے تاریخ کے سمندر کے سینہ پر چھوڑ دیا۔

یہ ناؤ۔ علیؑ جیسے شناور کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہے۔ اتنی ہلکی مگر مضبوط ہے کہ سینکڑوں برس تاریخ کے اتھاہ اور طوفانی سمندر کے مدو جزر بپھری ہوئی لہریں' بھنور اور موسلا دھار بارشیں بھی اس کو ڈبو نہ سکیں۔ یہ ناؤ تیرتی ہی رہی اور صدیوں کا سفر کرنے کے بعد آج بھی رواں دواں ہے۔

اس ناؤ پر علیؑ کی تحریر پوری آب و تاب کے ساتھ علیؑ کی زندگی کی روشنی کو کائنات پر یوں منعکس کرتی ہے کہ ستارے تو ستارے آفتاب بھی اس انعکاس سے مزید چمک اٹھتا ہے۔

اس ناؤ پر لکھا ہوا ہر لفظ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ:

علیؑ جیسے ذہین' عبقر' مفکر' محقق' ان تھک اور جولانی طبع کے حامل انسان کی کوششوں کے نتیجے میں ان کی سالانہ آمدنی کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے وہ اپنے زمانے کے متمول افراد میں بھی نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔

رہی ان کی سادگی گھروالوں سمیت ان کی فاقہ کشی اور سخت کوشی۔۔۔!

تو اس کا سبب ان کی ناداری اور تنگ دستی نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ علیؑ کا سب سے بڑا مقصد عوام کی معاشی زندگی سے کرب و اضطراب کو دور کرنا' مستقل بنیادوں پر معذور افراد کی معاشی تامین کے وسائل فراہم کرنا' ضرورت مندوں کے ساتھ داد و دہش کا سلوک' بے گھروں کو گھر' بے سہارا لوگوں کو سہارا دینا' بے نواؤں کی رسیدگی اور فریاد رسی تھا۔

وہ ہمیشہ دوسروں کو آسائش اور مسلمانوں کی حاجت روائی کو اپنی روز مرہ ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے۔

وہ ایک طرف:

"یوثرون علی انفسکم ولو کانت بہم خصاصہ"

"وہ اپنی انتہائی ضرورت کے موقع پر دوسروں کی ضرورت کی خاطر ایثار اور قربانی سے کام لیتے ہیں۔"

کی تفسیر' دوسری طرف :

"واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون"

"اللہ نے رزق میں کچھ لوگوں کو کچھ پر فضیلت اور فوقیت دی ہے' اس لئے جن لوگوں کو برتری حاصل ہے ان کا فریضہ ہے کہ وہ ان لوگوں تک رزق پہنچائیں جو کمانے کی قدرت نہیں رکھتے اور ان کے دست نگر ہیں کیونکہ نعمت رزق سے بہرہ ور ہونے میں تو سب ہی برابر ہیں پھر تم کیوں اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے ہو۔۔۔!

کی تصویر تھے۔

یہ تو علیؑ کی اس وقت کی زندگی کا حال ہے جب وہ مدینہ میں ایک عام مسلمان کی طرح رہتے تھے۔ پھر جب وہ مسلمانوں کے اصرار پر اسلامی مملکت کے حاکم بنے تو ان کی زندگی ایک نیا شاہکار نظر آنے لگی' اب انہوں نے سوچا کہ وہ حاکم' رہبر اور راہ نما بھی ہیں اس لئے ان کو عملی طور پر ایسی زندگی گزارنا چاہیے کہ ان کو دیکھ کر مسلمان معاشرے کے فقیر ترین شخص کی بھی ہمت بندھے۔ وہ تنہائی اور بے چارگی کے احساس سے نکل جائے اس میں مشکلات زندگی سے نبرد آزما ہونے کی لازوال قوت پیدا ہو۔ وہ ظلم کی چکی میں پسنے کے بجائے ظلم کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر ظلم کو شکست دینے کا اہل بن جائے۔

اس لئے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی علیؑ نے اپنے اور اپنے گھر والوں پر زندگی اور بھی سخت کر لی۔ اب علیؑ کی خوراک پوشاک اور روز مرہ کا معمول ایسا ہو گیا کہ بڑے بڑوں کے پتے پانی ہونے لگے۔

مگر۔۔۔!

علیؑ کی یہی روش نادار و نادار لوگوں کے لئے بلند ہمتی' عزت و وقار اور سربلندی کا

سبب بن گئی ان ہی بڑے بڑوں میں سے ایک عاصم بن زیاد تھے ان سے رہا نہ گیا علیؑ کو سمجھانے لگے۔

"مولا اتنی زیادہ سخت روی ٹھیک نہیں ہے"

علیؑ نے کہا:

"اللہ نے عادل رہنماؤں کے لئے واجب کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کے کمزور ترین اور پست ترین لوگوں جیسی زندگی بسر کریں تاکہ فقر کی چکی ان کو پیس نہ سکے۔"

یوں علیؑ نے تاؤ پر اپنی تحریر کی وضاحت بھی کر دی۔

تو آیئے!

دیکھیں اس تاؤ پر کیا لکھا ہے؟ کلینیؒ نے اس وقف نامہ کا متن علیؑ کے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

قطعہ

ادراک و فہم و ذہن و ذکا و تمیز و ہوش
وہم و قیاس و حافظہ و عقل حق نیوش
طینت، مزاج، خلق و مروت، وفا کا جوش
کامل تھا آپ میں بخداوند عیب پوش
اسلام کے کمال سب ان کے حوالے تھے
کیوں کر نہ ہو نبیؐ کے وصی ہونے والے تھے

(صغیر بلگرامی)

وقف نامہ کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اللہ کی رضا کے لئے" یہ

اللہ کے بندے علیؑ کی وصیت اور اپنے اموال کے بارے میں اس کا فیصلہ ہے اس امید پر کہ اللہ مجھے اس وصیت کے سبب جنت عطا فرمائے۔ دوزخ سے دور رکھے نیز لوگوں کے روسیاہ یا سفید رو محشور ہونے والے دن مجھے جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔

وصیت یہ ہے کہ:

۱۔ "ینبع" اور اس کے مضافات کی وہ سب زمینیں جو میری ملکیت میں ہیں اور ان پر میری ملکیت ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ نیز ان زمینوں پر مامور محنت کشوں میں سے:

الف۔ رباح

ب۔ ابو نیزر

ج۔ جبیر

کے علاوہ باقی تمام کاریگر صدقہ یعنی فلاحی اثاثہ ہیں۔

البتہ'

یہ تینوں آزاد ہیں ان پر کسی کو تسلط اور ولایت حاصل نہیں ہے۔ یہ براہ راست میری سرپرستی میں ہیں۔ یہ پانچ سال تک ان زمینوں پر کام کریں گے۔ جس کے نتیجہ میں ان کو حق ہو گا کہ تمام عمر آباد زمینوں کی آمدنی سے اپنے نیز اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچہ وصول کریں۔

۲۔ "وادی القریٰ" میں میری تمام زمینیں اور اموال نیز وہاں کام کرنے والے غلام سب کے سب فاطمہ زہراؑ کے بچوں کے لئے وقف ہیں۔

۳۔ "وادی نرعہ" کی تمام تر املاک اور زریق کے علاوہ وہاں کام کرنے والے

تمام خدمت گار صدقہ یعنی فلاحی اثاثہ ہیں۔
زریق کا حکم وہی ہے جو "رباح" وغیرہ کا ہے۔
۴ "اذبہ" کی تمام املاک اور اس پر مقرر غلام بھی صدقہ ہیں۔
۵ ۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں "فقیرین" اور وہاں موجود تمام غلام بھی صدقہ ہیں۔ یہ سب اثاثہ اللہ کے راستے میں خرچ ہونا ضروری ہے۔

یہاں میں نے اپنے جن اموال و املاک کا ذکر کیا ہے وہ سب قطعی، لازمی اور واجب صدقہ ہیں۔ ان کے بارے میں یہ حکم میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔

ان کو ہر اس کام میں خرچ کیا جا سکتا ہے جس میں رضائے الہیٰ ہو اور جو اللہ کی خاطر ہو۔ اسی طرح ان اموال کو بنی ہاشم اور بنی مطلب سے میرے قریب و دور کے رشتہ داروں پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔

ان اوقاف و صدقات کا انتظام و انصرام حسن بن علی کے ذمہ ہے اس کو حق ہے کہ وہ مناسب مقدار میں ان املاک سے اپنے مخارج لے لیں اور باقی ان موارد میں خرچ کریں جو اللہ کی خوشنودی کا باعث ہیں۔

نیز اگر وہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے ان اموال کو بیچنا ضروری سمجھیں تو بیچ سکتے ہیں۔ اگر وہ ان املاک کو محفوظ رکھ کر ان کی قدر و قیمت میں اضافہ کرنا چاہیں تب بھی ان کو اس بات کا حق حاصل ہے۔

علی کی اولاد اس کے غلام اور علی کی ذاتی اموال پر بھی حسن کو ولایت و سرپرستی کا حق حاصل ہے۔

اگر حسن بن علی کا گھر صدقات و اوقاف کا حصہ نہ ہو اور وہ اسے بیچنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔ لیکن جب وہ اسے بیچیں تو انہیں اس کی ملنے والی قیمت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے:

- ایک حصہ اللہ کے راستے میں
- ایک حصہ بنی ہاشم و مطلب پر

اور ـــــ

○ ـ ایک حصہ فرزندان ابو طالب پر۔

خدا پسند معاملات میں خرچ کرنا ہو گا۔

اگر حسین کی زندگی میں حسن شہید ہو گئے تو ان تمام امور کی ذمہ داری حسینؑ پر ہو گی۔ اس صورت میں جو کچھ میں نے حسنؑ کو حکم دیا ہے حسینؑ کو اسی حکم پر عمل کرنا ہو گا۔ انہیں وہی کچھ کرنا ہو گا جو حسن کرتے اور میں نے حسن کے لئے جو کچھ لکھا ہے وہی ان کے لئے بھی ہے۔

خیال رہے کہ میں نے فاطمہؑ کے دو بیٹوں کے لئے اتنے ہی اوقاف و املاک مقرر کئے ہیں جتنے میں نے اپنی باقی اولادوں کے لئے مجموعی طور پر مقرر کئے ہیں (یہ اوقاف و املاک ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر اس وقف نامہ میں ہے) یہ میں نے صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی، رسول کی عزت و عظمت و احترام بزرگی کے تحفظ اور اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی خاطر کیا ہے۔

اب اگر حسن و حسین دونوں اس جہاں فانی سے سفر کر گئے تو آخر میں سفر اختیار کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علیؑ کی اولاد میں سے کسی کو تلاش کرے جو صلاحیت، اسلام اور امانت داری میں منفرد ہو۔ پھر یہ کام اس کے سپرد کر دے۔

لیکن اگر اولاد علیؑ میں کوئی ایسا نہ ملے تو اولاد ابو طالب میں سے ان اوصاف کے حامل شخص کو یہ ذمہ داری سونپے۔

پھر اگر یہ دیکھے کہ اولاد ابو طالب میں بھی معزز اور صاحب نظر افراد نہیں رہے تو بنی ہاشم میں سے کسی ایسے فرد کو تلاش کر کے ان امور کا نگران بنائے جو مذکورہ اوصاف کا حامل ہو۔

جو شخص بھی ان معاملات کا ذمہ دار قرار پائے اس پر یہ شرط عائد ہو گی کہ وہ اصل اموال اور جائیداد کی حفاظت کرے گا اور فقط ان سے حاصل ہونے والے فوائد ہی کو سبیل اللہ نیز بنی ہاشم و بنی مطلب کے قریب اور دور کے رشتہ داروں پر خرچ کرے گا۔

کسی کو بھی کسی بھی قیمت پر ان اصل اموال اور جاگیروں میں سے کوئی بھی چیز بیچنے یا

کسی کو بخشنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی چیز وراثت کے طور پر ورثا کو منتقل ہوگی۔

میرے بیٹے محمد علی (محمد حنفیہ) کے پاس جو اموال اور جاگیریں ہیں سیدہ فاطمہ کے بچوں کی ذاتی جاگیریں اور ان کے اموال ان دونوں کے متعلق ہیں (ان کا اس وصیت نامے اور وقف نامے سے کوئی تعلق نہیں ہے)

میرے وہ غلام جن کا ذکر میں نے ایک اور مختصر وقف نامہ میں کیا ہے میری طرف سے راہ خدا میں آزاد ہیں۔

اپنے اموال واملاک کے بارے میں علی بن ابی طالبؑ کا یہ قطعی فیصلہ ہے۔

یہ فیصلہ میں نے کوفہ کے قریہ "مسکن" پہنچنے کے دوسرے دن صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے حصول کی خاطر کیا ہے۔

کسی بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی بھی دور اور زمانہ کا ہو (آج کا یا برسوں بعد کا) جائز نہیں ہے کہ میں نے اپنے اموال و املاک کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں رائے دے مداخلت کرے یا کسی بھی قسم کی مخالفت کرے۔

یہ وہ فیصلہ ہے جو:

علی بن ابی طالب نے "مسکن" آنے کے بعد آج کے دن اپنے اموال واملاک کے سلسلہ میں کیا ہے اور اس پر۔

۱ - ابو شمر بن ابرھہ

۲ - صعصعہ بن صوحان

۳ - یزید بن قیس

اور

۴ - میاج بن ابی میاج

گواہ اور شاہد ہیں۔

اسے علی بن ابی طالبؑ نے اپنے ہاتھ سے ۱۰/ جمادی الاولی ۳۹ ہجری کو تحریر کیا۔

اوقاف علوی

یوں علی بن ابی طالبؑ نے انسان کی ابدی ہدایت کے لئے ایک ایسا "سفینہ ہدایت" تاریخ کے طوفانی سمندر کے سینہ پر رواں دواں کر دیا جو رہتی دنیا تک ہر ڈوبتے کو نجات دے کر منزل تک پہنچانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ خیال رہے کہ یہ حضرت علیؑ کا اکلوتا وصیت نامہ نہیں ہے۔

تو آیئے۔۔۔!

آخر میں ان قریوں اور زمینوں کے بارے میں تاریخ سے بھی پوچھتے چلیں جو حضرت علیؑ نے وقف فرمائی تھیں۔ ہم یہاں ان کے بارے میں مختصر معلومات پیش کر رہے ہیں۔

۱ ۔ الاحمر :

شام و مدینہ کے درمیان دیار بنی القین میں "حرۃ الرجلاء" یا "حرۃ الرجلی" کے مقام پر شعب زید کی طرف ایک وسیع وادی ہے جو احمر کے نام سے مشہور ہے اس وادی کا آدھا حصہ امیر المومنینؑ نے وقف فرمایا تھا اور آدھا ورثا کا حق تھا۔

۲ ۔ الادیبہ :

مدینہ کے قریب "اضم" کے صحرا میں واقع ہے۔ "اضم" ایک بہت شاداب علاقہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سیلاب کا پانی کثرت سے آکر جمع ہوتا تھا۔

۳ ۔ اذینہ :

مدینہ کے قریب "قبیہ" نامی ایک علاقہ ہے یہ علاقہ بہت سے سرسبز و شاداب وادیوں کا مجموعہ ہے۔

اذینہ اسی قبیہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔

۴ - الاسحن :

فدک کے قریب ایک وادی کا نام الاسحن ہے یہ آج بھی صدقہ کے متولیوں کے پاس ہے۔

۵ - بئرالملک :

مدینہ کے قریب "قناة" کی سمت پر ایک کنواں اور اس سے متعلقہ زمینیں۔

۶ - البغیبغہ :

مدینہ کے اطراف میں "رشاء" کے نزدیک ایک چشمہ ہے حضرت علیؑ نے اس چشمہ کو جاری کرنے کے سلسلہ میں بڑی محنت فرمائی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کی کوششوں کے نتیجہ میں جب یہ چشمہ جاری ہوا اور لوگوں نے اس کا پانی چکھا تو پانی بہت شیریں، ٹھنڈا اور گوارا تھا اس پر لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو یوں مبارکباد دی :

"آپ کے وارث خوش رہیں۔۔۔!

حضرت علی علیہ السلام نے یہ کلمات سن کر بے ساختہ اس چشمہ اور اس چشمہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کو صدقہ اور وقف فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

"یہ میری طرف سے مسکینوں، مسافروں اور ضرورت مندوں کے لئے وقف ہے۔"

واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی کے زمانہ میں بغیبغہ اتنا شاداب ہو چکا تھا کہ وہاں کے نخلستانوں سے ایک سو اسی (۱۸۰) وسق یعنی تقریباً بتیس ہزار چار سو (۳۲۴۰۰) کیلوگرام کھجوریں اتاری جانے لگی تھیں۔

علامہ ازہری نے تہذیب اللغۃ میں لکھا ہے کہ:

"ماء لآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھی عین غزیرۃ الماء کثیرۃ النخل"

"آل بیت رسولؐ کا ایسا چشمہ جس میں پانی اور کھجور کے درختوں کی بہتات ہے۔

۷ - البغيبغات :

ینبع کے اطراف کے تین چشمے اوقاف امیر المومنین علیہ السلام سے تھے ان چشموں کے نام یہ ہیں:

الف : خیف الاراک

ب : خیف لیلی

ج : خیف بسطاس

یہ تینوں چشمے نیز ان سے سیراب ہونے والی زمینیں اور باغات اس وقف نامہ کے موقوفات میں سے ہیں۔

۸ - البیضاء :

حرۃ نر حلاء کے مقام پر ایک وسیع وعریض صحراء ہے جس میں انتہائی سرسبز و شاداب کھیت مزارع اور باغات ہیں یہ زمینیں بارش کی کثرت کی وجہ سے بہت شاداب ہیں۔

ابن شبہ نے لکھا ہے:

"و دیمت له البیضاء فیه مزارع و عفاء و هو فی صدقه"

"یہاں "عفاء" سے مراد سبزہ کی کثرت ہے چنانچہ علامہ ازہری نے تہذیب اللغۃ میں لکھا ہے:

"قال

والعفاوة من کل شئی

صفوته و کثرته

وقال غیره :

عفت الارض اذا غطاها النبات"

عفوت سے مراد کسی شے کی کثرت ہے اور جب سبزہ پوری طرح زمین کو ڈھانپ

سے تب کہا جاتا ہے:

"عمت الارض"

"زمین سبز پوش ہو گئی"

۹ ۔ ترعہ/دعہ/دیمہ :

وقف نامہ کی عبارت کے متون میں سے:

الف : ابن شبہ اور سمہودی نے:

(بواد) ترعہ

ب : شیخ طوسیؒ نے تہذیب الاحکام میں:

"بدعہ" دعہ نیز :

ج : کلینی نے الکافی میں:

"بدیمہ" لکھا ہے۔

متون کے اس اختلاف کا سبب دراصل عبارات کا صحیح نہ پڑھا جانا یا کتابت و طباعت کی غلطی ہو سکتا ہے۔

کتب تاریخ و جغرافیہ میں "ترعہ" اور "دعہ" نام کے مقامات تو ملتے ہیں لیکن "دیمہ" نام کا مقام نہیں ملتا البتہ "دومہ" نام کا مقام ملتا ہے جو اس متن سے مطابقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ:

ترعہ :

وادی ترعہ اضم سے ملحق ایک سرسبز و شاداب وادی ہے۔

دعہ :

دعہ مدینہ کے قریب ایک چشمہ اور اس کے متعلق باغات ہیں۔

دیمہ کا سراغ نہیں ملتا البتہ دومہ نامی علاقہ کا سراغ ملتا ہے جو ینبع کے نزدیک

ایک مشہور باغ ہے۔

اس مقالہ میں :

ہم نے وقف نامہ کے متن کو نقل کرتے وقت اس بات کی تحقیق کی ہے نیز وہیں عبارت کی توثیق بھی کی ہے کیونکہ ابن شبہ کا متن زیادہ صحیح اور قابل فہم ہے۔

اور چونکہ وقف نامہ کی عبارت میں اس جگہ کے ساتھ یہاں پر مامور غلاموں کا بھی ذکر ہے اس لئے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے : (یودا) ترعد کی عبارت ہی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ غلاموں کی موجودگی اور ماموریت املاک کے وسیع ہونے کی خبر دیتی ہے۔

۱۰ - ذات کمات :

حرۃ الرجلاء کے مقام پر چار کنویں اور انکے کے متعلق باغات اور مزارع جن کے نام یہ ہیں۔

۱ - ذوت العشراء

۲ - قعیں

۳ - معید

۴ - رعون

۱۱ - رعیه :

فدک کے قریب ایک وادی ہے جس کا نام رعیہ ہے جس میں بہ ڑے چشمے گرتے ہیں اور اعلی درجہ کے نخلستان ہیں۔

۱۲ - عین ابی نیزر :

ابو نیزر امیر المومنین علیہ السلام کے ایک غلام تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حبش کے اس بادشاہ نجاشی کے فرزند تھے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حبش کی طرف چلی اور دوسری ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی میزبانی اور

حمایت کی تھی۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ابونیزر باپ کے انتقال کے بعد ملک کے بعض عہدیداروں سے ناراض ہو کر مکہ آئے جہاں قید ہو کر غلام بنائے گئے۔ جب حضرت علیؑ کو خبر ہوئی تو انہوں نے مکہ کے ایک تاجر سے خرید لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ملک کے ذمہ دار افراد کو اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی تو انہوں نے معذرت کی اور انہیں واپس آکر سلطنت سنبھالنے کی پیشکش کی مگر ابونیزر نے جواب دیا۔

"اسلام کی دولت اور علیؑ کی غلامی حبش کی سلطنت سے کہیں زیادہ قیمتی ہے اس لئے میری واپسی ناممکن ہے۔

لیکن،

ابن ہشام نے کہا ہے کہ :

"میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ابونیزر نجاشی کا بیٹا تھا۔ اسے بچپنے ہی میں اسلام کا شوق ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور اسلام لے آیا۔ پھر وہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ رہا۔"

ابن شہر آشوب نے بھی مناقب میں یہی بات لکھی ہے جسے علامہ مجلسی نے بحار میں بھی نقل فرمایا ہے۔

بہرحال

عین ابن نیزر، ینبع کے قریب ایک بیہ چشمہ اور اس سے متعلق باغات، نخلستان اور کھیت جو انتہائی شاداب ہیں۔

۱۳ - عین موات :

وادی القریٰ کے نزدیک ایک چشمہ اور اس کے متعلق باغات و نخلستان۔

۱۴ - عین فاقہ :

وادی القریٰ ہی کے نزدیک ایک اور چشمہ نیز اس کے متعلقہ باغات و نخلستان۔

۱۵ - فقیرین :

مدینہ کے اطراف میں بنی قریضہ کے نزدیک دو جگہوں کا نام ہے یہ دونوں املاک ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت علیؑ کو عطا کی تھیں۔

یہ انتہائی سرسبز و شادات زمینیں ہیں اور آج بھی اپنی شادابی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ مدینہ کے لوگ عام طور سے انہیں الفقیر کہتے ہیں۔

۱۶ - القصیبہ :

فدک کے نزدیک ایک باغ یا نخلستان۔

۱۷ - وادی القریٰ :

مدینہ اور شام کے درمیان ایک لق ودق اور وسیع و عریض جگہ ہے جہاں حضرت علی کی وسیع و عریض املاک تھیں اس املاک کے حفاظت و نگرانی اور کاشتکاری و باغبانی کے لئے بہت سے غلام بھی مامور تھے امیرالمومنین نے اس املاک کو بھی غلاموں سمیت وقف فرمایا تھا۔

۱۸ - ینبع :

مدینہ سے سات منزل کے فاصلہ پر "کوہ رضوی" کے پاس ایک انتہائی شادات و وسیع زمین ہے۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں شریعت بن سلمۃ بن عیاش ینبعی سے نقل کیا ہے کہ :

"میں نے خود وہاں (۷۰) ایک سو ستر چشمے گنے ہیں۔"

یہاں امیرالمومنین وسیع و عریض ملکیت رکھتے تھے اور اس کی کافی شہرت بھی تھی اسی لئے وقف نامہ کی عبارت میں ہے۔

"ینبع اور اس کے مضافات کی وہ سب زمینیں جو میری ملکیت ہیں میزان پر میری

ملکیت ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔"

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ینبع کا پورا علاقہ نیز اس کے علاوہ اس کے مضافات کے بہت سے علاقے بھی حضرت علیؑ کی ملکیت تھے جو اس وقف نامہ کے رو سے وقف ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ایک حصہ حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں اس جگہ کی شادابی کے سبب حضرت علیؑ نے بیشتر علاقہ اس کے ارد گرد کے کچھ اور علاقے بھی خرید کر اپنی ملکیت میں شامل کر لئے تھے۔

یہ تو فقط ان املاک کی اجمالی فہرست ہے جو حضرت علیؑ کے اس ایک وقف نامہ میں مذکورہ ہیں۔ جب کہ امیرالمومنین نے اس کے علاوہ اور وقف نامے بھی تحریر فرمائے تھے۔ ان اوقاف کے علاوہ خود ان کی ورثاء کی دوسری جائیدادیں، تجارتیں اور اموال بھی تھے۔

بس بات فقط اتنی سی تھی کہ حضرت علیؑ اور ان کے گھر والے کماتے خود تھے اور خرچ دوسروں پر کرتے تھے۔

جبکہ ہم لوگ نہ صرف یہ کہ جو کچھ خود کماتے ہیں وہ سب کا سب اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنی کمائی کے علاوہ دوسروں کی کمائی بھی اپنے ہی اوپر خرچ کریں۔

چنانچہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت علیؑ نے اپنی خون پسینہ کی کمائی سے ایک ہزار غلام آزاد فرمائے۔"

اسی طرح خود حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ :

"جس دن میں نے فاطمہؑ سے شادی کی اس دن میرے پاس بچھانے کو چادر بھی نہ تھی۔ لیکن اگر اسی دن میں نے جو مالی راہ خدا میں صدقہ دی وہ اتنی تھی کہ اگر تمام بنی ہاشم میں تقسیم کی جاتی تو بچ جاتی۔"

تاریخ ابن ذری اور فضائل احمد کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ :

"ایک دن حضرت علیؑ نے چالیس ہزار دینار نقد صدقہ دیا اور اسی دن اپنے گھریلو اخراجات کے لئے یہ کہہ کر تلوار بیچی کہ :

"اگر میرے پاس رات کے کھانے بھر ہوتا تو ہرگز تلوار نہ بیچتا"

ان فی ذالک لذکری لاولی الالباب

اس میں صاحبان عقل و خرد کے لئے نصیحت اور سبق ہے۔

(ماخوذ از کتاب "نانو کی تحریر" مولفہ حجۃ الاسلام طلعت سیدہ' ناشر زہرا اکادمی 'کراچی)

منقبت

ہائے بسم اللہ قرآں ہے یہ' قرآں کی قسم
دین اسلام ہے یہ دین مسلماں کی قسم
یہ سلیمان ہامت ہے سلیمانؑ کی قسم
ہے یہی جان جہاں سلطنت جاناں کی قسم
جتنی مخلوق ہے یہ' سب کا ہوا خواہ بھی ہے
اس کے عشاق میں احمد بھی ہیں اللہ بھی ہے

ذو عشیرہ کی ہو دعوت کہ غزا کے میدان
سر لئے ہاتھوں پہ موجود فدا کرنے کو جاں
بستر پاک محمدؐ پہ وہ حالہ ہوئی شاں
شب ہجرت ہوئی جاتی تھی علیؑ پہ قرباں
نفس کو بیچ کے مرضی الٰہی لے لی
سو گئے اس طرح کہ دارین کی شاہی لے لی

(سید علی حسنین زیبا ردولوی)

عکس لوح لقرئی حضرت سلیماںؑ

اللھم صل علی محمد و آل محمد ط

۱۹۱۹ء کی بات ہے۔ پہلی جنگ عظیم کا خوفناک شباب خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب کے بھیس میں دنیا والوں پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ بیت المقدس سے چند میل دور فوجی دستے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ادنترو نامی ایک چھوٹے سے گاؤں کے ٹیلے سے اندھیری رات میں عجیب سی چمک نکلتی دکھائی دی۔ ایک فوجی دستہ جو اس کے قریب سے گزر رہا تھا۔ یہ نرالی قسم کی چمک دیکھ کر ٹھہر گیا۔ چند سپاہی اس روشنی کی طرف بڑھے۔ جب وہ نزدیک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خاک و سنگ کا ایک تودہ امتداد زمانہ سے شق ہو چکا ہے اور اس کی دراڑوں میں سے حیرت ناک روشنی نکل کر ہر راہ گیر کو مشتاق نظارہ بنا رہی ہے۔ سپاہیوں نے اسی مقام کو کھودنا شروع کر دیا تو چار گز کی گہرائی میں چاندی کی ایک مرصع لوح نظر آئی۔ جس سے روشنی کی

سفید شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر تحیر و استعجاب میں مبتلا کررہی ہیں انہوں نے اس نقرئی لوح کو جو پون گز لمبی نصف گز چوڑی تھی باہر نکالا تو روشن شعاعوں کا اخراج تو بند ہوگیا۔ انقطاع نور کے اس واقعہ نے متحیر انسانوں کو اور بھی انگلیاں چبانے پر مجبور کردیا۔ ایک طرف بیش قیمت لوح کے حصول پر وہ شاداں فرحاں بھی دکھائی دیتے تھے۔ دوسری طرف اس کی روشنی یکایک منقطع ہو جانے سے خوف و دہشت بھی مسلط تھی۔ آخر وہ لوح کو لے کر اپنے افسر اعلیٰ کے پاس پہنچے۔ یہ انگریزی فوجی افسر میجر اے۔ این گریٹل تھا۔ اس نے تاریخ کی روشنی میں لوح کو دیکھا تو مبہوت نہ گیا۔ اس کا حاشیہ گراں بہا جواہرات سے مرصع تھا۔ اور درمیان میں طلائی حروف تھے۔ جو کسی قدیم اجنبی زبان کے معلوم ہوتے تھے۔ میجر کو حروف کی شناخت تو نہ ہوسکی۔ لیکن اس کو یہ علم ضرور ہوگیا کہ لوح کوئی معمولی چیز نہیں اپنے اندر کوئی بہت بڑی فضیلت و اہمیت اور تقدیس و تحریم رکھتی ہے۔

میجر گریٹل کی سعی و وساطت سے لوح موصوف دست بدست حوالیں طے کرتی ہوئی پایان کار افسر انچارج افواج برطانیہ لفٹیننٹ جنرل ڈی۔ اور۔ گلیڈسٹون کے ہاتھ میں پہنچی۔ جس نے اس کو برطانوی ماہرین آثار قدیمہ کے سپرد کردیا۔

SILVER PLATE OF SULEMAN.

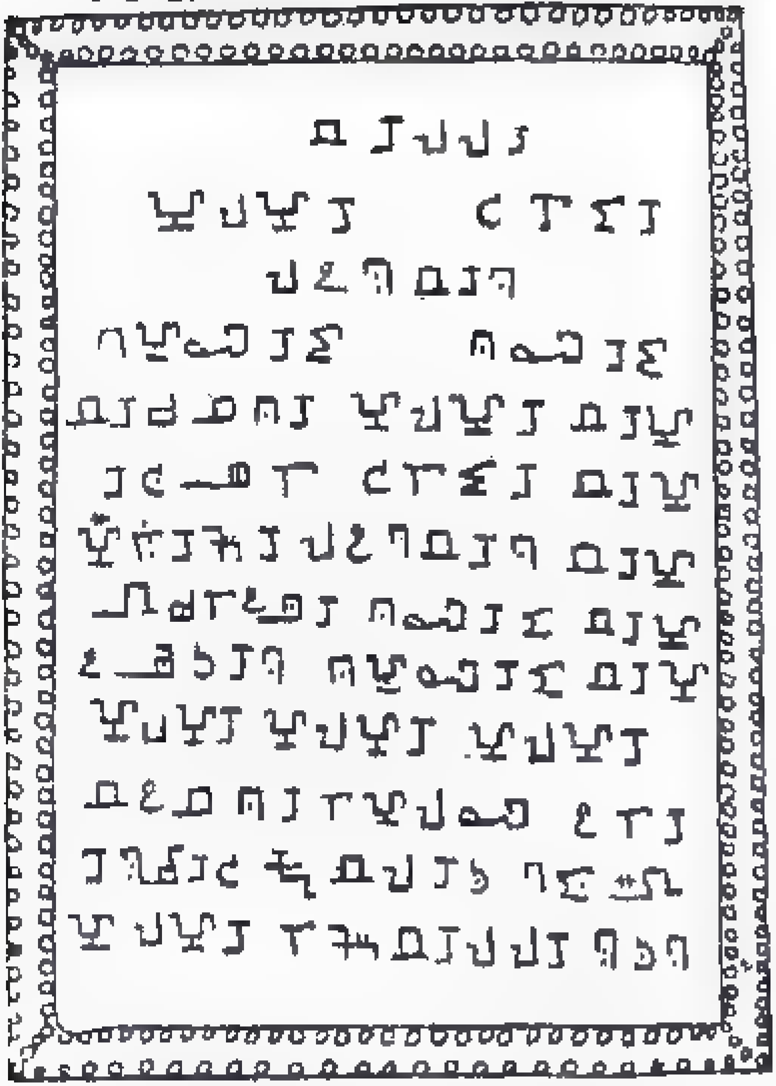

[illegible]

[illegible] 'Wonderfull [illegible]'

جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ میں اس لوح سے متعلق تحقیق و تدقیق
کا یوں آغاز کیا گیا کہ السنۂ قدیمہ کے ماہرین خصوصی کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔
جس میں برطانیہ۔ امریکہ۔ فرانس اور بعض دوسرے یورپی ممالک کے
Experts of old languages نے شمولیت کی۔

کئی ماہ کی دیدہ ریزی دماغ سوزی کاوش شدیدہ اور محنت شاقہ کے بعد
آخر یہ راز کھلا کہ یہ ایک مقدس لوح ہے۔ جو لوح سلیمانی کہلاتی ہے۔ اور
اس پر جو الفاظ منقش ہیں وہ قدیم عبرانی زبان کے ہیں جو زبور اور غزل
الغزلات میں استعمال ہوتے تھے۔

ماہرین کی مساعی بار آور ہوئیں اور ۲۱ جنوری ۱۹۳۰ کی صبح کو وہ اس
صدیوں کے سر مکنون اور راز مکتوم کو منکشف کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لوح مقدس کے الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں:

(دائیں سے بائیں پڑھئے)

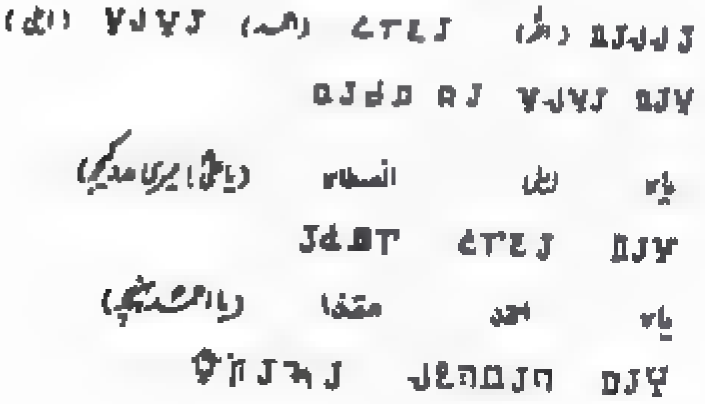

یاہ   یاھولہ   الاشق   (یا شخل قلا دکس)

یاہ   حسن   ہشر مظلم   (یا حسن کرم زرتو)

یاہ   حاسین   یارفو   (یا حسین نورشی بخش)

ایل   ایل   ایلی   (رایلی - ایلی - ایلی)

ہو سلیمان صور عشخب زلقعلا داقتا (یہ سلیمان ابن یاچین سے زیادہ کرتا ہے)

مجنت اللہ   کمر   ایلی   (اور مشرق کی قسمت علیؑ ہے)

لو جناب! چاندی کی لوح کے الفاظ کا محقق ہونا اور ماہرین کی تحقیقات کا پایہ تکمیل کو پہنچنا تھا کہ احمدؐ اور علیؑ اور بتولؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے اسمائے مبارک پڑھ کر ارکان کمیٹی کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک نے دوسرے کو دیکھا اور دوسرے نے تیسرے کی طرف چشم حیرت پھیری۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ اس پاک لوح کو برٹش امپیریل میوزیم (شاہی عجائب خانہ

برطانیہ) کی زینت بنایا جائے۔ لیکن جونہی انگلستان کے اسقف اعظم لاٹ پادری LORD BISHOP کے پردہ گوش سے یہ خبر ٹکرائی اور اس کو تحقیقات کی تفصیل معلوم ہوئی تو اس کے پاؤں تلے کی زمین سرک گئی اور یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک خفیہ حکم نامہ تحریر کیا۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ ــــــ اگر اس لوح کو کسی میوزیم یا کسی ایسے مقام پر رکھا گیا۔ جہاں عوام و خواص کی آمد و رفت رہتی ہو۔ تو مسیحیت کی بنیادیں متزلزل ہوجائیں گی اور عیسائیت کا جنازہ خود ان کے کندھوں پر اٹھ جائیگا۔ لہٰذا بہتر

نوٹ:۔ دوسری زبانوں کی طرح عبرانی میں بھی ہر زمانہ میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اس کے حروف میں بھی ردو بدل کیا جاتا رہا۔ حضرت سلیمانؑ کے دور کی جس عبرانی عبارت کو بیان کردہ لنگڑی لوح مقدس سے لیا گیا ہے۔ اس کے حروف تہجی بقول محققین الشہ قدیمہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

لیکن مروجہ عبرانی کے حروف ابجد بائیں طرف سے دائیں کو لکھے جاتے ہیں۔ جن کی اشکال یہ ہیں:۔

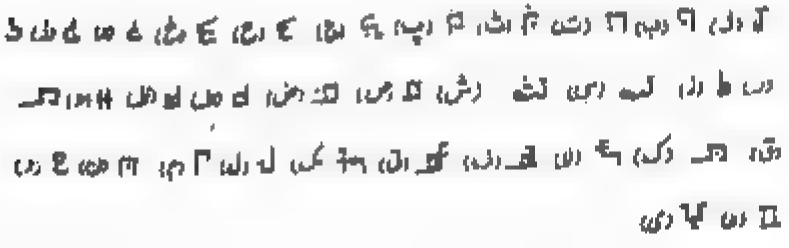

یہ ہے کہ اس Secret church Room (کلیسائے فرنگ کا خفیہ مخصوص کمرہ) میں رکھا جائے۔ جہاں اسقف اور اس کے رازداروں کے سوا کسی کی نگاہ ہی نہ پڑ سکے۔ چنانچہ جب سے آج تک یہ لوح اسی مخصوص کمرہ میں پانچ نفوس مطہرہ کا نور پھیلا رہی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے:

۱۔ ونڈر فل اسٹوریز آف اسلام مصنفہ کرنل پی۔ سی۔ اسمتھ لنڈن صفحہ ۲۲۹۔

۲۔ رسالہ تحقیقات غربیہ مولفہ ابو حسن شیرازی صفحہ ۲۱ تا ۲۳۔

لیکن موجودہ عبرانی کے حروف ابجد بائیں سے دائیں کو لکھے جاتے ہیں۔ جن کی شکل یہ ہیں۔

(ق۔گ۔ج۔گ۔جھ) J (ب۔بھ)] (الف۔ں) N (ز۔ض۔ظ) T (د) 1 (ہ) M

(ہ۔دھ) 4 (ط) M (ی۔ے۔ئ) 7 (ٹ) G (ح) M (م) bb (ل) 4

(ک۔کھ۔خ) [6 (ف۔پ۔پھ) 9 4 (ٹ) 7 (ق) 4 (ص) 3 4 (ش) (ت)

ملاحظہ ہو:-

(۱) دی بک آف ہیٹرو ایج مصنفہ کارل مارؔ صفحہ ۸۹

(۲) تاریخ السنہ مطبوعہ دمشق مصنفہ ماہر صفحہ ۲۱

(۳) القسان قاہرہ صفحہ ۳

(ماخذ: کتاب "دنیا" مرتبہ حکیم سید مجبور گیلانی)

عکس لوح چوبی سفینہ حضرت نوحؑ

اللھم صلی علی محمد وال محمد

۱۹۵۱ء کی جولائی میں روسی ماہرین کی ایک ٹولی وادی قاف میں دیکھ بھال کر رہی تھی۔ غالباً کسی نئی کان کی تلاش میں مصروف تھی کہ ایک مقام پر سے اسے لکڑی کے چند بوسیدہ سے ٹکڑے نظر آئے گروپ آفیسر نے اس جگہ کو کریدنا شروع کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بہت سی لکڑیاں سنگلاخ زمین میں دبی ہوئیں ہیں۔ ماہرین نے چند سطحی علامات سے اندازہ کیا کہ یہ لکڑیاں کوئی غیر معمولی اور پوشیدہ راز اپنے اندر رکھتی ہیں انہوں نے اس مقام کی کھدائی نہایت توجہ سے کرائی۔ بہت سی لکڑیاں اور کچھ دیگر اہم اشیاء برآمد ہوئیں۔ لکڑی کی ایک مستطیل تعویذ نما تختی بھی دستیاب ہوئی۔ مگر ماہرین یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ باقی لکڑیاں تو مرور ایام سے بوسیدگی و کہنگی اختیار کر چکی ہیں۔ لیکن ۱۴ انچ طول اور ۱۰ انچ عرض رکھنے والی یہ تختی امتدادی تغیرات سے محفوظ ہے۔ اور خفیف ارضی اثرات قبول کرنے کے سوا اس میں کہنگی پیدا نہیں ہوئی ۱۹۵۳ء کے آخر میں ماہرین نے اپنی تحقیقات کو لباس تکمیل پہنا کر یہ انکشاف کیا کہ مذکورہ لکڑی حضرت نوح علیہ السلام کی اس معروف عالم کشتی سے تعلق رکھتی ہیں جو کوہ قاف کی

ایک چوٹی جودی (۱) پر آکر ٹھہری تھی۔ اور یہ تختی بھی جس پر کسی قدیم ترین زبان میں چند حروف کندہ ہیں۔ اس کشتی میں لگی ہوئی تھی۔

جب یہ تحقیق ہو چکی کہ

قاف سے برآمد ہونے والی لکڑیاں واقعی کشتی نوحؑ کی ہیں تو اب یہ امر تشنہ تدقیق رہ گیا کہ پراسرار چوبی تختی اور اس پر لکھے ہوئے حروف کی کیا حقیقت ہے۔

روس کی سوویت حکومت کے زیر اہتمام اس کے ریسرچنگ ڈیپارٹمنٹ نے مذکورہ تختی کی تحقیق کے لئے ماہرین آثار کا ایک بورڈ قائم کیا۔ جس نے ۲۷ فروری ۱۹۵۳ میں اپنا کام شروع کردیا۔ اس بورڈ کے اراکین مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) سولے نوف ــــ پروفیسر ماسکو یونیورسٹی شعبہ لسانیات۔

(۲) ایفاہان خینو ــــ ماہر السنہ قدیمہ ــــ لولوہان کالج جاننا۔

(۳) میشائن۔ لو۔ فارنگ افسر اعلیٰ آثار قدیمہ۔

(۴) تانمول گورف ــــ استاد لسانیات کیفنرو کالج۔

(۵) ڈی راکن ــــ ماہر آثار قدیمہ۔ پروفیسر لا ئینن انسٹی ٹیوٹ۔

(۶) ایم احمد کولاڈ ــــ ناظم زنکومن ریسرچ ایسوسی ایشن۔

(۷) میجر کولٹوف ــــ نگران دفتر تحقیقات متعلقہ اسٹالین کالج۔

چنانچہ ساتوں ماہرین نے اپنی تحقیقات پر پورے آٹھ مہینے صرف کرنے کے بعد پراسرار تختی سے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جس لکڑی سے نوحؑ کی کشتی تیار ہوئی تھی۔ اسی لکڑی سے یہ تختی بھی بنائی گئی تھی اور نوحؑ نے اس کو اپنی کشتی میں تبرک و تقدیس کے طور پر حصول امن و عافیت اور ازدیاد برکت و رحمت کے لئے لگایا تھا۔

موصوف تختی کی درمیان ایک پنجہ نما تصویر ہے جس پر قدیم سامانی (۱)

---

(۱) زمانہ نوح میں اور اس کے بعد چند ازمنہ میں جو زبانیں رائج تھیں ان کو سامی یا سامانی زبانیں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عبرانی۔ سریانی۔ تیمانی۔ قبطی۔ عربی وغیرہ سامانی ہی کی شاخیں ہیں۔ جناب آدم ثانی نوح کی اولاد میں اور ان کے رفقا کی نسلیں جہاں جہاں آباد ہوئیں وہاں نئی زبانوں نے معمولی تصرف و تکلف کے ساتھ نیا روپ دھارا۔ اور ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہنچ گئیں۔ مورخین اور محققین نے یہاں تک دریافت کیا ہے کہ ترکی۔ ایرانی۔ ژندی۔ پارژندی وغیرہ بھی سامانی سے ہی نکلی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ عربی اور سنسکرت کو قدیم ترین زبانیں ہونے کا دعوے ہے۔ اور ادھر برطانوی ماہرین انگریزی زبان کو (THE LANGUAGES (HEAD OF زبانوں کی ماں کہہ رہے ہیں۔ بہرکیف قدیم سامانی اکثر زبانوں کا منبع و مصدر ہے۔ اور اس رسم الخط میں تبدیل ہوکر عجیب و غریب شکلیں اختیار کرتا رہا۔

زبانی میں ایک مختصر سی عبارت اور کچھ حیرت ناک نام مرقوم ہیں جنکی شکل و صورت یہ ہے۔

لوح المقدس الخشب یتعلق بفلك النوح

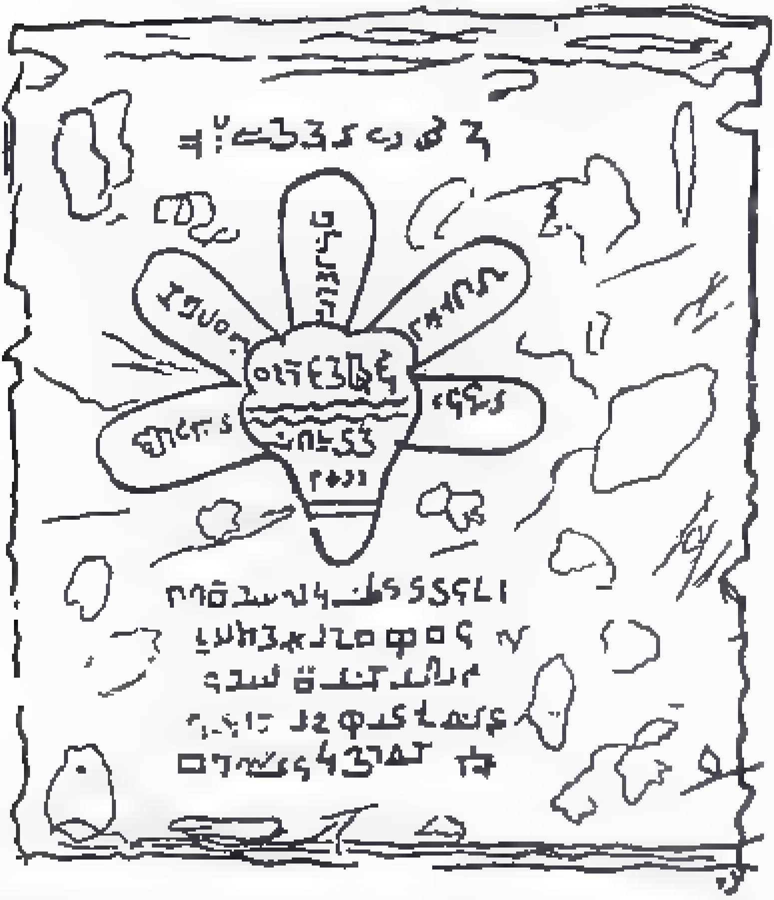

کشتی نوح کا [illegible] لوح مقدس [illegible] العدنی [illegible] ۱۹۵۱ء [illegible] نقل
[illegible] ۱۹۵۱ء
[illegible] حاصل کی۔

روسی ماہرین نے ان حروف کا [illegible] اور دماغی کاوش سے یہ مشکل کام کیا

اور ان کے تلفظ (ہجے) کو روسی زبان میں یوں منتقل کیا

AOFNAT. EEJĀTAM	[illegible]	(الف بے کے حروف)
BIKJOEAK	[illegible]	[illegible]
ФОPEAQOH	[illegible]	
ЗУЅЦ	[illegible]	
MOTAMEAA	[illegible]	[illegible]
AEJTBIAT	[illegible]	
ЧОО PA	[illegible]	
ЧООBIPA	[illegible]	
ФАBEM	[illegible]	
ГСЕОМАОUНАФЕСО	[illegible]	([illegible] حروف)

ے ہفتہ وار TAФAZEHBOO [illegible] "WEEKLY MIRROR"

[illegible] ۔

ے روسی رسم الخط کے [illegible] حروف انگریزی حروف سے [illegible]

Ж (J) T (H) Ы (I) Л (L) Н (N) О (B) К (C) А (A) Ф (F)

О (O) П (P) Р (R) Ь (T) В (V) З (Z) Ч (SH) G (S)

AOTCA ZLIMA ЗUHET [illegible]

TJAJAJ ABBIYÖP [illegible]

ЖETБAPÜBBITA Z [illegible]

KÖOAE REEGÔ JЛM [illegible]

مسٹر ای۔ ایف۔ سائکس ماہر لسانیات قدیم برطانیہ (مانچسٹر انگلینڈ) نے مندرجہ ذیل الفاظ کا انگریزی میں ترجمہ یوں کیا ہے :-

O my God my Helper	اے میرے خدا میرے مددگار!
keep my hands with mercy	اپنے کرم سے میرا ساتھ دے
And with your Holy Bodies	اور اپنے مقدس وجودوں کے طفیل
Muhammad	محمدؐ
Alia	علیؑ
Shabbar	شبرؑ
Shabbir	شبیرؑ
Fatima	فاطمہؑ
They are all Biggests and	یہ تمام عظیم ترین اور
Honourables	واجب الاحترام ہیں۔
The world established for	تمام دنیا ان ہی کیلئے تخلیق کی

(۱) ماہنامہ "اسٹار آف برکی سے نیا" ماہ جنوری ۱۹۵۳ء مطبوعہ لندن۔ اخبار "سن لائٹ" مانچسٹر ۲۳ جنوری ۱۹۵۳ء ـ اخبار ویکلی مرر لندن۔ یکم فروری ۱۹۵۳ء لندن۔

The world Established for them.

تمام دنیا ان ہی کے لئے قائم کی گئی۔

Help me by their names.

ان کے ناموں کی بدولت میری مدد کر۔

You can reform to Right.

تو ہی سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

القصہ جب یہ عبارت منظر عام پر آئی۔ تو ملاحدہ و زنادقہ اور کفار اور منکرین کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور انھیں شدید حیرت میں مبتلا اس بات نے کیا کہ کشتی کی تمام لکڑیاں خوردہ و بوسیدہ حالت میں برآمد ہوئیں۔ مگر نفوس قدسیہ خمسہ کے اسمائے پاک والی یہ تختی ہزار ہا سال گزرنے پر بھی بالکل محفوظ رہی۔ اور حیرات ازمنہ اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ۔ یہ تختی روس کے مرکز آثار و تحقیقات (ماسکو) میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔

(ماخذ : کتاب "ایلیا" مرتبہ حکیم سید محمود گیلانی)

رباعی

کوئی دنیا میں ہو جاہ و اثر والا تو سمجھائے
بتوں کو توڑ دے گر ہو جگر والا تو آئے
صنم صاحب نہ تھے، ملنے کو بھی راضی تھے کے سے
تمنا یہ منتظر تھے کوئی گھر والا تو آجائے

(وحید احسن ہاشمی)

مرثیہ امام شافعیؒ

وممانفی نومی وشیب لمتی
تصاریف ایام لهن خطوب
جس نے میری نیند کھو دی اور میرے بالوں کو سفید کر دیا وہ زمانہ کی گردشیں ہیں جن میں شدائد ہیں

تاوّب همّی والفؤاد کئیب
وارق عینی والرّقاد غریب
میرا غم پھر آیا اور دل غمگین ہے جس نے میری آنکھوں کو بیدار کر دیا ہے اور نیند نایاب ہو گئی

تزلزلت الدّنیا لآل محمدؐ
وکادت لهم صم الجبال تذوب
دنیا آل محمد کی وجہ سے زلزلہ میں آ گئی اور قریب ہے کہ بڑے بڑے سخت پہاڑ پگھل جائیں

لئن کان ذنب حبّ آل محمدؐ
فذلك ذنب لست منه اتوب
اگر آل محمدؐ سے محبت رکھنا گناہ ہے، تو ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہ کروں گا

هم شفعائی یوم حشری وموقفی
وحبهم للشافعی ذنوب
یہی لوگ تو میرے شفیع ہیں بروز حشر اور ان سے محبت رکھنا شافعی کیلئے گناہ سمجھا جاتا ہے

از امام شافعی رحمۃ اللہ

امام الانس والجنّہ

كفى في فضل مولانا علي — وقوع الشك فيه انه الله

علی کی فضیلت میں یہ کافی ہے — اس امر میں شک کا واقع ہوا کہ وہ اللہ ہے

ومات الشافعي وليس يدري — علي ربه ام ربه الله

شافعی مرگیے مگر اس کی سمجھ میں نہ آسکا — کہ علی اس کا رب ہے یا خدا اس کا رب ہے

علی حبه جنة — قسيم النار والجنة

علی کی محبت سپر ہے — علی دوزخ اور جنت کے قاسم ہیں۔

وصی المصطفى حقاً — امام الانس والجنه

حقیقت میں حضرت محمد کے وصی ہیں — جن و انس کے امام ہیں۔

لو ان المرتضى ابدى محله

اگر علی اپنے محل و مقام کو ظاہر کرے

لكان الخلق طراً سجداً له

تو ساری خلقت ان کو سجدہ کرنے لگ جاتی

بکر بن حماد التاہرتی نے امیر المومنینؑ کے ہائلہ شہادت پر یہ اشعار کہے تھے (ماخذ کتاب "رحمت للعالمین" حصہ دوم مرتبہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

بکر بن حماد القاہری نے حادثہ شہادت پر اشعار لکھے ہیں:

قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَالْأَقْدَارُ غَالِبَةٌ
ابن ملجم سے کہنا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تقدیر سب پر غالب ہے
هَدَمْتَ وَيْلَكَ لِلْإِسْلَامِ أَرْكَانَا
کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا

قَتَلْتَ أَفْضَلَ مَنْ يَمْشِي عَلَى قَدَمٍ
وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا
وَأَوَّلَ النَّاسِ إِسْلَامًا وَإِيمَانَا
اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول

وَأَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ ثُمَّ بِمَا
اور قرآن اور سنت کے جاننے میں سب سے اعلم
سَنَّ الرَّسُولُ لَنَا شَرْعًا وَتِبْيَانَا
تھا تو نے اسے قتل کیا ہے

صِهْرَ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرَهُ
وہ داماد نبی اور ان کا دوست اور ناصر تھا
أَضْحَتْ مَنَاقِبُهُ نُورًا وَبُرْهَانَا
جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں

وَكَانَ مِنْهُ عَلَى رَغْمِ الْحَسُودِ لَهُ
جو علی رغم حسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا تھا
مَكَانَ هَارُونَ مِنْ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَا
جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام

وَكَانَ فِي الْحَرْبِ سَيْفًا صَارِمًا ذَكَرًا
جو لڑائی میں شمشیر برندہ اور دلیر شیر تھا
لَيْثًا إِذَا لَقِيَ الْأَقْرَانُ أَقْرَانَا
جب خوب گھمسان کا رن پڑ جاتا ہو

ذَكَرْتُ قَاتِلَهُ وَالدَّمْعُ مُنْحَدِرٌ
میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا اور کہتا ہوں
فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانَا
اے خدا! تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے

إِنِّي لَأَحْسَبُهُ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ
میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں
يَخْشَى الْمَعَادَ وَلَكِنْ كَانَ شَيْطَانَا
جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ تو شیطان ہے

أَشْقَى مُرَادٍ إِذَا عُدَّتْ قَبَائِلُهَا
اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت
وَأَخْسَرَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مِيزَانَا
وہ میزان اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِي جَلَبَتْ
وہ تو اس عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح کے ناقہ کو مارا
عَلَى ثَمُودَ بِأَرْضِ الْحِجْرِ خُسْرَانَا
اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا

كَأَنَّهُ لَمْ يُرِدْ قَصْدًا بِضَرْبَتِهِ
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی پر وار کرنے سے
إِلَّا لِيَصْلَى عَذَابَ الْخُلْدِ نِيرَانَا
اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے

نفسِ مطمئنہ

جوشؔ ملیح آبادی

تھے اک ایسے مقام پہ حیدر
کہ ہر اک آن جان کا تھا ضرر

آپ کو تھی مگر نہ کچھ پروا
آپ پر تھا مگر نہ کوئی اثر

کب اسے خوف، جو ہو شیرِ خدا
کیا ڈرے جو ہو قاتلِ عنتر

خوف کیا اس کے دل کو توڑ سکے
جس نے توڑا ہو قلعۂ خیبر

اس کے سینے میں کیا ہراس آئے
جس کو کہتے ہوں نفسِ پیغمبر

آپ کے ساتھ تھے حسینؑ اس وقت
عرض کی اے امامِ جن و بشر

آپ کو کچھ نہیں خیال اپنا
نہ زرہ ہے، نہ ہاتھ میں ہے سپر

جان جانے کا ہے یہاں ساماں
آپ کو کچھ نہیں ہے فکر مگر

جوشؔ اس شیر نے کہا جو کچھ
قوب مبنی تھا یہ محبت پر

ورنہ خدشہ کب حسینؑ کہا
کربلا کے تو یاد ہیں منظر

خیر جملہ تھا یہ تو معترضہ
پھر سی سمت لیجئے پھر کر

ختم تقریر جب حسینؑ نے کی
ہنس کے کہنے لگے شہِ صفدرؑ

ماں پروردۂ خدا و رسولؐ
موت کو جانتا ہے فتح الظفر

کس سے ڈرتا نہیں ہے باپ تر
موت پردہ گرے کہ موت اس پہ

کتابیات

قرآن شریف۔ مترجم مولانا حافظ فرمان علی صاحب

۲ ۔ نہج البلاغہ۔ مترجم مولانا مفتی جعفر حسین صاحب۔

۳ روح القرآن۔ مرتبہ مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی۔

۴ ۔ آثار علیہ علویہ۔ مرتبہ مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی صاحب۔

۵ معیار کفر و نفاق۔ مرتبہ مولانا مرزا محمد جعفر صاحب۔

۶ ۔ علم اذان۔ مرتبہ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی صاحب۔

۷ ۔ نظامی جنتری ۱۹۵۳ء۔ مرتبہ مرزا محمد جواد صاحب۔

۸ تاریخ اسلام کے جو ہر پارے۔ مرتبہ ڈاکٹر سید محمود سروش صاحب۔

۹ ۔ ایلیا۔ مرتبہ حکیم سید محمود گیلانی صاحب۔

۱۰ ۔ ناوکِ تحریر۔ مؤلفہ ثقۃ الاسلام طلعت سیدہ صاحبہ۔

۱۱ ۔ بخاری شریف جلد اول، دوم، سوم۔ (مترجم اردو)۔

۱۲ سنن نسائی جلد اول۔ (مترجم اردو۔)

۱۳ ۔ مشکوٰۃ شریف حصہ سوم۔ (مترجم اردو)۔

۱۴ رحمت اللعالمین۔ جلد اول و دوم۔ مرتبہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔

۱۵ ۔ ارجح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔ مرتبہ مولانا عبید اللہ امرتسری۔

۶ ۔ [illegible]۔ کلکتہ۔ فروری ۹۱۳ء

۷ ۔ علیؑ اور تنہائی۔ مصنفہ ڈاکٹر علی شریعتی

۱۸ ۔ "کتاب العلم" مرتبہ مرزا وقار احمد، آرٹ کالونی، کراچی

۱۹ کتاب "خطبہ موقعہ" شائع کردہ "مصباح الہدیٰ پبلیکیشنز" اردو بازار لاہور

اظہار تشکر

خدائے بزرگ و برتر کا ہزار شکر کہ اس نے مؤلف حقیر کی دیرینہ خواہشات و آرزوؤں کی تکمیل اور عاجزانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور اس کے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی ذریت طاہرہؑ کے طفیل کتاب "صحیفۂ معرفت" چند مراحل سے حسن و خوبی گزر کر زیور طبع سے آراستہ ہونے کی منزل تک پہنچ گئی۔

اس امر کا اظہار واجب و لازم ہے کہ مطلوبہ سرمایہ کی عدم فراہمی کے سبب جب مؤلف شدید دل شکستہ ہو رہا تھا تو "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کے مصداق ہمارے اور متعدد دیگر قومی کارکنان کے آڑے وقتوں میں کام آنے والے مرد قلندر جناب مرصوی نے حسب سابق اپنے ناخن تدبیر سے اس اہم گتھی کو سلجھانے کی پیشکش فرمائی اور پھر انہی کے بزور سوخ اور وساطت سے ایک مخیر مرد بزرگ نے بجٹ کے خرچے کو پورا کر دینے پر اظہار آمادگی فرمائی۔ اس دور پر آشوب میں جبکہ لوگ نام و نمود اور بیجا شہرت حاصل کرنے کیلئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اس "مخیر ہستی" کا یہ اصرار کہ اس کا نام ظاہر نہ کیا جائے تعجب خیز ہے۔ بہر حال موصوف کا یہ عمل لائق تحسین و صد آفرین ہے اور جس قدر بھی سراہا جائے کم ہے۔

ہم بارگاہ رب العزت میں دست بہ دعا ہیں کہ وہ ہمارے اس "محسن" اور وسیلہ" کو صحت تندرستی کے ساتھ ان کے سن و سال میں اضافہ فرمائے اور ان پر اور ان کے تمام افراد خاندان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین

مؤلف

ناشران
الصراط پبلیکیشنز (پاکستان) کراچی